عصر حاضر میں اخوت کی تاسیس وتشکیل اور اس کے اثرات

(اُسوہ حسنہ کی روشنی میں تحقیقی جائزہ)

مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی علوم اسلامیہ

مقالہ نگار

نوید اقبال

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اسلامی فکر وثقافت

رجسٹریشن نمبر:616-PhD/IS/S16

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

ستمبر،2022ء

عصر حاضر میں اخوت کی تاسیس و تشکیل اور اس کے اثرات

(اُسوہ حسنہ کی روشنی میں تحقیقی جائزہ)

مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی علوم اسلامیہ

مقالہ نگار

نوید اقبال

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

(ستمبر، 2022)

©نوید اقبال

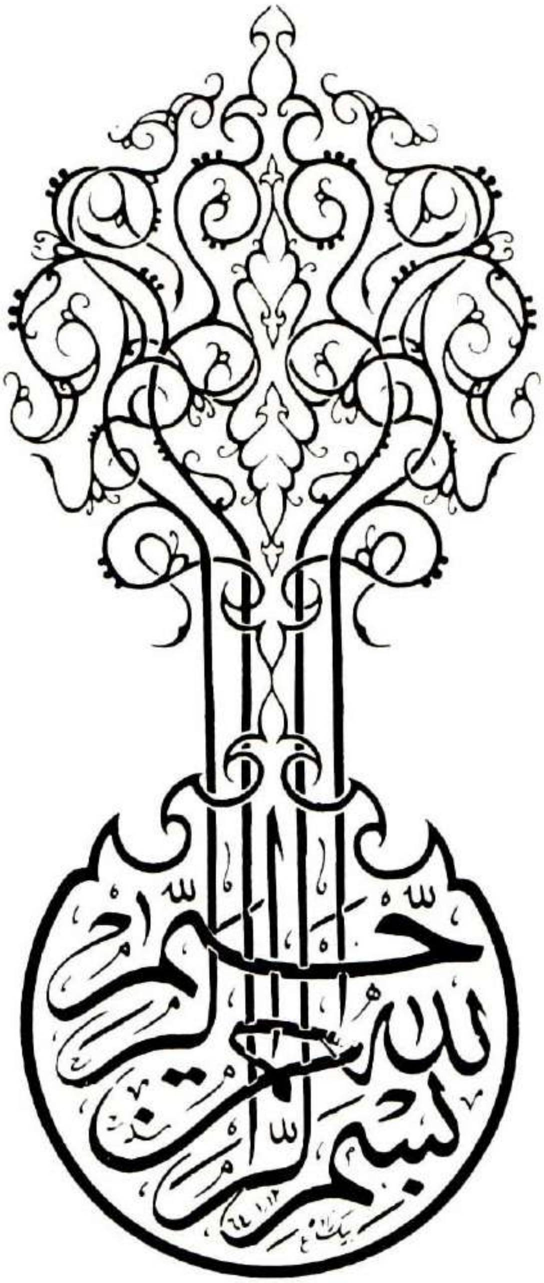
بسم الله الرحمن الرحيم

منظوری فارم برائے مقالہ و دفاع مقالہ

(Thesis and Defense Approval Form)

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مقالہ ہذا پڑھا اور اس کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان:

"عصر حاضر میں اخوت کی تاسیس و تشکیل اور اس کے اثرات (أسوہ حسنہ کی روشنی میں تحقیقی جائزہ)"

نام ڈگری: ڈاکٹر آف فلاسفی علوم اسلامیہ

نام مقالہ نگار: نوید اقبال

رجسٹریشن نمبر: 616-PhD/IS/S16

ڈاکٹر سمیہ رفیق: ____________________

(نگران مقالہ) دستخط نگران مقالہ

ڈاکٹر مستفیض احمد علوی: ____________________

(صدر، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت) دستخط صدر، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

پروفیسر ڈاکٹر خالد سلطان: ____________________

(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز) دستخط ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز

پروفیسر ڈاکٹر عامر اعجاز: ____________________

(پرو ریکٹر اکیڈمکس) دستخط پرو ریکٹر نمل

میجر جنرل (ر) محمد جعفر: ____________________

(ریکٹر نمل) دستخط ریکٹر نمل

تاریخ: ____________________

حلف نامہ فارم

(Candidate Declaration Form)

میں: نوید اقبال ولد: محمد اسلم

رول نمبر: 616-PhD/IS/S16 رجسٹریشن نمبر: 616-PhD/IS/S16

طالب علم، پی ایچ ڈی، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل) اسلام آباد حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ مقالہ بعنوان:

"عصر حاضر میں اخوت کی تاسیس و تشکیل اور اس کے اثرات (أسوہ حسنہ کی روشنی میں تحقیقی جائزہ)"

پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے اور **ڈاکٹر سمیہ رفیق** کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے، راقم الحروف کا اصل کام ہے، اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کروایا گیا ہے، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لیے دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

میں اس بات کو جانتا ہوں کہ ایچ ای سی (HEC) اور نمل (NUMAL) علمی سرقہ (Plagiarism) کے حوالے سے عدم برداشت کی پالیسی پر سختی سے عمل پیرا ہے۔ اس لئے میں بطور مقالہ نگار اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ یہ میرا ذاتی علمی کام ہے۔ اس مقالہ کا کوئی حصہ بھی سرقہ شدہ نہیں ہے۔ اور میں نے جہاں سے بھی کسی علمی کام کو اپنے مقالے میں شامل کیا ہے اس کا باقاعدہ حوالہ دیا ہے۔ میں اس بات کا بھی اقرار کرتا ہوں کہ اگر میرے مقالے میں کسی بھی قسم کا باقاعدہ علمی سرقہ پایا جائے تو یونیورسٹی میری ڈگری کو ختم کرنے / واپس لینے کا اختیار رکھتی ہے۔

نام مقالہ نگار: نوید اقبال، (616-PhD/IS/S16)

دستخط مقالہ نگار: ____________

ملخص مقالہ (Abstract)

Establishment and Formation of Brotherhood in Modern Times and its Effects

Today, the Islamic Brotherhood is a universal bond of unity and solidarity that is free from all geographical, ethnic, linguistic, national and national boundaries and beyond distinctions. This is a spiritual relationship that transcends material realms and relationships. This was the passion by which the Nation of Islam stood firm against the leaden wall of disbelief and overcame disbelief and falsehood despite the limited resources.

Today, this relationship is missing in the nation, that's why the unity of Muslims is fragmented and it is facing humiliation and disgrace in the world. The need to highlight the importance of fraternity and to give a viable program today has probably never been greater. This is the motive behind the choice of the title of this article. The Thesis is presented in five chapters on descriptive style. The concept of brotherhood and its scope, then the motives of brotherhood in the Golden Age and their practical examples are given. Later, after examining the obstacles to the formation of brotherhood in modern times, the motives for its establishment and formation are described.

And later on, the establishment and formation of brotherhood in modern times and its requirements have been discussed in detail. It presents a strategy for the elimination of the changing ideological conditions of the new generation, the causes which are contrary to the brotherhood, in which the causes and motives which are contrary to the brotherhood are presented in the light of Sira-e-Taiba. Furthermore, it is recommended to implement factors that promote brotherhood at the local and national level, especially in modern society, factors that promote regional and national brotherhood, such as tolerance, benevolence, Cooperation as much as possible, mutual exchange of love and affection, goodwill and positive attitudes and cooperation in difficulties are described in the light of *Nusoos* and relics. Finally, the formation of brotherhood in modern society and its benefits and fruits, such as reformation of knowledge and action, shielding from sins, benevolence, mutual encouragement, remembrance of God and love, right and sincere counseling, worship and other good deeds, protection from evil tricks has been discussed. If the strategy and suggestions presented in this thesis are seriously considered and implemented in practice, the best results can be obtained.

فہرست عنوانات

نمبر شمار	عنوانات	صفحات
➢	ٹائٹل پیج	II
➢	مقالہ کی منظوری کا فارم(Thesis Acceptance Form)	IV
➢	حلف نامہ(Declaration)	V
➢	ملخص مقالہ(Abstract)	VI
➢	فہرست عنوانات(Table of Contents)	VII
➢	اظہارِ تشکر(A Word of Thanks)	IX
➢	انتساب(Dedication)	X
➢	مقدمہ	1
باب اول:	**عصر حاضر میں اخوت اسلامی کی تاسیس و تشکیل**	**10**
➢	فصل اول: اخوت کا مفہوم اور دائرہ کار	11
➢	فصل دوم: اخوت اسلامی کی ضرورت واہمیت	25
➢	فصل سوم: اخوت اسلامی کی تاسیس کی شرائط	35
باب دوم:	**اخوت اسلامی کے فروغ کیلئے اسوۂ حسنہ سے بنیادی محرکات**	**49**
➢	فصل اول: انبیائے سابقین علیہم السلام کی سیرت سے اخوت کے محرکات	50
➢	فصل دوم: عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں اخوت کے محرکات	59
➢	فصل سوم: عہد خلافت راشدہ میں اخوت کے محرکات	81
➢	فصل چہارم: عصر حاضر میں اخوت کی تاسیس و تشکیل کے محرکات	90
باب سوم:	**اخوت اسلامی کی تاسیس و تشکیل کو درپیش تحدیات**	**161**
➢	فصل اول: اخوت اسلامی کی تاسیس و تشکیل میں باطنی تحدیات	162

➢	فصل دوم: اخوت اسلامی کی تاسیس و تشکیل میں ظاہری تحدیات	169
➢	فصل سوم: اخوت اسلامی کی تاسیس و تشکیل میں فکری اور تربیتی تحدیات	177
باب چہارم:	**اخوت اسلامی کی تاسیس اور عصر حاضر میں اس کے اثرات**	**192**
➢	فصل اول: اخوت اسلامی کی تاسیس و تشکیل کے سماجی اثرات	193
➢	فصل دوم: اخوت اسلامی کی تاسیس و تشکیل کے معاشی اثرات	213
➢	فصل سوم: اخوت اسلامی کی تاسیس و تشکیل کے سیاسی اثرات	230
➢	**خلاصۂ بحث (Summary)**	**246**
➢	**نتائج وسفارشات (Recommendations)**	**249**
➢	**فہرست قرآنی آیات**	**250**
➢	**فہرست احادیث**	**256**
➢	**فہرست اعلام**	**265**
➢	**فہرست مصادر و مراجع**	**268**

اظہار تشکر

ان گنت تعریفیں اس ذات باری تعالیٰ کے لیے جس کے قبضے میں ہم سب کی جان ہے، جس کے شکر کا حق ادا کرنا انسان کے بس کی بات نہیں ہے لیکن شکر ادا کرنا اسی کا حکم ہے، ﴿ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ ﴾[1] (اور اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تم کو اور زیادہ دوں گا)، اس لئے شکر کرنا چاہئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ((مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللَّهَ))[2] (جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہ کیا وہ اللہ کا شکریہ بھی ادا نہیں کرتا) اس حکم کی بجا آوری لاتے ہوئے میں سب سے پہلے اللہ رب العزت کا شکر گزار ہوں جس نے مجھے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں پیدا کیا، اس کا ہزار ہا شکر ہے کہ اس نے میرے علم حاصل کرنے کے شوق کو پورا کرنے میں میرے لیے آسانیاں پیدا کیں، محنت کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور میرے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی ہمت بخشی۔

احسان شناسی دینی اور اخلاقی فرض ہے، اس لیے ضروری ہے کہ میں اپنے اساتذہ کرام بالخصوص نگرانِ مقالہ ڈاکٹر سمیہ رفیق صاحبہ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا کہ یہ کام اپنے پایہ تکمیل کو پہنچا۔ میرے اس تحقیقی مقالے کو پورا کرنے میں ہر موڑ پر مناسب رہنمائی کی، اللہ تعالی محترمہ کی صحت، عمر، وقت اور علم میں برکت عطا فرمائے۔ آمین۔

میں صدر شعبہ علوم اسلامیہ ڈاکٹر نور حیات خان اور ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز پروفیسر ڈاکٹر مستفیض احمد علوی صاحبان کا بے حد ممنون ہوں جن کی رہنمائی اور اخلاص پر مبنی تعاون کی بدولت اپنے اس تحقیقی مقالہ کو سرانجام دے پایا، نیز جامعہ ہذا کے جملہ اساتذہ کرام کا بھی شکر گزار ہوں جن کی معاونت، سکھائے ہوئے طریقہ تحقیق اور دی ہوئی تعلیم و تربیت سے اس قابل ہوا کہ الفاظ کو صفحات پر منتقل کر سکا۔

آخر میں میں اپنے والدین، رفیقہ حیات، جملہ عزیز و اقارب اور خیر خواہوں کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جن کے تعاون اور دعاؤں سے اس تحقیقی کام کو کامیابیوں کے ساتھ طے کیا۔ اللہ تعالی سب کو بہترین جزاء دے اور دین و دنیا کی کامیابی سے ہمکنار کرے۔ آمین۔

نوید اقبال (پی ایچ ڈی سکالر)

شعبہ علوم اسلامیہ، فیکلٹی آف سوشل سائنسز، نمل، اسلام آباد

---

[1]۔ ابراہیم (14):07۔

[2]۔ ترمذی، محمد بن عیسی، السنن الترمذی (الریاض: دار السلام، 1999ء) **ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی الشکر**۔۔۔، ح:1955۔

انتساب

والدین کریمین، جملہ اساتذہ کرام اور
بالخصوص اُستاذی پروفیسر ڈاکٹر عبد الرؤف ظفر (رحمہ اللہ) کے نام،
جنہوں نے تعلیمی تحقیق و جستجو میں میری مکمل رہنمائی فرمائی اور حوصلہ بڑھایا۔
اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر تا قیامت اپنی رحمتوں کی برکھا برسائے۔ (آمین)

مقدمہ

موضوع تحقیق:

ظہور اسلام کے وقت بالعموم پوری دنیا کے لوگ اور بالخصوص عرب عوام حرص اور حسد و عصبیت کی نہ ختم ہونے والی جنگ میں مبتلا تھے جس کو ختم کرنے کے لئے خاتم النبیین، امام الثقلین، رحمۃ للعالمین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایثار و محبت کا پیکر بنا کر بھیجا گیا، اس داعی اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے لوگوں کے دلوں کو الفت و محبت سے سرشار کرنا بہت ضروری تھا، نیز دین اسلام کے پیروکاروں کے مابین اخوت اسلامی کی تاسیس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کو احسان اور نعمت عظمی کے طور پر متعارف کرواتے ہوئے کہا گیا ہے، کہ اسی کی بدولت تم بھائی بھائی بن گئے ہو:

﴿وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا﴾ [1]

"تم اللہ کے اس احسان کو یاد کرو کہ جب تم آپس میں دشمن تھے پھر اس نے تمہارے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی اور تم اس کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے"

یاد رہے کہ اُس معاشرہ کے بعض لوگوں اور قبائل میں پائی جانے والی سالہا سال سے پرانی عداوت و نفرت کو ختم کرنا آسان کام نہ تھا۔ بلکہ کلمہ گو مسلمانوں کے لئے اسوہ حسنہ کے ساتھ ساتھ فرمودات الٰہی اور ارشاد نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھی ضرورت تھی جس کی شرم وحیاء اور اطاعت واتباع کی بدولت اخوت اسلامیہ کو فروغ دے کر بغض وعداوت کو ختم کیا جا سکتا تھا، پھر یہی ہوا کہ مواخات مدینہ کی عملی مثال کے ساتھ ساتھ اس رشتہ کو مضبوط کرنے کے لئے قرآن وحدیث کے نصوص نے اخوت اسلامی کی تاسیس و تشکیل میں موثر کردار ادا کیا جس کی بدولت باہمی دشمنیوں کو ختم کر کے محبت والفت کی فضاء ہموار ہوئی۔

اخوت اسلامی کو باہمی الفت و محبت، ایثار، حب دین، تحائف کے تبادلہ، سلام کو عام کرنے اور فراخدلی کا مظاہرہ کرنے جیسے اوصاف حمیدہ کو بنیاد بنا کر مزید موثر بنایا جا سکتا ہے، جس کے لئے مسلمانوں کو ہر لحظہ یاد رکھنا ہوگا کہ سارے عالم اسلام کا خالق، مالک، مدبر اور محافظ صرف اللہ ہے، دستورِ حیات محفوظ ترین قرآن وسنت ہے، مرشد ومربی، رہبر کامل، نبی الثقلین، شفیع المذنبین، خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحیثیت رسول و نبی ہیں اب مسلمان درج بالا متفق علیہ شعار کی بنا پر ایک قوم ہیں اور مسلمانوں کے ہر علاقے میں ان کی اپنی تاریخ اسی زمانے سے شروع ہوتی ہے جب وہاں اسلام داخل ہوا تھا، لہذا پاکستان میں رہنے والے ایک سچے مسلمان کا راجہ داہر سے کوئی

[1] ۔ آل عمران (3):103۔

تعلق نہیں، مصر میں رہنے والے ایک سچے مسلمان کا فرعون سے کوئی تعلق نہیں، عرب میں رہنے والے ایک سچے مسلمان کا ابو جہل سے کوئی رشتہ نہیں، البتہ اگر کوئی ایک مسلمان قطب شمالی میں رہ رہا ہو اور کوئی دوسرا مسلمان قطب جنوبی میں بس رہا ہو تو بھی وہ دونوں اسلامی اخوت کے مضبوط رشتے میں بندھے ہوئے ہیں اور آپس میں بھائی بھائی ہیں، ان کے مابین اختلاف وافتراق میں صلح کروانا ضروری ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾[1]

"مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں لہٰذا اپنے بھائیوں میں صلح کرادو، اللہ سے ڈرو، ممکن ہے تم پر رحم کیا جائے"

اسی حقیقت کو حدیث میں کچھ یوں بیان کیا گیا ہے، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

((خرجَ علينا رسولُ الله – صلى الله عليه وسلم – يوماً ونحن نقترئُ فقال: "الحمدُ لله، كتابُ الله واحد، وفيكم الأحمرُ، وفيكم الأبيضُ وفيكم الأسودُ، اقرَؤُوهُ قبلَ أن يَقرأَه أقوامٌ يقيمُونَه)) [2]

"حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم (قرآن) پڑھ رہے تھے آپ نے فرمایا کہ الحمدللہ، اللہ کی کتاب ایک ہے اور تم پڑھنے والوں میں سرخ بھی ہیں اور سفید بھی ہیں اور سیاہ بھی ہیں، اس کو پڑھو پہلے اس کے کہ وہ قوم پڑھے جو اسے قائم کرتے ہیں"

جس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے ایک عام انسان کو کئی صفحے سیاہ کرنے پڑ سکتے ہیں اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فصیح وبلیغ انداز میں چند لفظوں میں بیان فرمادیا ہے کہ قرآن ایک ہے اور اسے پڑھنے والوں میں مختلف اقسام کے لوگ شامل ہیں۔ سرخ رنگ والے بھی اور سفید رنگ والے بھی اور سیاہ رنگ والے بھی۔ یعنی ان سب رنگوں سے تعلق رکھنے والے قرآن پر آکر جمع ہوگئے ہیں۔ قرآن پڑھنے والوں میں گہرے سیاہ رنگ والے حبشی بھی تھے، سفید رنگ والے ایرانی اور رومی وغیرہ بھی اور گندمی رنگ والے عرب بھی اور سب قومیں اسلام قبول کرکے ایک قوم بن گئی تھیں۔ جو ایک خدا کو مان کر ایک رسول پر ایمان لاکر اور ایک کتاب کو اپنا دستور العمل بنا کر ایک ملت کی شکل اختیار کر گئی تھیں اور رنگوں علاقوں، زبانوں اور نسلوں کا فرق مٹ گیا تھا۔

---

[1]۔ الحجرات (49):10۔

[2]۔ ابوداود، سلیمان بن اشعث، السنن (الریاض: دارالسلام، 1999ء) **كتاب الصلاة، باب ما يجزئ الأميَّ والأعجميَّ من القراءة**، ح:831۔

اسلامی اخوت کی رو سے مسلمانوں کے درمیان جو محبت، ایثار، خیر خواہی، ہمدردی، امداد باہمی اور صلح واتفاق مطلوب ہے اس کا یہ قدرتی تقاضا ہے کہ دولت، حسب ونسب، ذات برادری، نسل، رنگ، زبان، علاقہ، طبقہ غرض کہ کوئی شے بھی دیوار بن کر ان کے درمیان کھڑی نہ ہو اور وہ "بڑے پن" اور "چھوٹے پن" سے بے نیاز ہو کر ایک دوسرے سے محبت اور ہمدردی کریں۔

واضح رہے کہ مسلمان اور کافر کا ایک دوسرے کا وارث نہ ہونا یہ واضح کرتا ہے کہ ان کے درمیان جو نسب کا رشتہ ہے اُسے بھی اب اتنی اہمیت حاصل نہیں رہی جو اس صورت میں ہوتی ہے جب وارث اور مورث دونوں مسلمان ہوں۔ وہ اب دو علیحدہ علیحدہ قوموں سے تعلق رکھتے ہیں، لہذا وہ ایک دوسرے کے وارث بن سکتے ہیں نہ مورث، غرضیکہ اسلام میں قومیت کی بنیاد رنگ، نسل، علاقے اور زبان پر نہیں بلکہ دین اسلام پر ہے۔ وہ سب لوگ جو اسلام کے اصولوں کو مان لیتے ہیں مسلمان ہیں اور آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ چاہے اُن کی زبانیں، علاقے، نسلیں اور رنگ ایک دوسرے سے کتنے ہی مختلف کیوں نہ ہوں۔ اور جو اسلام کے اصولوں کو نہیں مانتے وہ دوسرے لوگ ہیں، چاہے نسب کے لحاظ سے دو سگے بھائی ہی کیوں نہ ہوں۔ بنی نوع انسان سے تعلق رکھنے کے باعث ان کے بھی ہم پر حقوق ہیں تاہم وہ اسلامی اخوت کے دائرے کے اندر نہیں آتے۔ اسلامی اخوت کے دائرے کے اندر وہی لوگ آتے ہیں جو اللہ پر، اس کے انبیاء پر، فرشتوں پر، اس کی بھیجی ہوئی الہامی کتب پر اور آخرت پر سچے دل سے ایمان لائے ہیں اور خدا کی عائد کردہ عبادات کو فرض سمجھتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی اور اپنا رہنما تسلیم کرتے ہیں۔

موضوع کی ضرورت واہمیت

آج عالم اسلام کے باشندے مہاجرین وانصار کے مابین قائم ہونے والے مثالی بھائی چارے کے محتاج ہیں۔ مسلمانوں کو ان کریمانہ اوصاف کی اشد ضرورت ہے جو صرف مواخات میں پائے جاتے ہیں۔ ایسے اوصاف کے بغیر عزت ووقار کا حصول اور معاشرہ میں امن وامان کا قیام ناممکن ہے۔ آج عملی طور پر مواخات مدینہ سے سبق سیکھتے ہوئے مسلمانوں کو اپنے اندر اخوت اسلامی کو فروغ دینے کی ضرورت ہے۔ صرف زبانی نعرے ذرہ برابر سود مند نہیں ہو سکتے۔

عصر حاضر میں مختلف فتنوں سے دوچار مسلمان جب خود کو ایسے رفقاء کرام کے مابین پائے گا جو محبت اور تعاون کرنے والے ہوں تو اس کا حوصلہ بڑھے گا اور وہ اعلی اقدار کا حامل ہو گا۔ بصورت دیگر اسلامی صفوں میں کمزوری کے آثار نظر آئیں گے، ہر فرد عدم تحفظ کا شکار ہو گا اور خود کو اکیلا اور کینہ پرور دشمنوں میں گھرا ہوا محسوس کرے گا۔ وہ ایسے مادی اور نفسیاتی دباؤ کو بھلا کیسے برداشت کر سکتا ہے؟

مؤرخین نے اسلامی معاشرے کی وحدت اوراس جہاد کا خصوصی تذکرہ کیا ہے جو ہمیشہ جاری رہے گا اور بڑھتا چلا جائے گا۔ دشمنان اسلام نے مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پھیلانے کے لیے بہت سی تدابیر اختیار کیں۔ ان کی یہ

تمام کاوشیں اس لیے ناکامی سے دوچار ہوئیں کہ مدمقابل ایمانی قوت کا حامل ایسا معاشرہ تھا جس کے اجزائے ترکیبی اتنے مضبوط اور آپس میں جڑے ہوئے ہیں کہ نہ تو انھیں جدا کیا جاسکتا ہے اور نہ ان کے باہمی تعلقات کو ختم کیا جا سکتا ہے۔

قصہ مختصر امت مسلمہ کی نشاۃ ثانیہ اور تشخص کو برقرار رکھنے کے لیے اخوت ایک ناگزیر قوت ہے۔ اسی قوت کو عملی زندگی میں اجاگر کرنے کے لیے اس موضوع پر کام کو ترجیح دی گئی ہے۔ معاشرتی استحکام اخوت اسلامی کے بغیر ناممکن ہے۔ امت مسلمہ کے مسائل کا حل باہمی ہمدردی، ایثار، خیر خواہی اور اتفاق جیسے عظیم عوامل میں پوشیدہ ہے۔ فرقہ واریت، خود غرضی، حرص وحسد، نسلی، لسانی اور علاقائی تعصبات ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ اس رکاوٹ کو اخوت اسلامی کے ذریعے ہی دور کیا جا سکتا ہے۔

موضوع کی وجہ انتخاب:

عصر حاضر میں امت مسلمہ میں باہمی نفرت، فرقہ واریت، عصبیت اور فتنہ وفساد کی ایک بڑی وجہ اخوت اسلامی کا فقدان ہے۔ یہ کمی قومی اور ملی سطح پر محسوس کی جارہی ہے۔ جب تک یہ کمی دور نہیں ہوتی امت مسلمہ کے معاشرتی استحکام کو یقینی بنانا ممکن نہیں۔ اسی ضرورت کے پیش نظر اخوت کی ضرورت و اہمیت سے آگاہی ناگزیر ہے اور عملی بنیادوں پر اس کا قیام لازمی امر ہے۔ انہی ناگزیر وجوہات کے پیش نظر اس موضوع کو تحقیق کا محور بنایا گیا ہے۔

موضوع پر سابقہ کام کا جائزہ:

"عصر حاضر میں اخوت کی تاسیس و تشکیل اور اس کے اثرات (اُسوہ حسنہ کی روشنی میں تحقیقی جائزہ)" محقق کے زیر تحقیق موضوع پر کام نہ ہونے کے برابر ہوا ہے، کچھ لوگوں نے عنوان ہذا سے ملتے جلتے کئی عنوانات کو موضوع بحث بنایا ہے، جن کو ذیل میں اختصار کے ساتھ درج کیا جارہا ہے:

- الحب فی اللہ وحقوق الاخوۃ از احمد فرید، یہ کتابچہ 64 صفحات پر مشتمل ہے، جو 1998ء کو دار العلوم الاسلامیہ، قاہرہ سے شائع ہوا۔ یہ دراصل عربی زبان میں لکھا جانے والا کتابچہ ہے جس میں اخوت اسلامی کے قیام کے لئے اس کی شرائط، حقوق، اور آداب کا لحاظ رکھنا ضروری قرار دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے اسلامی بھائی چارہ باہمی نفرتوں اور شیطانی جھگڑوں سے جہاں محفوظ رہتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کا قرب بھی میسر آتا ہے، محقق کے مقالہ کا جزوی پہلو تو اس کتابچہ میں موجود ہے تاہم اس کا اسلوب بھی واعظانہ ہے جبکہ محقق کے مقالہ میں نبوی دور کی روشنی میں عصری دور میں اخوت کی تاسیس و تشکیل کو زیر بحث لایا گیا ہے۔
- اخوت کا سفر از محمد امجد ثاقب، یہ کتاب 309 صفحات پر محیط ہے جو 2013 کو جبران علی، لاہور سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب دراصل پاکستان میں اخوت فاونڈیشن کے بانی محترم ڈاکٹر امجد ثاقب صاحب کی خدمات کے

تعارف پر ہے، اخوت کی تاسیس و تشکیل کا ایک عملی پہلو یہی ہے کہ کسی کے دکھ سکھ میں حسب ضرورت واستطاعت شریک ہوا جائے، اخوت اسلامی کے اس پہلو کی مختلف جہات اور ڈاکٹر امجد ثاقب صاحب کی خدمات کو اس کتاب میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ عملی خدمت بھی محقق کے مقالہ کا ایک جزوی پہلو ہے جبکہ تاسیس اخوت میں اور بھی کئی نمایاں کردار ایسے تھے جن پر محقق انداز سے گفتگو کی ضرورت تھی جن کو مقالہ کا حصہ بنایا گیا ہے۔

- رياض الاخوة فى الله از لامية بوصلاح، یہ کتابچہ 49 صفحات پر عربی زبان میں ہے۔ اس کتابچہ میں اخوت اسلامی کی ضرورت واہمیت پر نصوص کی روشنی میں مدلل اور محققانہ انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے اور پھر آخر میں باہمی ایمان کی بنیاد پر قائم ہونے والے بھائی چارہ کے بنیادی اصول و قواعد اور علامات کو زیر بحث لایا گیا ہے، راقم الحروف نے اسی کتابچہ سے ملتی جلتی بحث کو اپنے مقالہ کے باب اول میں درج کیا ہے تاہم یہ کتابچہ چونکہ محقق کے عنوان کے جملہ پہلوؤں پر محیط نہیں ہے اس لئے محقق نے اس موضوع کی جمیع انواع پر محققانہ انداز سے گفتگو کی ہے۔
- وحدت امت از مولانا محمد اسحاق، یہ کتابچہ 95 صفحات پر محیط ہے جو کہ مکتبہ ملیہ، فیصل آباد سے شائع ہوا ہے۔ یہ کتابچہ دراصل مولانا محمد اسحاق کے خطبہ جمعہ پر محیط ہے جیسا کہ کتاب کے مقدمہ میں لکھا ہوا ہے، تاہم موضوع کی مناسبت سے اس کا یہاں تذکرہ کیا گیا ہے، اس میں اہل قبلہ کی تکفیر اور فقہی اختلافات کی بنا پر ملت میں محاذ آرائی کے خلاف ایک مدلل اور مستند گفتگو کی گئی ہے، جو کہ محقق کے موضوع کا ضمنی حصہ ہے۔
- الاخوة الاسلامية و آثارها از عبد الله بن جار الله بن ابراہیم، یہ کتابچہ 46 صفحات پر محیط ہے، جو 2009ء کو شائع ہوا۔ اس مختصر رسالہ میں مسلمان کے مسلمان پر اہم بنیادی حقوق کی مناسبت سے بات کی گئی ہے پھر اللہ کی رضا کے لئے محبت اور نفرت کو نصوص کی روشنی میں درج کیا گیا ہے اور آخر میں اجتماعیت، وحدت کے فروغ اور اختلافات کی بنیاد پر فرقہ وواریت کی مذمت کی گئی ہے۔
- الاخوة الاسلامية از عبد الله ناصح علوان، یہ کتابچہ 96 صفحات پر مشتمل ہے، جو 2015ء کو دار السلام کی طرف سے شائع ہوا۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ "اخوت اسلامی" کے نام سے "الدار السلفیہ، ممبئی" سے ہو چکا ہے۔ اس کتاب میں اخوت اسلامی کی ضرورت واہمیت اور اس کی تاسیس و تشکیل پر اجمالی گفتگو کی گئی ہے جو کہ اپنے موضوع میں وضاحت طلب تھی جس کے پیش نظر محقق نے اپنے مقالہ پر مزید سیر حاصل گفتگو کی ہے۔

- "عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشرتی تنظیم مواخات کے دعوتی وتربیتی اثرات از عزیز الرحمان" یہ ایم فل کا مقالہ شعبہ اسلامی قانون، کلیہ عربی علوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد سے ڈاکٹر محمد سجاد کی زیر نگرانی 2003ء کو پایہ تکمیل کو پہنچا۔
- "مواخات ومیثاق مدینہ کے تناظر میں اصلاح معاشرہ: سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے ایک تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ از زینت رشید" یہ پی ایچ ڈی کا مقالہ شعبہ قرآن وتفسیر، معارف اسلامیہ، کراچی یونیورسٹی سے ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی زیر نگرانی 2003ء کو پایہ تکمیل کو پہنچا۔
- "عصری تہذیبی تصادم میں امت مسلمہ کی ذمہ داریاں از ڈاکٹر عمر حیات" یہ پی ایچ ڈی کا مقالہ اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور سے ڈاکٹر عبد الروف ظفرؒ کی زیر نگرانی 2007ء کو مکمل ہوا۔
- رسالة الاخوة ورسالتاالا خلاص ازبديع الزمان سعيد النورسی، یہ کتابچہ 75 صفحات پر محیط ہے، جو 2008ء کو دار السنابل الذھبیۃ کی طرف سے شائع ہوا۔
- الاخوة فی الله حقوق وواجبات ازشيخ معجب الدوسری، یہ کتابچہ 56 صفحات پر محیط ہے، جو 2017ء کو شائع ہوا۔
- "عالمی معاشرے کے قیام میں اخوت اور رواداری کی اہمیت اور تصوف کا کردار از صبیحہ بانو" یہ پی ایچ ڈی کا مقالہ معارف اسلامیہ، کراچی یونیورسٹی سے ہوا ہے۔

- **The Muslim Brotherhood:**The Organization and Policies of a Global Islamist Movement Written by “Barry Rubin” Published by Palgrave Macmillan US, 2010.
- **Rentier Islamism:** The Influence of the Muslim Brotherhood in Gulf Monarchies. Written by “Courtney Jean Freer” Published By Oxford University Press, 2018.
- **The Muslim Brotherhood:** Ideology, History, Descendants, Written by “ Joas Wagemakers” Published By Amsterdam University Press, 2022.
- **Organizational Structure of the Muslim Brotherhood Characteristics, Objectives and Future**. Written by Trends Research & Advisory, Published by Trends Research & Advisory, 2020.

عنوان کی مناسبت سے کئے جانے والے کام کا جائزہ لینے کے بعد یہ واضح ہو گیا ہے کہ باقاعدہ طور پر پاکستانی جامعات کی سطح پر محقق کے ناقص مطالعہ کے مطابق نسل نو کو اسلام کے ادارہ اخوت سے آگاہ کرنے کے حوالے سے کوئی خاطر کام نہیں ہو سکا، جس کی بدولت عنوان ہذا پر کام کرنے کو حتمی شکل دی گئی۔

مقاصد تحقیق:

موضوعِ تحقیق کے درج ذیل اہداف و مقاصد ہیں:

- اخوت کے مفہوم، حقوق، اقسام اور دائرہ کار کے اصل مفاہیم کو تلاش کیا گیا ہے۔
- اخوت کے انسانی معاشرے پر اثرات کی جانچ پرکھ کی گئی ہے۔
- اخوت کو فروغ دینے والے محرکات کی ریسرچ کیا ہے۔
- اخوت کے منافی عوامل کی تحقیق کر کے منظر عام پر لایا گیا ہے۔
- عصر حاضر میں اخوت کی عملی مثالیں اجاگر کی گئی ہیں۔
- عصر حاضر میں مسلمانوں کے لیے اخوت کی ضرورت اور فوائد کا جائزہ لیا گیا ہے۔

تحقیقی سوالات:

- عصر حاضر میں اخوت کی تاسیس کس طرح ممکن ہے؟
- جدید معاشرے میں اخوت کی تاسیس کے کیا اصول و ضوابط ہونے چاہئیں؟
- اخوت اسلامی کے فروغ اور تاسیس و تشکیل میں کیا رکاوٹیں ہیں؟
- باہمی اخوت کی تاسیس و تشکیل کے لئے کیا لائحہ عمل ہونا چاہئے؟
- سیرت نبوی ﷺ میں اخوت کی تاسیس کی مناسبت سے کیا تعلیمات ملتی ہیں؟
- آج کے اس پر فتن دور میں اخوت اسلامی کو فروغ دینے کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟

اسلوب تحقیق:

مقالہ کی تحقیق کے لئے درج ذیل اسلوب کو اختیار کیا گیا ہے۔

- مقالہ تحریر کرتے ہوئے تجزیاتی اسلوب کو اختیار کیا گیا ہے۔
- نگرانِ مقالہ کی ہدایات کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔
- اکثر مصادر و مراجع سے براہِ راست استفادہ کیا گیا ہے۔
- مقالے کی ابواب بندی میں مقالہ نگاری کے جدید اصولوں کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔
- حوالہ جات اور دیگر طریق تحقیق میں یونیورسٹی کے فارمیٹ پر عمل کیا گیا ہے۔

طریقہ تحقیق:

مقالہ کی تحقیق کے لئے درج ذیل لائحہ عمل اختیار کیا گیا ہے۔

- مقالہ تحریر کرتے ہوئے جدید ذرائع ابلاغ سے استفادہ کو یقینی بنایا گیا ہے۔
- مواد کو اکٹھا کرتے ہوئے اور ترتیب و تسوید کے وقت ہمہ قسم کے مصادر علمیہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔
- مقالہ سے متعلقہ مواد کو بالخصوص جامعہ سرگودھا، جامعہ پنجاب، جامعہ نمل اور بالعموم دیگر مشہور مذہبی و عصری تعلیمی و تحقیقی درسگاہوں کی لائبریریوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

خاکہ ابواب وفصول

مقالہ نگارنے اپنے اس تحقیقی مقالے کو مقدمہ کے علاوہ چار ابواب میں تقسیم کیا ہے (جیسا کہ ذیل میں ابواب بندی میں موجود ہے) اور آخر میں خلاصہ تحقیق، سفارشات، فہارس اور مصادر و مراجع کو شامل کیا گیا ہے۔

عنوان مقالہ: "عصر حاضر میں اخوت کی تاسیس و تشکیل اور اس کے اثرات (اُسوہ حسنہ کی روشنی میں تحقیقی جائزہ)"

باب اول: عصر حاضر میں اخوت اسلامی کی تاسیس و تشکیل

فصل اول: اخوت کا مفہوم اور دائرہ کار

فصل دوم: اخوت اسلامی کی اہمیت و ضرورت

فصل سوم: اخوت اسلامی کی تاسیس کی شرائط

باب دوم: اخوت اسلامی کے فروغ کیلئے اسوۂ حسنہ سے بنیادی محرکات

فصل اول: انبیائے سابقینؑ کی سیرت سے اخوت کے محرکات

فصل دوم: عہد رسالت ﷺ میں اخوت کے محرکات

فصل سوم: عہد خلافت راشدہ میں اخوت کے محرکات

باب سوم: اخوت اسلامی کی تاسیس و تشکیل کو درپیش تحدیات

فصل اول: اخوت سلامی کی تاسیس و تشکیل میں باطنی تحدیات

فصل دوم: اخوت اسلامی کی تاسیس و تشکیل میں ظاہری تحدیات

فصل سوم: اخوت اسلامی کی تاسیس و تشکیل میں فکری اور تربیتی تحدیات

فصل چہارم: عصر حاضر میں اخوت کی تاسیس و تشکیل کے محرکات

باب چہارم: اخوت کی تاسیس اور عصر حاضر میں اس کے اثرات

فصل اول: اخوت اسلامی کی تاسیس و تشکیل کے سماجی اثرات

فصل دوم: اخوت اسلامی کی تاسیس و تشکیل کے معاشی اثرات

فصل سوم: اخوت اسلامی کی تاسیس و تشکیل کے سیاسی اثرات

باب اوّل

عصر حاضر میں اخوت اسلامی کی تاسیس و تشکیل

فصل اول: اخوت کا مفہوم اور دائرہ کار

فصل دوم: اخوت اسلامی کی اہمیت وضرورت

فصل سوم: اخوت اسلامی کی تاسیس کی شرائط

فصل اول

اخوت کا مفہوم اور دائرہ کار

اخوت کا مفہوم:

"اخ" لغوی اعتبار سے اس بھائی کو کہتے ہیں جو والدین یعنی دونوں یا والد / والدہ کسی ایک میں شریک ہوں اسے نسبی اخوت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جبکہ یہ لفظ اسلامی اخوت اور دوستی کے لئے بھی بولا جاتا ہے، واضح رہے کہ "اخ" کی جمع دو طرح مستعمل ہے، ایک تو اس کی جمع "اخوۃ" آتی ہے اور دوسری "اخوان" ہے، بعض ماہرین لغت نے ان میں یہ فرق واضح کیا ہے کہ "اخوۃ" کا لفظ نسبی بھائیوں کے لئے بولا جاتا ہے جبکہ "اخوان" کا لفظ اسلامی بھائیوں کے لئے بولا جاتا ہے۔[1] لفظ "اخ" کیلئے مونث کا لفظ "اخت" مستعمل ہے جس کی جمع "اخوات" آتی ہے۔[2]

لفظ "اخ" کے مصدر یا اصل کی بات کی جائے تو یہ لفظ "وخی" سے بنا ہے جس کا معنی قصد کرنا کا ہے، "وخی" کی واو کو ہمزہ میں بدل کر "اخی" پڑھا جاتا ہے، اسی لئے یہ محاورہ مشہور ہے کہ "آخی الرجل مواخاۃ واخاء ووخاء" (یعنی آدمی نے بھائی چارہ قائم کیا) اس محاورے سے واضح ہوا کہ لفظ "اخ" کے تین مصدر آتے ہیں: پہلا: "مواخاۃ"، دوسرا: "اخاء"، تیسرا: "وخاء"، ہے اور "آخَی" کا معنی ہے اپنے لئے بھائی بنانا۔[3]

ابن الجوزیؒ[4] کہتے ہیں کہ "أَخٌ" ایک ایسا نام ہے جس سے مساوی اور برابری مراد ہے۔ اصل میں تعارف کے وقت نسب کے بھائی کو "أَخٌ" کہا جاتا ہے۔ اور عاریۃ دوست کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جس پر کوئی قرینہ دلالت کرنے والا ہو۔ اور "تَأَخَّيتُ الشَّيْءَ" کا معنی ہے میں نے اس چیز کو تلاش کیا (ڈھونڈ لیا)[5]

---

[1]۔ ابوعبدالرحمن الخلیل بن احمد الفراھیدی، **کتاب العین** (عراق: دار و مکتبۃ الھلال، 1431ھ) **حرف الخاء، باب الثلاثی المعتل من الخاء، باب اللفیف من الخاء**، 4/320۔

[2]۔ احمد بن فارس، **مجمل اللغۃ لابن فارس** (بیروت، موسسۃ الرسالۃ، 1986ء) **کتاب الف، باب الالف والخاء وما یثلھما**، ص:90

[3]۔ ابو بکر محمد بن الحسن بن درید، **جمھرۃ اللغۃ** (بیروت: دار العلم للملایین، 1978ء) **باب الخاء فی المعتل، خواوی**، 2/1057۔

[4]۔ موصوفؒ کا اصل نام عبد الرحمن ہے مگر ابو الفرج اور ابن الجوزی کی کنیت سے مشہور ہیں، آپؒ 1116ء میں بغداد میں پیدا ہوئے اور 84 سال کی عمر گزار کر 1200ء میں وہیں انتقال کیا، آپؒ اپنے دور کے مشہور محدث، مورخ، فقیہہ، فلسفی اور مصنف تھے۔

[5]۔ ابو الحسن علی بن اسماعیل، **المخصص** (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1996ء) **باب الاخوۃ**، 4/145۔

علامہ راغب اصفہانی[1] لفظ "اخوت" کے متعلق یوں رقم طراز ہیں:

"اخٌ" (بھائی) اصل میں "اخوٌ" ہے اور ہر وہ شخص جو کسی دوسرے شخص کی ولادت میں ماں باپ دونوں یا ان میں سے ایک کی طرف سے یا رضاعت میں شریک ہو، وہ اس کا "اخٌ" (بھائی) کہلاتا ہے۔ لیکن بطورِ استعارہ اس کا استعمال عام ہے اور ہر اس شخص کو جو قبیلہ، دین و مذہب، صنعت و حرفت، دوستی یا کسی یہ دیگر معاملہ میں دوسرے کا شریک ہو اسے بھی "اخٌ" (بھائی) کہا جاتا ہے۔ جس کی جمع اخوۃٌ اور اخوان آتی ہے"۔[2]

حدیث مبارکہ میں ہے:

((الْمُؤْمِنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ))[3]

"ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے"

((وَدِدْتُ أَنَّا قَدْ رَأَيْنَا إِخْوَانَنَا)) [4]

"ہمیں آرزو ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھتے"

اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے وہ لوگ ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد مسلمان ہوئے اور قیامت تک ہوں گے۔ حدیث مبارکہ میں بھائی سے مراد دین کا اتحاد ہے۔

اصطلاح میں مسلمانوں کے مابین باہمی خیر خواہی کے تحت ایک دوسرے کی جان، مال، عزت و آبرو کی حفاظت اور دکھ سکھ میں شریک ہونے کے معاہدے کا نام 'اخوت اسلامی' ہے، جب کہ اس کی ضد عصبیت ہے اور وہ مسلمانوں کا قومی، لسانی، معاشی، مسلکی یا خاندانی بنیادوں پر باہمی نفرت و عداوت سے تعاون نہ کرنا اور معیار پسند و ناپسند کو بدلنا ہے۔ اسی لئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ:

---

[1] ۔ موصوفؒ کا اصل نام حسین ہے جو اصفہان میں پیدا ہونے کی وجہ سے اصفہانی سے مشہور ہوئے، آپؒ کی وفات 502ھ کو بغداد میں ہوئی تھی، آپؒ اپنے دور کے مشہور فقیہہ، عربی لغت کے ماہر، مفسر قرآن اور منطقی و فلسفی تھے۔

[2] ۔ ابو القاسم حسین بن محمد راغب الاصفہانی، المفردات فی غریب القرآن (بیروت: دار القلم، 1412ھ) کتاب الالف، باب آخ، ص:68۔

[3] ۔ مسلم بن حجاج قشیری، صحیح مسلم (الریاض: دار السلام، 1998ء) کتاب النکاح، بَابُ تَحْرِيمِ الْخِطْبَةِ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ، حَتَّى يَأْذَنَ أَوْ يَتْرُكَ، ح:1414،

[4] ۔ قشیری، صحیح مسلم، كِتَابِ الطَّهَارَةِ، بَابُ اسْتِحْبَابِ إِطَالَةِ الْغُرَّةِ وَالتَّحْجِيلِ فِي الْوُضُوءِ، ح:249

((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ))[1]

"تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے اسی طرح کی چیز پسند نہ کرے جس طرح کی اپنے لئے پسند کرتا ہے"

اخوت کے لغوی معانی:

اخوت کے مفہوم کو واضح کرنے کے لئے لغت عرب میں بہت سے قریب المعنی الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کا خاص مدلول ہے۔ ان الفاظ کے معنی کی تفہیم کے لئے ذیل میں چند الفاظ مع امثلہ درج کئے جاتے ہیں:

1۔اخوت بمعنی اَخِیّۃ (کُنڈا)

اخوت کا لفظ "اَخٌ" سے بنا ہے، اَخِیَۃٌ۔ اٰخِیَۃٌ: وہ رسی یا لکڑی جس کو جھکا کر اس کے دونوں کنارے زمین میں گاڑ دیتے ہیں۔ وہ کنڈے کی طرح ہو جاتی ہے اور جانور کو اس سے باندھ دیتے ہیں۔[2] جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

((مَثَلُ الْمُؤْمِنِ وَمَثَلُ الْإِيمَانِ كَمَثَلِ الْفَرَسِ فِي آخِيَّتِهِ))[3]

"مومن اور ایمان کی مثال اس گھوڑے کی سی ہے جو کنڈے میں بندھا ہو"

گھوڑا کبھی اس کنڈے سے نزدیک ہو جاتا ہے اور کبھی دور، مگر اس سے بالکل جدا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح مومن کو کبھی قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے کبھی گناہوں کی وجہ سے بُعد ہو جاتا ہے مگر اصل ایمان سے جدا نہیں ہوتا بلکہ قائم رہتا ہے۔

2۔اخوت بمعنی ولاء (دوستی)

عربی میں "ولاء" کا لفظ استعمال ہوتا ہے، جس کا مطلب ہے محبت، اخوت، قرابت، حمایت، نصرت اور ولایت وغیرہ۔ امام راغب اصفہانی ؒ لکھتے ہیں:

"'ولاء' کے اصل معنی دو یا دو سے زیادہ چیزوں کا اس طرح یکے بعد دیگرے آنا کہ ان کے درمیان کوئی ایسی چیز نہ آئے جو اِن میں سے نہ ہو۔ پھر یہ لفظ استعارہ کے طور پر قرب کے معنی میں

---

[1]۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، (ریاض: دار السلام، 1999ء) کتاب الایمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه، ح:13۔

[2]۔ وحید الزمانؒ، اسرار اللغہ معہ انوار اللغۃ، (کراچی: میر محمد کتب خانہ، سن) 1/24۔

[3]۔ ابن حبان، محمد بن حبان، صحیح ابن حبان (بیروت: مؤسسہ الرسالۃ، 1993ء) کتاب الرقاق، باب التوبۃ، ح:616۔

استعمال ہونے لگا، خواہ وہ قرب بلحاظِ مکان ہو یا بلحاظِ نسب، یا بلحاظِ دین اور دوستی ونصرت کے ہو، یا بلحاظ اعتقاد کے"[1]

اسی سے لفظ "ولی" (دوست) ہے جس کی ضد "عدوّ" (دشمن) ہے اور اسی سے "الموالات" اور "المواسات" ہے، جس کے معنی میں تقرب، اخوت، تعاون، مدد، صلح اور غم خواری کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

"ولاء" کے مقابلے میں "براء" ہے جس کے اصل معنی کسی ناپسندیدہ اور مکروہ امر سے نجات حاصل کرنے کے ہیں، اسی لئے کہا جاتا ہے: "براءتُ من المرض" میں تندرست ہو گیا، میں نے بیماری سے نجات پائی۔ اور یوں بھی کہا جاتا ہے: "براءتُ من فلان" یعنی "میں فلاں سے بیزار ہوں۔ گویا "ولاء" میں موالات ہے اور "براء" سے انقطاع وبیزاری مراد ہے اور یہ دونوں حقیقۃً "محبت" اور "بغض" کے تابع ہیں اور یہی دونوں ایمان کی بنیادی صفات ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

((مَنْ أَحَبَّ لِلَّهِ، وَأَبْغَضَ لِلَّهِ، وَأَعْطَى لِلَّهِ، وَمَنَعَ لِلَّهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ))[2]

"جس نے اللہ کے لیے محبت کی اور اللہ کے لیے دشمنی، اللہ کے لیے دیا اور اللہ کے لیے نہ دیا تحقیق اس کا ایمان مکمل ہو گیا"

ولایت، عداوت کی ضد ہے۔ ولایت کی بنیاد محبت اور قرب پر ہے اور عداوت کی بنیاد غصے اور دوری پر ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ولی کو اس لیے ولی کہا جاتا ہے کہ وہ اطاعات کی موالات کرتا ہے یعنی پے درپے عبادت کرتا ہے لیکن پہلا معنی ہی زیادہ درست ہے۔ ولی وہ ہوتا ہے جو قریب ہو چنانچہ کہا جاتا ہے:

((هذَا يَلِيْ هذَا))

یعنی یہ چیز اس چیز کے قریب ہے اور اسی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان منقول ہے:

((أَلْحِقُوا الفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا، فَمَا بَقِيَ فَلِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ))[3]

"میراث پہلے اصحاب الفروض کو دو، جو باقی رہے وہ اس مرد کے لیے ہے جو میت کا سب سے زیادہ قریبی ہو"

---

[1]۔ راغب اصفہانیؒ، **مفردات القرآن**، 2/577۔

[2]۔ ابن ابی شیبہ، عبد اللہ بن محمد، **المصنف لابن ابی شیبہ** (الریاض: مکتبۃ الرشد، 1409ھ)، **کتاب الزھد**، ح:34730۔

[3]۔ بخاری، **صحیح بخاری، کتاب الفرائض، باب میراث ابن الابن اذالم یکن ابن**، ح:6737۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کا ولی وہ ہوتا ہے جو خود کو اُس کی محبت و رضا کے مطابق ڈھال لے اور محبت و رضا، بغض و ناراضی اور اوامر و نواہی میں اس کی مکمل متابعت اور فرمانبرداری کرے۔ اس لئے اللہ کے ولی کا دشمن، خود اللہ کا دشمن قرار پاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ ﴾[1]

"اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناو"۔

3۔اخوت بمعنی مولیٰ (مخلص دوست)

اخوت کی بنیاد چونکہ اخلاص پر مبنی رشتہ پر ہے اسی لئے یہ لفظ مخلص دوست یعنی "مولیٰ" کے مفہوم میں بھی مستعمل ہوا۔[2] قرآن کریم میں ہے:

﴿يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلًى عَنْ مَوْلًى شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ﴾[3]

"اس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ ان کی امداد کی جائے گی"۔

دوست کے علاوہ آزاد کردہ غلام کے لئے بھی "مولیٰ" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جیسے سیدنا سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ اور اسی معنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا زید بن حارثہؓ سے فرمایا:

((أَنْتَ أَخُونَا وَمَوْلَانَا))[4]

"تم ہمارے بھائی اور مولیٰ ہو"۔

قرآن میں لفظ اخوت کئی مقامات پر استعمال ہوا جس سے درج بالا مفاہیم کو سمجھنے میں ذیلی آیات سے معاونت حاصل ہوتی ہے، جس کی وجہ سے ان کو یہاں درج کیا جارہاہے:

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ ﴾[5]

"اے ایمان والو! ان لوگوں جیسا نہ ہونا جو کفر کرتے ہیں اور اپنے مسلمان بھائیوں کی نسبت کہتے ہیں"

---

[1]۔ الممتحنۃ(60):1۔

[2]۔ وحید الزماں کیرانویؒ، **القاموس الوحید**،(لاہور، ادارۂ اسلامیات) ص:900۔

[3]۔ الدخان(44):41۔

[4]۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب الصلح ،باب کیف یکتب هذا، ح:4296۔

[5]۔ آل عمران(3):156۔

اس آیت میں اخوان سے مراد ان کے ہم خیال لوگ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ ﴾[1]

"مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں"

اس آیتِ مبارکہ میں اخوۃٌ سے مراد عقیدے کی بنیاد پر بھائی چارے کو بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ ﴾[2]

"اگر اس (میت) کے بھائی بھی ہوں"

اس آیت میں اخوۃ کا لفظ بہن بھائی دونوں کو شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِخْوَانًا عَلَى سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ ﴾[3]

"گویا بھائی بھائی مسہریوں پر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں"

اس آیت میں متنبہ کیا گیا ہے کہ اہل جنت میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہو گا، یعنی الفت و محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہو گی۔ یہاں اخوانا َ عدم اختلاف اور محبت کے اثبات کے معنی دے رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَا أُخْتَ هَارُونَ ﴾[4]

"اے ہارون کی بہن"

اس آیت میں بہن بلحاظ نسب مراد نہیں، بلکہ صلاح و تقویٰ کے اعتبار سے مریمؑ کو اخت ہارون کہا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

[1]۔ الحجرات(49):10۔

[2]۔ النساء(4):11۔

[3]۔ الحجر(15):47۔

[4]۔ المریم(19):28۔

﴿ أَخَا عَادٍ ﴾[1]

اس آیت میں ہود علیہ السلام کو قومِ عاد کا بھائی کہنے سے اس بات پر تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ وہ ان پر بھائیوں کی طرح شفقت فرماتے تھے اور اسی معنٰی کے اعتبار سے باقی مقامات پر بھی انبیاء علیہم السلام کا اپنی قوم کے ساتھ اخوت کا اظہار ہے۔

﴿وَإِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ﴾[2]

"اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو بھیجا"

﴿ وَإِلَى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ﴾[3]

"اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا"

﴿وَمَا نُرِيهِمْ مِنْ آيَةٍ إِلَّا هِيَ أَكْبَرُ مِنْ أُخْتِهَا ﴾[4]

"اور جو نشانی ہم ان کو دکھاتے تھے وہ اس جیسی نشانی سے بڑی ہوتی تھی"

اس آیت میں "اختھا" پہلی نشانی سے ہے اور اس کو اخت اس لیے کہا گیا ہے کہ صحت و صداقت اور اظہارِ حق میں دونوں ایک جیسی ہیں۔

اخوت کے مفہوم کو سمجھنے کے لئے درج بالا کئی آیات قرآنیہ کو احاطہ تحریر میں لایا گیا ہے تاکہ قرآن میں اس لفظ کے استعمال اور متعدد مفاہیم سے اخوت کا مفہوم اچھی طرح سمجھا جا سکے۔

اخوت کی اقسام:

حضرت ابوالحسن علی ندوی[5] نے اس کی دو قسمیں لکھی ہیں:

اول یہ کہ پوری نسل انسانی ایک آدم کی اولاد ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع کے خطبہ میں ایسے معجزانہ الفاظ میں اس پر مہر لگادی کہ اس سے زیادہ اسلامی مساوات کا کوئی منشور نہیں ہو سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

[1]۔ الاحقاف(46):21۔

[2]۔ ھود(11):73۔

[3]۔ الاعراف(7):85۔

[4]۔ الزخرف(43):48۔

[5]۔ موصوف 1914ء کو رائے بریلی، لکھنو بھارت میں پیدا ہوئے اور 1999ء کو وہیں فوت ہوئے، آپؒ کم و بیش پانچ سو کتابوں کے مولف تھے اور "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر" کی وجہ سے بہت شہرت پائی۔

((إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ , وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ))[1]

"بیشک تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے"

ثانی قسم یہ کہ چھٹی صدی عیسوی میں ایک نئی اخوت کی بنیاد ڈالی گئی، اس اخوت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا عقیدہ، نوع انسانی کے ساتھ ہمدردی کا جذبہ، عدل و مساوات کے اصول اور انسانوں کی خدمت کے عزم وارادہ پر تھی۔

اس کو ہم یوں بھی بیان کر سکتے ہیں: (1۔ نسلی اخوت، 2۔ دینی اخوت)

1۔ نسلی اخوت۔

تمام انسانیت ایک ہی باپ (آدمؑ) اور ایک ہی ماں (حواؑ) سے ہیں۔ پوری انسانیت اس طرح ایک باپ اور ماں کی وجہ سے آپس میں نسلی اخوت کے رشتہ میں بندھ جاتی ہے جو کہ آدم علیہ السلام کی پہلی اولاد سے لے کر آخری اولاد تک نہ ٹوٹنے والا رشتہ ہے۔

قرآنِ کریم میں نسلی اخوت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُواْ رَبَّكُمُ ٱلَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفۡسٖ وَٰحِدَةٖ وَخَلَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَبَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالٗا كَثِيرٗا وَنِسَآءٗۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ ٱلَّذِي تَسَآءَلُونَ بِهِۦ وَٱلۡأَرۡحَامَۚ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَلَيۡكُمۡ رَقِيبٗا﴾[2]

"اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں، اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے بھی بچو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے"۔

اس آیتِ مبارکہ میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ تمام کی تمام انسانیت ایک ہی باپ کی اولاد ہیں۔ ایک باپ کی اولاد ہونے کے ناطے تمام انسان آپس میں نسلی اعتبار سے بھائی بھائی ہیں اور یہ ارشاد صرف انسانی مساوات ہی کا درس نہیں دیتا، بلکہ انسانی برادری میں طرح طرح کے امتیازات پر کاری ضرب بھی لگاتا ہے۔ جن کے باعث انسان اعلیٰ اور ادنیٰ میں منقسم ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی دعوت میں نسلی اخوت کے درد کا احساس:

---

[1] ۔ابوعبدالرحمن عبداللہ بن مبارک، **مسند الامام عبد الله بن المبارک** (الریاض: مکتبۃ المعارف، 1407ھ) **کتاب الفتن، باب ربکم واحد**، ح:239۔

[2] ۔النساء(4):1۔

قرآنِ کریم میں کئی انبیاء کے اپنی امت سے طرزِ تخاطب نسلی اخوت کے احساس میں بیان کیا ہے۔ ایک انسان کے دوسرے انسان تک انسانی برادری کی حیثیت سے جو حقوق ہیں ان سے عہدہ برآ ہونا ہر انسان پر فرض ہونا۔ سب سے ابتدائی فرض غیر مسلم انسانوں کو اللہ کی طرف رجوع کی دعوت دینا اور اس دعوت کو انسانی ہمدردی اور جذبہ اخوت سے سرشار ہو کر انبیاء علیہم السلام نے اللہ کی رضاجوئی کے لیے احسن انداز میں نبھایا ہے۔ اسی درد اور احساس اخوت کے چند نمونے درج ذیل ہیں:

﴿وَٱذۡكُرۡ أَخَا عَادٍ إِذۡ أَنذَرَ قَوۡمَهُۥ بِٱلۡأَحۡقَافِ وَقَدۡ خَلَتِ ٱلنُّذُرُ مِنۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَمِنۡ خَلۡفِهِۦٓ أَلَّا تَعۡبُدُوٓاْ إِلَّا ٱللَّهَ إِنِّيٓ أَخَافُ عَلَيۡكُمۡ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيمٖ﴾[1]

"اور یاد کرو انہیں قومِ عاد کے بھائی (ہودؑ) کو، جب ڈرایا اس نے اپنی قوم کو احقاف میں اور گزر چکے تھے ڈرانے والے ان سے پہلے بھی اور ان کے بعد بھی کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کی عبادت نہ کرو (ورنہ) مجھے اندیشہ ہے کہ تم پر بڑے دن کا عذاب نہ آجائے"۔

﴿وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمۡ صَٰلِحٗاۚ قَالَ يَٰقَوۡمِ ٱعۡبُدُواْ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنۡ إِلَٰهٍ غَيۡرُهُۥۖ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ ٱلۡأَرۡضِ وَٱسۡتَعۡمَرَكُمۡ فِيهَا فَٱسۡتَغۡفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوٓاْ إِلَيۡهِۚ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٞ مُّجِيبٞ﴾[2]

"اور قومِ ثمود کی طرف ہم نے ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ انھوں نے کہا اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی، نہیں ہے تمہارا کوئی معبود اس کے سوا۔ اس نے پیدا فرمایا تمھیں زمین سے اور بسا دیا تمھیں اس میں۔ پس مغفرت طلب کرو اس سے، پھر (دل و جان سے) رجوع کرو اس کی طرف۔ بے شک میرا رب قریب ہے (اور) التجائیں قبول فرمانے والا ہے"۔

﴿وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمۡ هُودٗاۚ قَالَ يَٰقَوۡمِ ٱعۡبُدُواْ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنۡ إِلَٰهٍ غَيۡرُهُۥٓۖ إِنۡ أَنتُمۡ إِلَّا مُفۡتَرُونَ﴾[3]

"عاد کی طرف (ہم نے) ان کے بھائی ہودؑ کو بھیجا، انھوں نے کہا اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی، نہیں ہے تمہارا کوئی معبود اس کے سوا، نہیں ہو تم مگر افترا پرداز"۔

---

[1]۔ الاحقاف (46):21۔

[2]۔ ھود (11):61۔

[3]۔ ھود (11):50۔

﴿وَإِلَىٰ مَدۡيَنَ أَخَاهُمۡ شُعَيۡبٗاۚ قَالَ يَٰقَوۡمِ ٱعۡبُدُواْ ٱللَّهَ مَا لَكُم مِّنۡ إِلَٰهٍ غَيۡرُهُۥۖ قَدۡ جَآءَتۡكُم بَيِّنَةٞ مِّن رَّبِّكُمۡۖ فَأَوۡفُواْ ٱلۡكَيۡلَ وَٱلۡمِيزَانَ وَلَا تَبۡخَسُواْ ٱلنَّاسَ أَشۡيَآءَهُمۡ وَلَا تُفۡسِدُواْ فِي ٱلۡأَرۡضِ بَعۡدَ إِصۡلَٰحِهَاۚ ذَٰلِكُمۡ خَيۡرٞ لَّكُمۡ إِن كُنتُم مُّؤۡمِنِينَ﴾[1]

"اور اہل مدین کی طرف (ہم نے) ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا۔ آپ نے کہا! اے میری قوم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی، نہیں ہے کوئی تمہارا معبود اس کے بغیر یقیننا تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیل آچکی ہے، ناپ تول مکمل کرو اور نہ کمی کیا کرو لوگوں کے ساتھ اشیاء میں۔ اور اصلاح کے بعد زمین میں فساد نہ پھیلاو، اگر تم ایمان لانے والے ہو"۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں نسلی اخوت کی وضاحت:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ يَفْتَخِرُونَ بِآبَائِهِمُ الَّذِينَ مَاتُوا إِنَّمَا هُمْ فَحْمُ جَهَنَّمَ، أَوْ لَيَكُونُنَّ أَهْوَنَ عَلَى اللَّهِ مِنَ الجُعَلِ الَّذِي يُدَهْدِهُ الخِرَاءَ بِأَنْفِهِ، إِنَّ اللَّهَ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الجَاهِلِيَّةِ وَفَخْرَهَا بِالآبَاءِ، إِنَّمَا هُوَ مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ وَفَاجِرٌ شَقِيٌّ، النَّاسُ كُلُّهُمْ بَنُو آدَمَ وَآدَمُ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ))

"باز آجائیں وہ قومیں جو اپنے ان آباء واجداد پر فخر کر رہی ہیں، جو مر گئے ہیں، وہ جہنم کا کوئلہ ہیں ورنہ وہ اللہ کے نزدیک اس گبریلے سے بھی زیادہ ذلیل ہو جائیں گے، جو اپنے آگے اپنی ناک سے نجاست دھکیلتا رہتا ہے، اللہ نے تم سے جاہلیت کی نخوت کو ختم کر دیا ہے، اب تو لوگ مومن و متقی ہیں یا فاجر و بدبخت، لوگ سب کے سب آدمؑ کی اولاد ہیں اور آدمؑ مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں"۔[2]

اس حدیثِ مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری انسانیت کی اصل آدم اور آدم کی اصل مٹی کو بیان کیا ہے۔ گویا تمام انسانیت ایک ہی منبع سے ظہور پذیر ہوئی اور انسانوں کی آپس میں قرابت داری اور فطری تعلق کو وضاحت سے بیان فرمادیا ہے۔ اس حدیثِ مبارکہ سے ثابت ہوا کہ انسانیت کی نسلی اخوت کو کسی طور پر بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

---

[1]۔ الاعراف(07):84۔

[2]۔ ترمذی، سنن الترمذی، ابواب المناقب، ح:3955۔(حدیث حسن)

((لَيْسَ بِمُؤْمِنٍ مَنْ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ))[1]

"انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ: وہ شخص مومن نہیں جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہیں"

اس حدیثِ مبارکہ میں پڑوسی کا لفظ مطلق استعمال ہوا ہے۔ یہاں پر پڑوسی کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والا ہو سکتا ہے اور یہ وضاحت کر دی گئی ہے کہ انسانی برادری کی حیثیت سے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ دوسرے انسان کو اپنے شر سے محفوظ رکھے۔ ہر قسم کا برا سلوک اور بے رحمانہ برتاؤ حق کے بغیر روا نہیں ہے۔ یہ حدیثِ مبارکہ انسان کے نفسِ امارہ کے مادۂ فاسد کے سرچشمہ کو بند کرتی ہے۔

2۔ دینی اخوت:

دینی اخوت کی بنیاد قرآن اور سنت پر ہے۔ ہر مسلمان نسل، رنگ، قوم، زبان اور علاقے وغیرہ امتیاز کے بغیر اسلامی برادری کا ایک رکن ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت نے اپنے ماننے والوں کو ایسی لڑی میں پرو دیا، جس کی بدولت دورِ جاہلیت کی تمام محدود وطنی، علاقائی، نسلی، لسانی اور طبقاتی عصبیتیں دم توڑ گئیں۔ اہل ایمان کو مختلف طبقات میں منقسم ہونے کی بجائے رشتہ اخوت کے ذریعے ہمہ گیر وحدت کے ساتھ منسلک کر دیا گیا اور ساتھ ساتھ تمام محدود اور گروہی عصبیتوں کو قانونی طور پر ممنوع قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں محدود عصبیت کا تعلق کفار سے ظاہر فرمایا ہے اور اہل ایمان کے لیے تقویٰ کا نمونہ ان کی پہچان ٹھہرایا ہے جو کہ محدود عصبیتوں کا متضاد ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

﴿إِذْ جَعَلَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ فِي قُلُوبِهِمُ ٱلْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ ٱلْجَٰهِلِيَّةِ فَأَنزَلَ ٱللَّهُ سَكِينَتَهُۥ عَلَىٰ رَسُولِهِۦ وَعَلَى ٱلْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ ٱلتَّقْوَىٰ وَكَانُوٓاْ أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾[2]

"جب کہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں حمیت کو جگہ دی اور حمیت بھی جاہلیت کی، سو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور مومنین پر تسکین نازل فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا، وہ اس کے اہل اور زیادہ مستحق تھے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز

---

[1] ۔ محمد بن نصر مروزی، تعظیم قدر الصلاۃ، (المدینۃ المنورہ،: مکتبۃ الدار، 1406ھ) بَقِيَّةُ الْجَوَابِ عَنِ الْقَائِلِينَ بِمُغَايَرَةِ الْإِيمَانِ وَالْإِسْلَامِ ،ح: 621۔

[2] ۔ الفتح (48): 26۔

کو خوب جانتا ہے"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جس نے جاہلیت کی پکار پر لوگوں کو پکارا، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے، اگرچہ روزے رکھتا، نمازیں پڑھتا اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہو"[1]

قرآن وحدیث میں اسلامی اخوت کا تذکرہ متعدد مقامات پر ملتا ہے۔چند آیات اور احادیث ملاحظہ ہوں:

﴿وَٱذۡكُرُواْ نِعۡمَتَ ٱللَّهِ عَلَيۡكُمۡ إِذۡ كُنتُمۡ أَعۡدَآءً فَأَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوبِكُمۡ فَأَصۡبَحۡتُم بِنِعۡمَتِهِۦٓ إِخۡوَٰنًا﴾[2]

"اور یاد کرو اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو۔ ایک وقت تھا کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی، پس تم اس کی عنایت سے بھائی بھائی بن گئے"۔

مزید ارشاد ہے:

﴿ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ ﴾[3]

"بے شک مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں"۔

حدیث مبارکہ میں ہے:

((الْمُؤْمِنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ))[4]

"ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے"

ایک دوسرے مقام پر فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

((وَدِدْتُ أَنَّا قَدْ رَأَيْنَا إِخْوَانَنَا))[5]

"ہمیں آرزو ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھتے"

---

[1]۔احمد بن حنبل،المسند،ح:22909۔(اسنادہ صحیح)

[2]۔آل عمران(3):103۔

[3]۔الحجرات(49):10۔

[4]۔قشیری،صحیح مسلم، کتاب النکاح، بَابُ تَحْرِيمِ الْخِطْبَةِ عَلَى خِطْبَةِ أَخِيهِ، حَتَّى يَأْذَنَ أَوْ يَتْرُكَ،ح:1414۔

[5]۔قشیری،صحیح مسلم، كِتَابِ الطَّهَارَةِ، بَابُ اسْتِحْبَابِ إِطَالَةِ الْغُرَّةِ وَالتَّحْجِيلِ فِي الْوُضُوءِ،ح:249

اس سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے وہ لوگ ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد مسلمان ہوئے اور قیامت تک ہوں گے۔ حدیث مبارکہ میں بھائی سے مراد دین کا اتحاد ہے۔[1]

ایک اور مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((المؤمِنُ مرآةُ المؤمِنِ، والمؤمِنُ أخو المؤمن: يكُفُّ عليه ضَيْعَتَه، ويَحُوطُه مِن وَرائه))[2]

"مومن مومن کا آئینہ ہے اور مومن مومن کا بھائی ہے۔ اس کے مال کی حفاظت کرتا ہے اور اسے تحفظ دیتا ہے"۔

حدیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا، جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے"۔[3]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کی بدولت اہل ایمان میں خونی رشتوں سے بڑھ کر اخوتِ اسلامیہ نے جگہ لے لی، جس نے مدت کے بچھڑے دلوں کو ملا دیا۔ دشمنوں کو بھائی بھائی بنا دیا اور خاندانی اور قبائلی یگانگی سے بڑھ کر اسلامی برادری کی یگانگی ان کے اندر پیدا کر دی، جس نے اس طرح ان کی ہر قسم کی عداوتوں کا خاتمہ کر دیا کہ وہ باہمی دشمنیوں کو بھلا کر حقیقی بھائی بھائی بن گئے۔ ان ساری سختیاں اور شدتیں خدا کے دشمنوں کے لیے تھیں۔ آپس میں مودت، الفت، رحم اور مہربانی کا مجسمہ بن گئے، جس کا اشارہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی دیا ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ﴾[4]

"محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، کافروں پر سخت ہیں، آپس میں رحم دل ہیں"

نوٹ: اخوت کی ایک تیسری قسم بھی ہے جس کو ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔

3۔ نسبی بھائی:

نسبی بھائی سے مراد خون کے بھائی ہیں جن کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

---

[1]۔ وحید الزمانؒ، **اسرار اللغہ معہ انوار اللغۃ (لُغات الحدیث)**، ص:24۔

[2]۔ ابوداود، سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی النصیحۃ، ح:4918، (اسنادہ حسن)

[3]۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب من الإیمان أن یحب لأخیه ما یحب لنفسه، ح:13۔

[4]۔ الفتح(48):29۔

I۔ عینی بھائی: جن کا ماں باپ ایک ہو۔

II۔ اخیافی بھائی: جن بھائیوں کی ماں ایک ہو البتہ باپ مختلف ہوں۔

III۔ علاتی بھائی: جن کے باپ ایک ہوں اور مائیں مختلف ہوں۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ "اخوت" جس کا معنی بھائی چارہ ہے، یہ لفظ مصدر ہے عربی لفظ "اخ" کا، اور "اخ" کا لفظ "وخی "سے بنا ہے جس کا معنی بھائی اور دوست ہے، "اخ" کی جمع "اخوۃ" اور "اخوان" دونوں طرح مستعمل ہے، اور مونث کے لئے لفظ "اخت" استعمال ہوا ہے۔ اصطلاح میں اخوت سے مراد مسلمانوں کے مابین باہمی خیر خواہی کے تحت ایک دوسرے کی جان، مال، عزت وآبرو کی حفاظت اور دکھ سکھ میں شریک ہونے کے معاہدے کا نام 'اخوت' ہے۔

اخوت کی اقسام کو تین اہم قسموں میں بیان کیا جا سکتا ہے، جس میں پہلی قسم آدم و حوأ کی اولاد ہونے کے ناطے سے تمام انسان قطع نظر ان کا علاقہ، رنگ، زبان، مذہب کوئی بھی ہو وہ اپنی اصل اور نسل کے اعتبار سے ایک ماں باپ کی وجہ سے بھائی بھائی ہیں جس کو نسلی اخوت کہا جاتا ہے، دوسری قسم کا تعلق ایک دین وعقیدہ سے وابستگی کی بنیاد پر اور ایک الہامی کتاب ورسول کے پیروکاروں کے مابین رشتہ اخوت کا ہے جسے عرف عام میں دینی اخوت سے تعبیر کیا جاتا ہے، مقالہ ہذا میں یہی اخوت مراد ہے، تیسری اخوت ایک رحم یا خون کی وجہ سے ہے جس کو نسبی اخوت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

فصل دوم

اخوت اسلامی کی ضرورت واہمیت

اخوت کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ کی جانب سے مختلف رشتوں کی صورت میں عطا کردہ نعمتوں میں اسلامی اخوت وہ نایاب نعمت ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں۔ بھائی چارگی رب کائنات کا وہ تحفہ ہے جو قدرتی رشتوں سے منفرد ہے۔ اسی بنا پر اسلام نے اخوت ورفاقت کے متعلق گفتگو کی ہے اور اس بارے میں ضروری رہنمائی فرمائی ہے۔ ممکن ہے اعزہ واقرباء سے تعلقات اور ان کے ساتھ مل جل کر رہنا انسان کی رُوحانی پیاس نہ بجھاسکے اور وہ اپنوں کے درمیان بھی خود کو اجنبی اور تنہا محسوس کرے اور اپنے بھی اسے پرائے نظر آئیں۔ لہٰذا اسے کچھ ایسے لوگوں کی ضرورت ہوگی جو اخوت اسلامی کی روح سے لبریز ہوں اور خیر خواہی وجزبہ ایثار کی بنا پر بھائی چارہ کے حقوق سے خوب آگاہ ہوں، بلکہ حقیقیت یہ ہے کہ بے لوث باہمی محبت اور اخوت معاشرتی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی ایسی عظیم نعمتیں ہیں جن کا خاص کر اللہ تعالی نے تذکرہ فرمایاہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَٱذۡكُرُواْ نِعۡمَتَ ٱللَّهِ عَلَيۡكُمۡ إِذۡ كُنتُمۡ أَعۡدَآءٗ فَأَلَّفَ بَيۡنَ قُلُوبِكُمۡ فَأَصۡبَحۡتُم بِنِعۡمَتِهِۦٓ إِخۡوَٰنٗا ﴾[1]

"اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ تم لوگ آپس میں دشمن تھے اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کردی اور تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے"

آیت بالاسے واضح ہوا کہ لوگوں کے درمیان الفت کی بنا پر اخوت ایک نعمتِ الٰہی ہے، اس کی قدر کرنی چاہیئے اور اسے مستحکم کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اسلامی اخوت کا رشتہ کتنی اہمیت رکھتاہے اس حوالے سے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ملاحظہ ہو:

﴿ لَّيۡسَ عَلَى ٱلۡأَعۡمَىٰ حَرَجٞ وَلَا عَلَى ٱلۡأَعۡرَجِ حَرَجٞ وَلَا عَلَى ٱلۡمَرِيضِ حَرَجٞ وَلَا عَلَىٰٓ أَنفُسِكُمۡ أَن تَأۡكُلُواْ مِنۢ بُيُوتِكُمۡ أَوۡ بُيُوتِ ءَابَآئِكُمۡ أَوۡ بُيُوتِ أُمَّهَٰتِكُمۡ أَوۡ بُيُوتِ إِخۡوَٰنِكُمۡ أَوۡ بُيُوتِ أَخَوَٰتِكُمۡ أَوۡ بُيُوتِ أَعۡمَٰمِكُمۡ أَوۡ بُيُوتِ عَمَّٰتِكُمۡ أَوۡ بُيُوتِ أَخۡوَٰلِكُمۡ أَوۡ بُيُوتِ خَٰلَٰتِكُمۡ أَوۡ مَا مَلَكۡتُم مَّفَاتِحَهُۥٓ أَوۡ صَدِيقِكُمۡۚ ﴾[2]

---

[1] ۔ آل عمران (3):103۔

[2] ۔ النور (24):61۔

"نہ اندھے پر تنگی ہے اور نہ لنگڑے پر مضائقہ اور نہ بیمار پر روک اور نہ تم میں سے کسی پر کوئی رکاوٹ کہ کھاؤ اپنی اولاد کے گھر یا اپنے باپ کے گھر یا اپنی ماں کے گھر یا اپنے بھائیوں کے یہاں یا اپنی بہنوں کے گھر یا اپنے چچاؤں کے یہاں یا اپنی پھوپھیوں کے گھر یا اپنے ماموؤں کے یہاں یا اپنی خالاؤں کے گھر یا جہاں کی کنجیاں تمہارے قبضہ میں ہیں یا اپنے دوست کے یہاں"

اس آیت کریمہ کا شان نزول یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جہاد پر جاتے تو معذور صحابہ کرامؓ کو جو بوجہ عذر جہاد میں شرکت نہیں کر سکتے تھے اپنے گھروں کی چابیاں دے جاتے تھے کہ وہ ان کے گھروں کی دیکھ بھال رکھیں اور انہیں اجازت دے جاتے تھے کہ کھانے پینے کی چیزیں نکال کر کھائیں پئیں۔ لیکن یہ حضرات اسے خرچ کرنے میں بہت حرج محسوس کرتے تھے تو ان کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔[1]

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے جہاں رشتہ داروں کو تفصیل سے ذکر فرمایا وہاں اسلام کی بنیاد پر قائم ہونے والے رشتہ اخوت سے منسلک دوستوں کا بھی ذکر فرمایا اور ایسے دوستوں کو رشتہ داروں کے حکم میں رکھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت مقدسہ میں اخوت کا رشتہ کتنی اہمیت رکھتا ہے۔ رشتہ اخوت کی اہمیت کے حوالے سے سیدنا علی بن ابی طالبؓ نے کتنی خوبصورت بات ارشاد فرمائی:

((رُبَّ أَخٍ لَكَ لَمْ تَلِدْهُ أُمُّكَ))[2]

"ممکن ہے تمہارے بھائیوں میں سے کچھ ایسے بھی ہوں جنہیں تمہاری ماں نے پیدا نہ کیا ہو"

حضرت نعمان بن بشیر سے مروی حدیث مبارکہ ہے:

((مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ، وَتَرَاحُمِهِمْ، وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى))[3]

"مسلمان باہمی شفقت، رحم اور محبت کرنے میں ایک جسم کی طرح ہیں، جسم کے کسی حصہ میں بھی تکلیف محسوس ہوتی ہے تو مکمل جسم تکلیف محسوس کرتا ہے جیسا کہ بخار وغیرہ میں ہوتا ہے"۔

---

[1]۔ نعیمی، احمد یار خان، مفتی، تفسیر نور العرفان فی حاشیہ قرآن، (گجرات: نعیمی کتب خانہ)، ص:571۔

[2]۔ بیہقی، احمد بن حسین، شعب الایمان (الریاض: مکتبۃ الرشد، 2003ء)، باب مقاربة بين اهل الدين وموادتهم، ح:8622۔

[3]۔ قشیری، صحیح مسلم ،کتاب البروالصلة، باب تراحم المومنين وتعاطفهم ،ح:2586۔

امام عبد اللہ بن مبارکؒ[1] سے پوچھا گیا کہ آدمی کو عطا ہونے والی سب سے بہترین شے کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا:

"'عقل'" کہا گیا اگر وہ نہ ملے تو؟ انہوں نے فرمایا: 'حسن ادب' پوچھا گیا: اگر وہ بھی نہ ملے تو؟

انہوں نے فرمایا: 'نیک اور صالح بھائی جس سے مشورہ کر سکے' پھر پوچھا گیا: اگر وہ بھی نہ ملے تو؟

انہوں نے کہا: 'طویل خاموشی' اور اگر وہ بھی نہ ملے تو 'موت'"۔[2]

صالح بھائی اور دوست کی قدر کسی واقفِ قدر سے پوچھنی چاہیئے۔ ایک درخت کے تنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت کی کتنی قدر تھی۔ سیدنا جابر بن عبد اللہؓ کا بیان ہے کہ ایک انصاری عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے منبر بنوا کر پیش کر دیا۔ اگلے جمعہ کو جوں ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطبہ کے لئے اس پر چڑھے تو اس کھجور کے تنے سے اس قدر رونے کی آواز سنائی دینے لگی کہ گویا وہ تنا (شدت غم سے) پھٹا جارہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر سے اتر کر اسے تسلی اور دلاسے کے انداز سے تھپکی دی جس سے وہ چپ ہو گیا۔[3]

اس درخت کے تنے کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت کی قدر تھی، اسی لئے بے قراری سے رویا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی قدردان کی قدر کا حق ادا کر دیا کہ وہ جنت میں پہنچا دیا گیا۔ ایک درخت نیک صحبت کی قدر کر کے جنت میں پہنچ سکتا ہے تو کیا ایک انسان اشرف المخلوقات نیک صحبت سے فیض حاصل کر کے اور قدر کر کے کچھ حاصل نہیں کر سکتا؟

اسلامی اخوت کی بنیاد پر تعلق قائم کرنا اور پھر اس تعلق کو نبھانا ایک فطری عمل ہے مگر وہی تعلق مضبوط بنیادوں پر دیرپا قائم رہتا ہے جو بے لوث، بے غرض، پُرخلوص ہو اور باہمی عادات، خیالات اور کردار میں قدرے بھی اختلاف نہ ہو، نیز عداوت، شکوک، بدگمانی، چاپلوسی، شماتت، انانیت، بغض، حسد اور دیگر رذائل سے پاک صاف ہو۔ کیونکہ یہ تعلق بلاشبہ اپنی زندگی کے بہت سے انفرادی و اجتماعی اور داخلی و خارجی پہلوؤں پر اثر انداز ہوتا ہے، اس لئے اس رشتے کو ہر رشتے میں تلاش کیا جاتا ہے۔ نسیم امروہویؒ لکھتے ہیں:

---

[1]۔ عبد اللہ بن مبارکؒ اپنے زمانہ کے مشہور تابعین میں سے ہیں جو 118ھ کو مرو میں پیدا ہوئے اور 181ھ کو کوفہ کے قریب وفات پائی۔

[2]۔ محمد بن حبانؒ بستی، روضة العقلاء ونزهة الفضلاء (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1431ھ) باب ذكر الحث على لزوم الصمت وحفظ اللسان، ص:56۔

[3]۔ بخاریؒ، صحيح البخاری، كتاب البيوع، باب النجار، ح:2095۔

"جنگِ عالمگیر سے پہلے امریکہ کے ایک عالمی ادارے نے صرف یہ دریافت کرنے کی غرض سے کہ زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے نوجوانوں کے لئے کس قسم کی تعلیم سب سے زیادہ ضروری ہے؟ دو سال کی مسلسل کوشش اور پچیس ہزار ڈالر کی رقمِ کثیر صرف کی تو یہ پتہ چلا کہ اصول تندرستی پر کاربند رہنے کے بعد سب سے مقدم 'عملی زندگی' کی تعلیم ہے۔ یعنی یہ کہ جن لوگوں کو ہم جانتے ہیں انہیں اپنی طرف مائل کرکے ان کے دل میں ہمدردی کے جذبات پیدا کر دیں، تاکہ بیگانہ یگانہ بن جائے اور غیر اپنا ہو جائے"۔[1]

مگر ہمارے معاشرے میں تعلیم کی کمی، تربیت کے فقدان اور والدین کی لاپرواہی کے باعث اچھے بھائی اور اخلاص کی بنیاد پر قائم ہونے والے رشتہ اخوت کا تعین قدرے مشکل ہو چکا ہے۔ یہ خیال عام ہے کہ جن کے ساتھ ہم کھیلوں میں مصروف ہیں، جو ہماری غلط حرکات میں قدم بقدم ساتھ بھی ہیں اور خاموش بھی، گھر سے ڈانٹ ڈپٹ سے بچانے کے لئے ہمارے عیبوں پر پردے ڈال رہے ہیں وہی ہمارے مخلص بھائی ہیں، جو کہ سراسر غلط ہے۔ وقت ضائع کرنے والوں کو ہم اپنا سمجھ بیٹھے ہیں۔

البتہ اس نفسا نفسی اور خود غرضی کے عالم میں انسان کا ایک سچا اور مخلص بھائی وہی ہے جو ہر گھڑی اس کے ساتھ رہتا ہے جو نظر تو نہیں آتا مگر اپنوں کی مدد کرتا اور ان کی خیر خواہی میں مصروف رہتا ہے، جو طاقتور ہے، بااختیار ہے، اپنے حکم کو نافذ کرنا خوب جانتا ہے اور اس میں ایک مخلص اور باوفا بھائی کی تمام خصوصیات بدرجہ اتم موجود ہیں جنہیں بیان کرنے کی طاقت قلم میں نہیں ہے۔

اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَسَارِعُوٓاْ إِلَىٰ مَغۡفِرَةٖ مِّن رَّبِّكُمۡ وَجَنَّةٍ عَرۡضُهَا ٱلسَّمَٰوَٰتُ وَٱلۡأَرۡضُ أُعِدَّتۡ لِلۡمُتَّقِينَ ۔ ٱلَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي ٱلسَّرَّآءِ وَٱلضَّرَّآءِ وَٱلۡكَٰظِمِينَ ٱلۡغَيۡظَ وَٱلۡعَافِينَ عَنِ ٱلنَّاسِۗ وَٱللَّهُ يُحِبُّ ٱلۡمُحۡسِنِينَ ﴾[2]

"اے ایمان والو! دوڑ کر چلو مغفرت کی طرف جو تمہارے رب کی طرف سے ہے اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت زمین اور آسمانوں جیسی ہے، اور وہ صرف (اللہ سے ڈرنے والے) پرہیزگار لوگوں کیلئے تیار کی گئی ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو خواہ بدحال ہوں یا خوش حال، ہر حال میں اپنے

[1] ۔ نسیم امروہویؒ، دوست بنو دوست بناو (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، سن ندارد) ص:5۔

[2] ۔ آل عمران (3): 133۔134۔

مال خرچ کرتے ہیں اور غصے کو ضبط کرتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں، ایسے نیک اور احسان کرنے والے لوگوں کو اللہ دوست رکھتا ہے"۔

ایسے اخلاص اور سچائی پر مبنی رشتہ اخوت سے منسلک دوستوں کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب وطن عزیز میں نوجوان نسل کی اکثریت کو دیکھا جائے تو مایوسی ہوتی ہے کہ اپنے اسلاف کے کارناموں اور قربانیوں سے ناواقف نسل اپنے فلمی ستاروں، اداکاروں اور کھلاڑیوں کے ہر معاملے سے واقف ہوتی ہے۔ مگر بری صحبت کی وجہ سے اپنا مستقبل برباد کر بیٹھتے ہیں اور عمر بھر اس کی تلافی نہیں کر پاتے اور کتنی ہی سعید فطرت طالبات بری دوستی اور بری سوسائٹی کی وجہ سے اپنی زندگیاں برباد کر بیٹھتی ہیں۔ اس سلسلے میں والدین پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اپنی اولاد کو بچپن سے ہی نیک بچوں سے دوستی کی عادت ڈالیں۔

اخوت کی ضرورت:

انسانی زندگی میں نسبی بھائیوں کے علاوہ اسلامی بھائیوں کی ضرورت ایک معاشرتی ضرورت بھی ہے، کیوں کہ انسان فطرتاً سماجی ہوتا ہے اور وہ برابر کے انسانی تعلقات قائم کرنے کی کوشش کرتا ہے، تاکہ اپنی ذات اور وجود کو ثابت کر سکے۔ اپنے ہم جنسوں کی صحبت میں رہنا اس کی فطرت ہے۔ صحیح معنوں میں رشتہ مواخات استوار کرنے کے لئے ضروری ہے کہ فریقین متوازن اور پختہ اذہان کے ہوں اور تعلق کے آداب سے آشنا ہوں نیز اس تعلق کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو توڑ سکیں۔ ہر انسان اس بات کا خواہاں ہے کہ کوئی ایسا ہمدم ملے جس سے وہ کھلے دل سے اپنے جذبات کا اظہار کر سکے، جو اس کی باتوں کو توجہ اور دلچسپی سے سنے اور مفید مشوروں سے نوازے، جس سے وہ اندرونی معاملات پر تبادلہ خیال کر سکے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام ایک صاحب کتاب نبی ہیں، مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ سے نیک بھائی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَٱجۡعَل لِّي وَزِيرٗا مِّنۡ أَهۡلِي ـ هَٰرُونَ أَخِي ـ ٱشۡدُدۡ بِهِۦٓ أَزۡرِي۔ وَأَشۡرِكۡهُ فِيٓ أَمۡرِي ـ كَيۡ نُسَبِّحَكَ كَثِيرٗا ـ وَنَذۡكُرَكَ كَثِيرًا ـ إِنَّكَ كُنتَ بِنَا بَصِيرٗا﴾[1]

"اور میرے لئے میرے اپنے کنبے سے ایک وزیر مقرر کر دے۔ ہارون (علیہ السلام) جو میرا بھائی ہے، اس کے ذریعے سے میرا ہاتھ مضبوط کر اور اس کو میرے کام میں شریک کر دے تاکہ ہم تیری خوب تسبیح کریں اور تجھے کثرت سے یاد کریں۔ یقیناً تو ہی ہمارے حال پر خوب نظر رکھنے والا ہے"

---

[1] ۔طٰہٰ (20):35-29۔

ایک نیک بھائی کی ضرورت ایک نبی علیہ السلام بھی محسوس کرتے ہیں جن کا ہر وقت ملاء اعلیٰ سے اور فرشتوں سے برابر رابطہ اور تعلق رہتا ہے۔ کیا فتنوں اور شر سے لبریز دور حاضر میں صالح بھائی کی ضرورت و اہمیت سے انکار کیا جا سکتا ہے؟

ایک مخلص بھائی انسان کی ایک ایسی ضرورت ہے کہ جس کے بغیر اس کی زندگی ادھوری ہے اس بات کو یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر کسی شے کو دو اکائیوں میں تقسیم کر دیا جائے تو دوسری اکائی اس کا بھائی ہے، یعنی بھائی کے بغیر اس کا وجود آدھا ہے اور آدھا بذات خود کسی تعریف میں نہیں آتا جب تک کہ اس کا دوسرا حصہ بھی اس کے ساتھ نہ ملے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی بھائیوں کے بغیر جینے کا لطف نہیں آتا، ہر سو تنہائی اور ویرانی کا احساس ہوتا ہے، یوں لگتا ہے جیسے کوئی قیمتی چیز کھو گئی ہے۔ اسی لئے انسان فطری طور پر ایک ایسے بھائی کی تلاش میں رہتا ہے جو مخلص ہو، باوفا ہو، غمگسار ہو، جسکی محبت بے لوث ہو، جس میں اپنائیت و چاہت ہو اور جو بھائی کی خوشی کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے کیلئے تیار رہتا ہو۔

تعمیر شخصیت میں صالح اخوت کا کردار:

انسان جیسی صحبت اختیار کرتا ہے ویسا ہی اثر اس کی ذات اور شخصیت پر پڑتا ہے۔ اچھی صحبت سے اسے فرحت و انبساط، ذہنی آسودگی اور علم و ادب حاصل ہوتا ہے، جب کہ بری صحبت اس کے اخلاق و کردار میں فساد پیدا کر دیتی ہے اور اس کا ذہن پراگندہ ہو جاتا ہے۔ برا بھائی یا دوست آپ کی ذلت کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ وہ آپ کی عزت نیلام کر سکتا ہے اور آپ کی وسیع النظری کو کوتاہ اندیشی میں بدل سکتا ہے۔ مخلص اور بھائی آپ کی شخصیت کی تعمیر میں مدد دیتا ہے، آپ کی خواہشات پر اثر انداز ہوتا ہے اور انتہائی خاموشی سے آپ کو دوسروں سے متعارف کراتا ہے۔ مجتبیٰ موسوی[1] لکھتے ہیں:

> "انسانی شخصیت پر ماحول کے اثرات کا مسئلہ تربیت کے بنیادی مباحث میں سے ہے اور ہمیشہ علماءِ اخلاق کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ انسان کی روحانی اور جسمانی حیات کے تار و پود معاشرہ سے مل کر تشکیل پاتے ہیں۔ اسی لئے اس کی شخصیت کی تعمیر میں معاشرہ کے کردار سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ جس طرح ہمارے جسم کو کھانے پینے کی مختلف اشیاء سے توانائی ملتی ہے بالکل اسی طرح روح

---

[1]۔ موصوف 1925ء کو لاری شہر لار میں پیدا ہوئے اور 2013ء کو 77 سال کی عمر میں ایران میں فوت ہوئے، آپ اپنے دور کے مشہور مکتبہ جعفریہ سے تعلق رکھنے والے علمی شخص تھے۔

بھی دوستوں کی ہم نشینی سے کبھی تو بلند اخلاق سیکھتی ہے اور کبھی مختلف برائیوں سے آلودہ ہو جاتی ہے"[1]

یقیناً کسی انسان کی سیرت اور شخصیت کے تعمیری عوامل میں سب سے زیادہ اہم اور موثر عامل اس کا بھائی ہی ہوتا ہے، کیونکہ وہ اپنے اکثر و بیشتر افکار اور اخلاقی صفات اپنے ہم نشینوں سے ہی حاصل کرتا ہے اور اسی حقیقیت کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

((الْمَرْءُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ، فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلْ))[2]

"ہر شخص اپنے دوست کی عادات واطوار اپناتا ہے لہٰذا تم میں سے ہر ایک کو نظر رکھنا چاہیئے کہ وہ کس سے دوستی کررہا ہے"۔

امام خطابی[3] اس حدیث مبارکہ کی شرح میں رقمطراز ہیں:

"اس کا معنی یہ ہے کہ تو صرف اس کو دوست بنا جس کی دین داری اور امانت داری تجھے پسند ہو، کیونکہ جب تو اس کو دوست بنالے گا تو وہ تجھے اپنے دین اور مذہب کی طرف لے جائے گا لہٰذا تو اپنے دین کے معاملے میں دھوکہ نہ کھا اور نہ ہی اپنے آپ کو اس طرح خطرے میں ڈال، کہ تو ایسے شخص کو دوست بنالے جس کے دین اور مذہب کو تو پسند نہیں کرتا"۔[4]

تعمیر سیرت میں نمایاں کردار نیک لوگوں کی صحبتوں کا ہی ہے۔ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اچھے بھائیوں کی ہم نشینی کے مثبت اثرات کا ذکر ملتا ہے۔ مثال کے طور پر سیدنا یوسف علیہ السلام نے اپنے قید کے ساتھیوں کے ساتھ جس حُسن سلوک کا مظاہرہ فرمایا اور ان کی تربیت کا جو طریقہ اپنایا وہ بے مثال ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ﴾[5]

"ہمیں ان کی تعبیر بتادیجئے ہم تمہیں نیکوکار دیکھتے ہیں"۔

---

[1]۔ سید مجتبیٰ موسوی لاری، اخلاق اور روحانی نشوونما، ترجمہ، اسد علی شجاعتی (کراچی: مجمع علمی اسلامی، 2008ء) ص: 251۔

[2]۔ احمد بن حنبل، المسند (بیروت: موسسۃ الرسالہ، 2001ء) **مسند ابی ھریرہ**، ح: 8417 (اسنادہ جید)

[3]۔ امام خطابیؒ مشہور شارح سنن ابی داود ہیں، آپؒ 319ھ کو کابل کے علاقہ بست میں پیدا ہوئے اور وہیں ہی 388ھ کو وفات پائی، آپؒ نے متعدد موضوعات پر علمی کتب کو رقم فرمایا ہے۔

[4]۔ ابن ابی الدنیاؒ، عبداللہ بن محمد قرشی بغدادی، **کتاب العزلة والانفراد**، (بیروت: المکتبۃ العصریہ، 2006ء) ص: 141۔

[5]۔ یوسف (12): 36۔

یعنی قید خانہ کے ساتھیوں نے آپ علیہ السلام کی بے داغ سیرت وکردار کامشاہدہ کیا، اور یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہوئے کہ آپ علیہ السلام نیک طینت انسان ہیں۔ بے شک نیک لوگ اپنی عادتوں سے جانے جاتے ہیں اور ان کی ہم نشینی کا فائدہ بھی ضرور ہوتا ہے جیسا کہ آپ علیہ السلام نے خواب کی تعبیر سنانے سے پہلے توحید کی دعوت دی، شرک اور شرک کی بے ثباتی کا تذکرہ یوں فرمایا:

﴿يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾[1]

"میرے جیل خانے کے رفیقو! بھلا کئی جدا جدا آقا اچھے یا (ایک) اللہ یکتا وغالب؟"

اس واقعہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ بھائی چارہ اور میل جول انسان پر اثر انداز ہوتے ہیں اور اسی کے زیر اثر وہ اپنے بھائیوں کا دین اپنالیتا ہے۔ لہٰذا جب بھی کسی سے رشتہ اخوت میں منسلک ہونا چاہیں تو اس شخص کے دین، اخلاق اور سیرت وکردار کی تحقیق ضرور کرلیں اگر وہ اچھی سیرت وکردار اور اعمال صالحہ کو اپنانے والا ہے تو اس کی جانب اخوت کا ہاتھ بڑھائیں۔ وگرنہ بدخصلت اور بدعمل شخص سے بھائی چارہ کرنے سے اجتناب ضروری ہے۔

اخوت کی بنیاد پر قائم ہونے والی اچھی اور بری دوستی کے اثرات کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک تمثیل کے ذریعے بہت دل نشین انداز میں سمجھایا ہے۔ سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((مَثَلُ الجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالجَلِيسِ السَّوْءِ، كَمَثَلِ صَاحِبِ المِسْكِ وَكِيرِ الحَدَّادِ، لَا يَعْدَمُكَ مِنْ صَاحِبِ المِسْكِ إِمَّا تَشْتَرِيهِ، أَوْ تَجِدُ رِيحَهُ، وَكِيرُ الحَدَّادِ يُحْرِقُ بَدَنَكَ، أَوْ ثَوْبَكَ، أَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِيحًا خَبِيثَةً))[2]

"نیک دوست کی مثال کستوری فروش کی سی ہے اور برا دوست بھٹی جھونکنے والے کی طرح ہے۔ کستوری بیچنے والا یا تو از خود تجھے کچھ خوشبو دے دے گا یا تو اس سے خرید ہی لے گا (اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوئیں تو) کم از کم تجھے اس کی مہک تو حاصل ہوتی ہی رہے گی۔ رہا بھٹی جھونکنے والا، یا تو وہ تیرے کپڑے جلادے گا یا تجھے ناگوار دھواں تو پھانکنا ہی پڑے گا"۔

اس حدیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایک بھائی کی اپنی اچھائی اور برائی کے اثرات دوسرے بھائی پر ضرور مرتب ہوتے ہیں۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نیک دوست کو کستوری فروش سے تشبیہ دی ہے، کیونکہ جب آپ ایسے دوست کے پاس بیٹھیں گے تو تین باتوں میں سے ایک نہ ایک ضرور حاصل ہوگی۔ یا تو وہ آپ کو

---

[1]۔ یوسف (12):39۔

[2]۔ بخاری، صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب بیع التصاویر۔۔۔ح: 2101۔

خوشبو کا ہدیہ اور تحفہ پیش کرے گا، یا آپ اس سے قیمتاً خرید لیں گے، یا کم از کم اچھی خوشبو ہی حاصل ہو گی جو آپ کے دل پر، آپ کے جسم پر اور آپ کے لباس پر اثر انداز ہو گی۔ ایسا ہی نیک بھائی ہے کہ اس کے پاس بیٹھنے سے ضرور فائدہ حاصل ہو گا۔

برے دوست کے لئے حدیث مبارکہ میں "نافخ" کا لفظ وارد ہوا ہے جس کا مطلب ہے کہ وہ ایک پرانی مشک یا سخت سا چمڑا ہوتا ہے جس کے ذریعے آگ میں پھونکا جاتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برے دوست کی مثال بھٹی جھونکنے والے سے دی ہے یا تو اس کی آگ سے چنگاریاں آپ پر پڑیں گی اور آپ کے کپڑوں کو جلا دیں گی، یا کم از کم ایک ناگوار بُو آپ کو حاصل ہو گی، یا اس کا اثر آپ کے کپڑوں اور بدن پر ہو گا۔ ایسا ہی برا دوست ہے کہ اس کے ساتھ بیٹھنے سے نقصان ضرور ہو گا۔[1]

اسی طرح امام نوویؒ[2] لکھتے ہیں:

> " اس حدیث مبارکہ میں اہل خیر، اہل مروت اور بااخلاق، پرہیز گار، اہل علم اور باادب نیک لوگوں کے ساتھ بیٹھنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور بُرے، اہل بدعت، لوگوں کی چغلی کھانے والے اور جن کی برائیاں، فسادات اور جھوٹی باتیں بڑی لمبی چوڑی ہوں، ایسے لوگوں کے ساتھ مل بیٹھنے سے روکا گیا ہے "۔[3]

پس نوجوانوں کو چاہیئے کہ وہ بری صحبت کو ترک کر دیں، اور اچھے بھائی ڈھونڈیں۔ وہ گناہوں سے دور ہو جائیں گے اور گھٹیا صفات اور مجرمانہ خیالات ان کا پیچھا چھوڑ دیں گے۔ امام ابن حجر عسقلانیؒ[4] فرماتے ہیں:

> " جس شخص کی وجہ سے دین و دنیا کا نقصان ہو، اس کے ساتھ مل بیٹھنے سے حدیث میں منع کیا گیا ہے اور جس کی وجہ سے دین و دنیا کا نفع ہو اس کے ساتھ بیٹھنے کی ترغیب دی گئی ہے "۔[5]

---

[1]۔ العینی، بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد، **عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری** (بیروت: دار احیاء التراث العربی)، 9/308۔

[2]۔ موصوفؒ کا مشہور نام ابوزکریا یحیٰ بن شرف الدین ہے جو 631ھ کو دمشق کے علاقہ نوا میں پیدا ہوئے اور 676ھ کو فوت ہو گئے، آپؒ مشہور شارح مسلم ہیں۔

[3]۔ النووی، ابوزکریا یحیٰی بن شرف الدین، **المنهاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج** (بیروت: دار احیاالتراث العربی، 1392ھ) 16/178۔

[4]۔ آپؒ مشہور شارح بخاری ہیں، آپ کا اصل نام احمد بن علی ہے جو 77ھ کو قاہرہ میں پیدا ہوئے اور مصر ہی میں 852ھ کو فوت ہوئے، آپؒ اپنے زمانہ کے مشہور ماہر اسماء الرجال اور محدث تھے۔

[5]۔ احمد بن علی بن حجر عسقلانی، **فتح الباری** (بیروت: دارالفکر، 1415ھ) 4/324۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ سماجی زندگی میں اخوت کی بہت ضرورت واہمیت ہے کیونکہ انسان فطرتی طور پر معاشرت پسند ہے، جس کی بدولت وہ کوئی بھی خوشی وغمی اکیلا سر انجام نہیں دے سکتا، اسی طرح نسبی بھائی کی بالخصوص ضرورت واہمیت خوشی وغمی کے موقع پر محسوس ہوتی ہے اور اگر نسبی بھائی آپ کے دین میں بھی آپ کا معاون بن جائے تو اس کی ضرورت واہمیت اور بڑھ جاتی ہے، اسی لئے حضرت موسیٰؑ نے اپنے بھائی حضرت ہارونؑ کے بارے اللہ تعالی سے ان کی معاونت کا سوال کیا تھا۔

فصل سوم

اخوت اسلامی کی تاسیس کی شرائط

اسلام کی بنیاد پر قائم ہونے والا رشتہ اخوت اس دنیا کا خوبصورت ترین تعلق ہے۔ جو لوگ اس کی اہمیت سے آگاہ نہیں اُن کے لئے یہ عام سی چیز ہے۔ ہم جس طرح غیر محسوس انداز میں سانس لیتے ہیں، ایسے ہی تعلقات بناتے چلے جاتے ہیں، لیکن جب ہم حقیقی خیر خواہوں کو شمار کرنے بیٹھیں تو ضرورت کے وقت چند ایک ہی کام آتے ہیں۔ بعض بھائی ایسے ہوتے ہیں کہ ان سے ذرا سا اختلاف ہو جائے تو وہ تعلق ہی ختم کر دیتے ہیں اور وہ دوسروں کے سامنے ہمیشہ آپ کے عیوب بیان کرتے رہتے ہیں۔ وہ حقیقی خیر خواہ نہیں ہوتے۔ احادیث مبارکہ میں، اچھے بھائی کی صفات کو معینہ طور پر بتایا گیا ہے۔ واضح ہو کہ اس کائنات رنگ و بو میں تعلقات نبھانے کا سلیقہ اگر کسی کو نہیں آتا تو وہ زندگی میں ہر موڑ پر ناکامیوں، نامرادیوں اور مایوسیوں کا سامنا کرتا ہے۔ اسلام نے ایسی شرائط اور معیارات فراہم کیے ہیں جو قابل رشک اور کامیاب تعلقات کی بنیاد بن سکتے ہیں۔ ذیل میں چند شرائط پیش کی جاتی ہیں۔

1۔ صاحبِ ایمان اور تقویٰ شعار ہونا:

سب سے پہلی شرط اور معیار جو ایک صالح بھائی کے لئے بیان کیا گیا ہے وہ اس کا ایمان اور تقویٰ ہے۔ عمر بن ذرؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرامؓ میں سے ایک جماعت کے پاس تشریف لائے۔ ان میں سیدنا عبد اللہ بن رواحہؓ بھی تھے۔ یہ سب اللہ کا ذکر کر رہے تھے۔ جب سیدنا عبد اللہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو خاموش ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اپنے ساتھیوں کو ذکر کراو۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ ذکر کرانے کے زیادہ حقدار ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ایسی جماعت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں اپنے کو ان کے ساتھ روکے رکھوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا﴾[1]

"اور (اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے آپ کو ان لوگوں کی معیت میں محدود رکھیں جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں اور اپنی نگاہیں ان سے نہ پھیریں، کیا

[1]۔ الکہف (18): 28۔

آپ دنیاوی زندگی کی آرائش کے خواہشمند ہیں؟ اور آپ اس شخص کی اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور اس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے"۔

امام ابن کثیر[1] مندرجہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ جائیں جو اللہ کا ذکر کرتے، لا الٰہ الا اللہ پڑھتے، الحمد للہ پڑھتے، تحمید و تسبیح و تکبیر کرتے اور صبح شام اس سے دعائیں کرتے ہیں، خواہ یہ بندگانِ الٰہی فقیر ہوں یا امیر، قوی ہوں یا ضعیف"[2]

2۔ صاحب عقل وخرد ہونا:

دوسری شرط یہ ہے کہ عقل مند ہو، اس لئے کہ عقل ہی اصل سرمایہ ہے اور بیوقوف کی صحبت اختیار کرنے میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((عدوّ عَاقل خير من صديق أَحمَق))[3]

"عقلمند دشمن احمق دوست سے بہتر ہے"

کیونکہ عقل مند دشمن کی دشمنی وعداوت ظاہر وآشکارا ہے اور وہ اپنی دشمنی میں کچھ اصولوں کا پابند ہوتا ہے لہٰذا اس سے محفوظ رہا جا سکتا ہے، لیکن احمق دوست اور بھائی آپ کو فائدہ پہنچانا چاہے گا لیکن حماقت کی بنا پر نقصان پہنچا بیٹھے گا کیونکہ اس میں فکری توازن نہیں پایا جاتا۔

3۔ عمدہ اخلاق کا مالک ہونا:

تیسری شرط یہ ہے کہ اچھے اخلاق والا ہو، اس لئے کہ بہت سے لوگ عقل مند تو ہوتے ہیں لیکن جب ان پر غصہ، شہوت، بخل یا بزدلی غالب آجاتی ہے تو وہ اپنی دانائی سے کام نہیں لیتے۔ اس طرح کے موقع پر اخلاق وعادات کی درستگی ہی کام آتی ہے، اگر اخلاق اچھے ہوں گے تو غلط رویے کی طرف قدم نہیں بھٹکیں گے۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں:

---

[1]۔ موصوف ؒ کا اصل نام اسماعیل بن عمر ہے جو 700ھ میں ملک شام میں پیدا ہوئے اور 774ھ کو وفات پائی، آپ ؒ اپنے زمانہ کے مشہور مورخ اور مفسر تھے۔

[2]۔ ابن کثیر، اسمٰعیل بن عمر، **المصباحُ المنير في تفسير ابن كثير** (لاہور: دارالسلام، 2007ء)3/754۔

[3]۔ محمد عبدالروف بن تاج المناوی، **التيسير بشرح الجامع الصغير**، (الریاض: مکتبۃ الامام الشافعی، 1988ء)، ص:160۔

"کسی کو اس وقت تک اپنا جگری دوست نہ کہو اور ایک دوست کی حیثیت سے اس کا تعارف نہ کراو جب تک تین چیزوں سے اس کا امتحان نہ کرلو۔ دیکھو کہ اس کا غصہ اسے حق سے نکال کر باطل کی طرف تو نہیں لے جاتا اور درہم و دینار کے معاملے میں کیسا ہے؟ (خیانت کا مرتکب ہوتا ہے یا تمہارے اموال کو بطور امانت محفوظ رکھتا ہے؟ روپیہ پیسہ اسے تمہاری دوستی سے زیادہ تو عزیز نہیں۔) اور اس کے ساتھ سفر کرو (کیونکہ بعض اوقات سفر کی صعوبتیں انسان کو تعادل اور توازن سے خارج کر دیتی ہیں۔ لہٰذا اگر اس موقع پر اس میں توازن باقی رہا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مضبوط اخلاقی اصولوں کی بنیاد پر چلنے والا شخص ہے)"[1]

4۔ برائی پر ہمیشگی کرنے والا نہ ہو:

چوتھی شرط یہ ہے کہ برائی پر اصرار اور ہمیشگی کرنے والا نہ ہو، اس لئے کہ خطا تو ہر انسان سے ہو جایا کرتی ہے لیکن وہ شخص جو اپنی برائی کو بار بار کرتا ہو اس کا دل اللہ تعالیٰ کے خوف سے خالی ہوتا ہے اور جس کا دل اللہ تعالیٰ کے خوف سے عاری ہو اس کی سچائی پر یقین نہیں کیا جا سکتا اور آپ اس کے دھوکے سے محفوظ نہیں رہ سکتے کیونکہ وہ اپنے اغراض کی خاطر بولتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے برائی پر ہمیشگی کرنے والے سے بھائی چارے کے نقصانات واضح کرتے ہوئے ان الفاظ میں اشارہ فرمایا ہے:

﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا﴾[2]

"اور اس دن ظالم شخص اپنے ہاتھوں کو چبا چبا کر کہے گا: ہائے! کاش کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ اختیار کی ہوتی"

یہاں ظالم سے مراد ایسا شخص ہے جس نے کفر گمراہی اور گناہ کی راہ اختیار کر کے اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔ یہ شخص روزِ قیامت حسرت و اندوہ کے عالم میں کہے گا کہ کاش میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دکھائی ہوئی راہ اختیار کی ہوتی۔ قرآن کریم مذکورہ بالا آیت کریمہ میں آگے چل کر اس افسوس کرنے والے کی زبان میں کہتا ہے:

﴿يَا وَيْلَتَى لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا﴾[3]

"ہائے میری کم بختی! کاش! میں فلاں (شخص) کو دوست نہ بناتا"۔

---

[1]۔ تاجدار حسین زیدی، سیرت مرسل اعظم ﷺ۔۔۔(ویب ایڈریس(www.balaghah.net)ص:86۔

[2]۔ الفرقان(25):27۔

[3]۔ الفرقان(25):26۔

اس سے سوال کیا جائے گا: تمہیں کیا ہوا ہے فلاں نے تمہارے ساتھ کیا کیا ہے؟ وہ جواب میں کہے گا:

﴿لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَذُولًا﴾[1]

"بلاشبہ اس نے میرے پاس ذکر (کلام الٰہی) آنے کے بعد بھی مجھے گمراہ کر دیا اور شیطان انسان کو (مصیبت میں) بے یار و مددگار چھوڑ دینے والا ہے"۔

5۔ اہل بدعت و خرافات میں سے نہ ہو:

پانچویں شرط یہ ہے کہ بدعتی نہ ہو، اس لئے کہ اس کی صحبت سے آپ کے ایمان کو انتہائی خطرہ لاحق ہو گا۔ اس لئے شریعت نے بدعتی سے رشتہ توڑنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برے دوست کی مثال 'نافخ' یعنی بھٹی جھونکنے والے سے دی ہے یا تو اس کی آگ سے چنگاریاں آپ پر پڑیں گی اور آپ کے کپڑوں کو جلا دیں گی، یا کم از کم ایک ناگوار بُو آپ کو حاصل ہو گی، یا اس کا اثر آپ کے کپڑوں اور بدن پر ہو گا۔ ایسا ہی برا دوست ہے کہ اس کے ساتھ بیٹھنے سے نقصان ضرور ہو گا۔[2] امام نوویؒ نے اہل بدعت کو اسی گروہ میں شمار کیا ہے۔[3]

6۔ حرص و طمع نہ رکھتا ہو:

چھٹی شرط یہ ہے کہ لالچی نہ ہو اس لئے کہ جو شخص دنیا کے لالچ میں گرفتار ہو اس کی صحبت سے آپ کو کوئی خیر نہ ملے گی بلکہ انسانی طبائع دوسروں کی طبیعت کا اثر جلدی قبول کرتی ہیں چنانچہ اس کی صحبت سے آپ میں بھی حرص و طمع کا مادہ آ جائے گا جو آخرت کے لئے انتہائی خطرناک ہے۔ وہ شخص جو دنیا سے اور اہل دنیا سے بے رغبتی کا معاملہ کرے، دنیا خود بخود ایسوں کی تلاش میں رہتی ہے، اور ان کی ہم نشینی سے فیض حاصل کرتی ہے، جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((ازْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللَّهُ، وَازْهَدْ فِيمَا فِي أَيْدِي النَّاسِ يُحِبّوكَ))[4]

"دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا، اور لوگوں کے مال و دولت سے نظریں پھیر لو تو لوگوں کی نگاہ میں محبوب بن جاؤ گے"۔

---

[1]۔ الفرقان (25):27۔

[2]۔ عینی، عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، 9/308۔

[3]۔ نووی، المنهاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، 16/178۔

[4]۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن (الریاض، دار السلام، 1999ء)، ابواب الزهد، باب الزهد فی الدنیا، ح:4103 (اسنادہ ضعیف جدا)

اسلامی اخوت کی بنیاد پر قائم ہونے والے تعلق کا کوئی نعم البدل نہیں۔ یہ بازار میں بکنے والی کوئی ایسی چیز نہیں جو قیمت دے کر حاصل کی جاسکے۔ اگر اس دور میں سچا اور مخلص بھائی نصیب ہو جائے تو انسان کو چاہیئے کہ اس کی قدر کرے، کیونکہ بے غرض انسان کی رفاقت نصیب ہونا اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی نعمت ہے۔

اخوت کے حقوق:

اخوت کی بنیاد پر باہمی قائم ہونے والے تعلق کی وجہ سے ایک دوسرے پر متعدد حقوق ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کثیر ارشادات میں سے چند ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔ ایک حدیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں۔ پوچھا گیا: وہ کون کون سے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا لَقِيتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، وَإِذَا دَعَاكَ فَأَجِبْهُ، وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهُ، وَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللهَ فَسَمِّتْهُ، وَإِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ وَإِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ)) [1]

"جب تو اسے ملے تو السلام علیکم کہہ، اور جب وہ تجھے دعوت دے تو اس کی دعوت قبول کر، اور جب وہ تجھ سے خیر خواہی طلب کرے تو اس کی خیر خواہی کر، اور جب اسے چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو یرحمک اللہ کہہ، اور جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کر، اور جب وہ مر جائے تو اس کے جنازے میں شامل ہو"

امام مجاہد[2] فرماتے ہیں:

((صحبت ابن عمر و انا ارید ان اخدمه، فكان هو الذى يخدمنى))[3]

"میں نے ابن عمرؓ کی خدمت کے ارادے سے ان کی صحبت اختیار کی لیکن وہ میری خدمت کرتے تھے"۔

حالانکہ سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ اُستاد تھے اور امام مجاہدؒ ان کے شاگرد تھے۔ تو استاد اپنے شاگرد کا اتنا خیال رکھتے تھے کہ گویا وہ ان کے خادم ہیں۔

---

[1]۔ قشیریؒ، صحیح مسلم، کتاب السلام، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام، ح: 2162۔

[2]۔ موصوفؒ 21ھ کو خلافت فاروقی کے زمانہ میں مکہ میں پیدا ہوئے اور وہیں 103ھ کو وفات پائی، آپؒ مشہور تابعی اور قراء سبعہ میں سے ہیں، آپؒ مکہ کے مشہور تفسیری مکتب کے استاد بھی رہے۔

[3]۔ طبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد، مکارم الاخلاق (کراچی: مکتبۃ المدینہ، 2016ء) ص: 100۔

ایک اور مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((خَمْسٌ تَجِبُ لِلْمُسْلِمِ عَلَى أَخِيهِ: رَدُّ السَّلَامِ، وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ، وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ))[1]

"مسلمان کے اپنے مسلمان بھائی پر پانچ حقوق واجب ہیں: سلام کا جواب دینا، چھینک کا جواب دینا، دعوت قبول کرنا، مریض کی عیادت کرنا، جنازہ کی پیروی کرنا"

بھائی کے بچوں سے پیار بھی بھائی چارگی کے حقوق میں سے ہے۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں:

((إِذَا دَخَلَ عَلَيْكَ صَبِيُّ جَارِكِ فَضَعِي فِي يَدِهِ شَيْئًا، فَإِنَّ ذَلِكَ يَجُرُّ مَوَدَّةً)) [2]

"اگر تمہارے پاس گھر میں پڑوسی کا بچہ آئے تو تمہیں چاہیئے کہ اس کے ہاتھ میں کوئی کھانے پینے کی چیز رکھ دو، اس لئے کہ اس سے محبت بڑھتی ہے"۔

ایک مسلمان بھائی پر دوسرے مسلمان بھائی کے حقوق کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَحَاسَدُوا---ثَلَاثَ مَرَّاتٍ))[3]

" ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور اشیاء کی قدر و قیمت بتانے میں مبالغہ اور دھوکے سے کام نہ لو، اور آپس میں دشمنی نہ رکھو، نہ تعلقات منقطع کرو۔ کوئی تم میں سے دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے اور اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے، نہ اس کو ذلیل کرے، نہ اس کو حقیر جانے۔ تقویٰ اور پرہیز گاری یہاں ہے---اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سینے کی طرف تین مرتبہ اشارہ فرمایا"۔

یعنی ظاہر میں عمدہ اعمال کرنے سے آدمی متقی نہیں ہوتا جب تک اس کا سینہ صاف نہ ہو۔ مسلمان پر مسلمان کے حقوق تو بہت ہیں لیکن جامع معنی کے طور پر یہی بات دہرائی جاسکتی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

((الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ))[4]

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے"۔

---

[1]۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب السلام، باب من حق المسلم للمسلم رد السلام، ح:2162۔

[2]۔ ابن ابی الدنیا، ابو بکر عبد اللہ بن محمد، مکارم الاخلاق (القاھرہ: مکتبۃ القرآن، 1431ھ) باب التذمم للجار، ح:337۔

[3]۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والادب، باب تحریم ظلم المسلم، ح:2564۔

[4]۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ والادب، باب تحریم ظلم المسلم، ح:2564۔

جب وہ اخوت کے مقام پر آ گیا تو اس کا تقاضا یہی ہے کہ وہ ہر چیز جس میں خیر ہو وہ اس کے لئے اختیار کرے اور ہر اس چیز سے باز رہے جو اس کو تکلیف پہنچا سکتی ہو۔

امام ابو حامد غزالی[1] نے بھائیوں اور دوستوں کے حقوق کی دس اقسام بیان کی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

مصاحبت نکاح کی مانند ہے اور اس کے کچھ حقوق ہیں جو حسب ذیل ہیں:

1. پہلا حق مالی ہے کہ دوست بھائی کے حق کو مقدم جانے، دوسرے دوست بھائی کو اپنی طرح جانے اور اس کے مال کو مشترک سمجھے۔ تیسرے یہ کہ اسے غلام یا خادم سمجھے کہ جو بھی چیز ضرورت سے زائد ہو وہ بن مانگے اس تک پہنچا دے۔
2. ہر کام میں دوست کی درخواست، خواہش سے پہلے اس کی خدمت کشادہ دلی اور وسعت قلبی سے کرے۔
3. دوست کے بارے میں اچھی بات کہے، اس کے عیب چھپائے، اس کے راز کو راز رکھے اور اس کی شکایت بیان نہ کرے۔
4. دوستی میں مناظرہ اور اختلاف خلل کا باعث ہے۔ دوست کی بات کارد کرنا اسے احمق اور جاہل سمجھنا ہے۔ دوست کے رنج و راحت میں شرکت کرنا، اس کے رنج و خوشی کو اپنا جاننا، اچھے نام سے اس کو خطاب کرنا ضروری ہے۔
5. دوست کی ضرورت کے مطابق اسے دینی علوم سکھائے تاکہ وہ دوزخ کی آگ سے محفوظ ہو جائے۔
6. بھول چوک ہو جانے پر بخش دے۔ اپنے بھائی کا عذر قبول نہ کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے مسلمانوں سے زبردستی ٹیکس وصول کرنے والا۔
7. دوست کو زندگی اور موت کے بعد دعا میں یاد رکھے۔ مردہ کی مثال اس شخص کی سی ہے جو ڈوبتے ہوئے، سہارے کی تلاش میں ہو اور زندہ لوگوں کی دعا کو قبر تک رسائی ہے۔
8. دوستی میں وفا کرے، یعنی دوست کے مر جانے کے بعد بھی اس کے بیوی بچوں اور احباب سے غافل نہ ہو۔
9. دوست کے ساتھ تکلیف کا مظاہرہ نہ کرے۔ تکلیف کا مظاہرہ ناقص دوستی کی طرح ہے۔ جس دوست سے معذرت اور تکلیف کی ضرورت پڑے وہ تمام دوستوں سے بدتر ہے۔

---

[1] ۔ موصوفؒ کا اصل نام محمد بن محمد ہے، آپؒ حجۃ الاسلام کے لقب سے مشہور ہیں، جو 450ھ کو ایران کے علاقہ طوس میں پیدا ہوئے اور 505ھ کو ان کا انتقال ہوا۔ آپؒ مشہور فلسفی اور ماہر منطقی ہیں۔

10. خود کو تمام دوستوں سے کم تر سمجھے۔ کسی بات، حاجت اور طمع کا مطلوب نہ ہو۔ خود کو دوستوں سے بہتر شمار کرنے والا گنہگار ہے۔[1]

سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ اپنے آخری وقت میں بھی اپنے دوستوں کو نہیں بھولے۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے بیٹوں کو ان الفاظ میں وصیت فرمائی:

"تم میرے دوستوں کے ساتھ اسی طرح کرنا جس طرح میں ان کے ساتھ کیا کرتا تھا۔ ان کو مطالبے کے لئے مجبور نہ کرنا۔ جب آدمی کو ضرورت کی وجہ سے مانگنے کی نوبت آجاتی ہے تو اس کی ہاتھ پیر مضطرب ہو جاتے ہیں، اس کی رگ بھڑک جاتی ہے، اس کی زبان بوجھل ہو جاتی ہے، چہرے پر خون کا اثر نمایاں ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے ان کو مانگنے کی نوبت نہ آئے، سوال سے پہلے ان کو دے دو۔ میں مناسب نہیں سمجھتا کہ کوئی دوست ضرورت کی وجہ سے بستر پر کروٹیں بدلے اور دن کو تمہارے پاس ضرورت لے کر آئے۔ میں اس کی پریشانی کا عوض اس کے چہرے کی توجہ سے ادا نہیں کر سکتا، پس سوال کرنے سے پہلے اس کی ضرورتوں کو پورا کرو"۔[2]

اخوت کی حدود:

مذہب اسلام ایک آسان، معتدل اور افراط و تفریط سے پاک دین ہے، اس کی تمام تعلیمات خواہ وہ عقائد سے متعلق ہوں یا عبادات سے، معاملات سے تعلق رکھتی ہوں یا معاشرت سے، عدل وانصاف اور میانہ روی پر مبنی ہیں۔ نہ ان میں افراط ہے کہ عمل کرنے والا تنگ دلی کا شکار ہو جائے اور نہ تفریط و جفا ہے کہ صاحب حق کا حق ادا نہ ہو سکے بلکہ ہر میدان میں ایک درمیانی اور معتدل راہ ہے۔ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں اس پر کثیر دلائل موجود ہیں۔ ایک بار رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"یقینا دین آسان ہے اور جو دین میں بے جا سختی کرتا ہے تو دین اس پر غالب آجاتا ہے نتیجتاً دین میں بلا وجہ زیادہ سختی کرنے والا دین میں زیادہ شاخیں اور راستے ہونے کی وجہ سے دین کے تقاضوں پر عمل کرنے سے عاجز رہ جاتا ہے اور کچھ ہی دنوں میں تنگ دل ہو کر پسپائی اختیار کر لیتا

[1]۔ امام غزالی، ابو حامد محمد بن احمد، کیمیائے سعادت، تلخیص و ترجمہ: شاہد زبیر (ملتان: بیکن بکس، 2005ء) ص:109-107۔

[2]۔ ابن الجوزی، عبد الرحمن، **كتاب البر والصلة** (بیروت: موسسہ الرسالۃ، 1402ھ) ص:208۔

ہے، لہٰذا تم سیدھے راستے پر رہو، صبح وشام اور کچھ حصہ رات کو عبادت کرو، میانہ روی اختیار کرو، منزل مقصود کو پہنچ جاوگے"۔[1]

دیگر تمام معاملات کی طرح اخوت میں بھی حدّ اعتدال ضروری ہے۔ اسلامی اخوت کے بے شمار فوائد اور اہمیت کے پیش نظر بہت سے لوگ رشتہ مواخات میں کسی قسم کی حدود و قیود کے پابند نہیں ہوتے۔ اور بھائی کے سامنے اپنے سب راز بیان کر دیتے ہیں۔ لیکن احادیث مبارکہ کے مطابق اخوت کا رشتہ انتہائی گہرا وپاکیزہ ہونے کے باوجود ایک دائرہ میں محدود ہے، پس جس کسی میں یہ حدود یا ان کا کوئی حصہ پایا جائے وہ اخوت کے لائق ہے اور اگر یہ حدود یا ان میں سے کچھ اس میں نہ پائے جائیں تو ایسے شخص کو ہرگز اپنا بھائی نہیں سمجھنا چاہیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

((وَخَيْرُ الْأَعْمَالِ أَوْسَطُهَا))[2]

"تمام چیزوں میں درمیانہ درجہ بہتر ہوتا ہے"۔

سیدنا ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((أَحْبِبْ حَبِيبَكَ هَوْنًا مَا عَسَى أَنْ يَكُونَ بَغِيضَكَ يَوْمًا مَا، وَأَبْغِضْ بَغِيضَكَ هَوْنًا مَا عَسَى أَنْ يَكُونَ حَبِيبَكَ يَوْمًا مَا))[3]

"اپنے دوست سے ایک حد تک ہی محبت کرو، ممکن ہے کبھی وہ تمھارا سخت دشمن بن جائے اور اپنے دشمن سے نفرت بھی ایک حد تک کرو، ممکن ہے کسی دن وہ تمھارا دوست بن جائے"۔

اسی طرح سیدنا سیدنا لقمان علیہ السلام اپنے فرزند سے فرماتے ہیں:

((یا بنی! استعذ باللہ من شرار الناس وکن من خیارھم علی حذر))[4]

"اے بیٹے! برے لوگوں سے اللہ کی پناہ مانگو اور اچھے لوگوں سے بھی ہوشیار رہو"۔

اس حدیث مبارکہ میں محبت اور نفرت، جو ایک اجتماعی اور معاشرتی مسئلہ ہے، کے حوالے سے اعتدال ومیانہ روی کی تعلیم دی گئی ہے۔ اسی طرح بھائی سے میل ملاپ اور اس کے ہاں آنے جانے میں بھی میانہ روی رکھنی چاہیئے۔ نہ زیادہ جائے کہ اکتاہٹ ہونے لگے اور نہ اتنا کم کرے کہ تعلق کم ہونے لگے۔

---

[1] ۔بخاری، صحیح البخاری، کتاب الایمان ،باب الدین یسر، ح:39۔

[2] ۔بیہقی، شعب الایمان، کتاب الصیام، باب القصد فی الصوم، ح:3604

[3] ۔ترمذیؒ، سنن الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی الاقتصاد فی الحب۔۔، ح:1997۔(صحیح)

[4] ۔احمد بن محمد اندلسی، العقد الفرید، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2006ء)3/152۔

عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ ہم کسی سے رشتہ مواخات سے منسلک ہوتے ہیں تو اس بارے میں اخلاقی و شرعی حد کو ملحوظ نہیں رکھتے بلکہ اس سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر:

1. ایک شخص کسی سے بھائی چارگی کرتا ہے تو اس کے سامنے اپنی بہت سی ایسی خفیہ باتیں جو محض راز کی حیثیت رکھتی ہیں ظاہر کر دیتا ہے جس کا انجام بعد میں برا نکلتا ہے۔
2. کسی سے گہرا تعلق قائم ہونے کی صورت میں گھر کے محارم سے پردہ اٹھ جاتا ہے جس کا نتیجہ بعد میں غیر شرعی تعلقات کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور یہی چیز بھائیوں کی باہمی لڑائی اور سخت دشمنی کا سبب بنتی ہے اور معاملہ قتل وقتال تک پہنچ جاتا ہے۔
3. کسی سے تعلق قائم ہوا تو لین دین میں شرعی حد کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا، نہ ہی احتیاط کا پہلو سامنے رکھا جاتا ہے، نتیجتاً یہی چیز اختلافات کا سبب بن جاتی ہے۔
4. کچھ لوگ محبت واخوت میں یہ چاہتے ہیں کہ ان کا بھائی ہر ہر بات میں ان کا ہم خیال رہے لہٰذا اپنے مزاج کے خلاف کسی بھی بات پر فوراً ٹوک دیتے اور اعتراض کر دیتے ہیں۔ اس طرح اختلاف کی صورت میں بہت سے لوگ ایسا کام کر گزرتے ہیں جو بعد میں حسرت وافسوس کا سبب بن جاتا ہے۔

ان تمام خرابیوں سے بچنے کے لئے احادیث مبارکہ میں یہ تاکید فرمائی گئی ہے کہ اگر کسی سے محبت کرو تو اس میں ایک حد تک باقی رہو اور اعتدال کو مد نظر رکھو، اس قدر افراط وغلو سے کام نہ لو کہ انتہا کو چھو لو کیونکہ کسی چیز کے انتہا و کمال کے بعد اس کا تنزل وزوال شروع ہوتا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ تقلبات زمانہ کی وجہ سے، یا شیطان کے آپس میں فساد ڈالنے کی وجہ سے اگر محبت نفرت میں اور اتفاق اختلاف میں بدل جائے تو کف افسوس ملنا پڑے۔

یہ معاملہ صرف اخوت ومحبت کی حد تک نہیں ہے بلکہ دشمنی ونفرت میں بھی عقلی وشرعی حدود کو پار نہیں کرنا چاہئے، بلکہ اختلاف کو بھی ایک حد تک رہنے دینا چاہئے، برائی کا جواب برائی یا اس سے بڑی برائی سے دینا قطعاً مناسب نہیں کیونکہ بہت ممکن ہے کہ وہی شخص جو آج تمہارا دشمن ہے کل تمہارا بھائی بن جائے تو تمھیں اپنے کئے پر پشیماں ہونا پڑے، اللہ مقلب القلوب کی قدرت سے یہ بات بعید نہیں ہے کہ دشمن کے دلوں کو بھائی کا دل بنا دے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿عَسَى ٱللَّهُ أَن يَجۡعَلَ بَيۡنَكُمۡ وَبَيۡنَ ٱلَّذِينَ عَادَيۡتُم مِّنۡهُم مَّوَدَّةٗۚ وَٱللَّهُ قَدِيرٞۚ وَٱللَّهُ غَفُورٞ رَّحِيمٞ﴾[1]

"کیا عجب کہ عنقریب ہی اللہ تعالیٰ تم میں اور تمھارے دشمنوں میں محبت پیدا کر دے، اللہ کو

---

[1]۔ الممتحنہ (60):7۔

سب قدرتیں ہیں اور اللہ بڑا غفور رحیم ہے"۔

دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ﴾[1]

"برائی کو بھلائی سے دفع کرو، پھر وہی جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے ایسا ہو جائے گا جیسے دلی دوست"۔

امام حسن بصریؒ[2] فرماتے ہیں:

"محبت بھی ایک حد تک ہونی چاہئے اور دشمنی بھی، اس لئے کہ کچھ لوگوں نے محبت کی تو ایسی کی کہ اس میں ہلاک ہو گئے اور کچھ لوگوں نے دوسروں کی نفرت میں افراط سے کام لیا تو اس میں ہلاک ہو گئے۔ اور اپنے بھائی کا کوئی عیب دیکھو تو اسے ظاہر مت کرو"[3]

محبت اور نفرت میں اعتدال:

محبت و نفرت بھی انسان کی شخصیت کے اہم پہلو ہیں۔ ہم بہت سی چیزوں کو پسند یا ناپسند کرتے ہیں۔ یہی جذبے کچھ شدت اختیار کر کے محبت اور نفرت اور پھر اس سے بھی بڑھ کر عشق اور شدید نفرت کی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔ یہ جذبے اپنی فطری حدود سے تجاوز کر جائیں تو انسان کی شخصیت کو بری طرح مسخ کر کے اس کی زندگی اجیرن کر دیتے ہیں۔

ان جذبوں کو اپنی حدود میں رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کی صحیح سمت کا تعین کیا جائے۔ انسان کی محبت کا محور و مرکز اللہ تعالیٰ کی ہستی ہونا چاہئے جس نے اسے پیدا فرمایا اور اس کی ہر ہر ضرورت کا ایسا خیال رکھتا ہے جو اور کوئی نہیں رکھ سکتا۔ بعض انسان بڑے ناشکرے ہوتے ہیں اور وہ اپنے رب کے ساتھ شریک بنا کر ان سے محبت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمِنَ ٱلنَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمۡ كَحُبِّ ٱللَّهِۖ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِۗ﴾[4]

---

[1]۔ الفصلت (41):34۔

[2]۔ موصوفؒ مشہور تابعی ہیں جو مدینۃ المنورہ میں 21ھ کو پیدا ہوئے اور بصرہ میں 110ھ کو وفات پائی، آپؒ اپنے زمانہ کے مشہور محدث اور مفسر قرآن تھے۔

[3]۔ بغوی، محیی السنۃ حسین بن مسعود، شرح السنۃ، (بیروت:، المکتب الاسلامی، 1983ء) 12/65۔

[4]۔ البقرۃ (2):165۔

"انسانوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو اللہ کے ساتھ کچھ شریک بنا لیتے ہیں اور ان سے ایسے محبت کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ سے کرنا چاہئے، (ان کے برعکس) اہل ایمان اللہ تعالیٰ سے شدید محبت کرتے ہیں"۔

اللہ تعالیٰ سے محبت ہی کی اہم ترین شکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے بندے اور آخری رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے بغیر ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔ اسی محبت کی ایک اور شاخ آپ کے اہل بیت علیہم السلام اور آپ کے اصحابؓ کی محبت ہے جس کا کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا لیکن اس معاملے میں بھی ہر قسم کے غلو سے اجتناب کرنا چاہئے۔ جب انسان اپنی محبت کا رخ اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل علیہم السلام اور اصحابؓ کی طرف موڑ دے تو پھر اسے دُنیاوی محبتوں سے نجات مل جاتی ہے۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ والدین اور بیوی بچوں سے محبت نہیں کرنی چاہئے۔ یہ محبتیں بھی انسان کی فطرت میں داخل ہیں۔ لیکن ان سب محبتوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے تابع ہونا چاہئے۔

یہی حال نفرت کے جذبے کا ہے۔ جب نفرت کے جذبے کو غلط استعمال کیا جائے تو انسان تخریب کار اور دہشت گرد بن جاتا ہے اور اپنے جیسے انسانوں کے خون میں ہاتھ رنگنے لگتا ہے۔ اس کا صحیح استعمال یہ ہے کہ اسے برائیوں کے خلاف نفرت میں تبدیل کر دیا جائے۔ ایک بندۂ مومن کے نزدیک کفر اور فسق و فجور کی طرف جانا آگ میں جل جانے سے زیادہ قابل نفرت ہونا چاہئے۔ اسی چیز کا ہمارے دین میں تقاضا کیا گیا ہے۔

محبت اور نفرت میں اعتدال کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی زندگی میں ایسے بھائیوں کا انتخاب کیجئے جو محبتیں پھیلانے والے، نفرت سے دور بھاگنے والے اور اصلاح نفس کے ساتھ ساتھ بھائی کی اصلاح کرنے والے ہوں۔

سیدنا علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں:

﴿الصديق الصدوق من نصحک فی عیبک﴾[1]

"سچا اور مخلص دوست وہ ہے جو تمہارے نقص و عیب کی اصلاح کے لئے تمہیں نصیحت کرے"۔

پس جیسے ہی تمہارے اندر کوئی عیب دیکھے تمہیں اس سے آگاہ کرے اور اسے دور کرنے کی کوشش کرے۔ کیونکہ مخلص بھائی کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کا بھائی ہر طرح کے عیب سے پاک ہو۔ اپنے بھائیوں کے ساتھ صادقانہ برتاؤ

---

[1]۔ رفعت عبد المطلب فوزی، صحیفه علی بن ابی طالب عن رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم (دار السلام، 1986ء)، ص:33۔

کے سلسلہ میں سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((المؤمِنُ مرآةُ المؤمِنِ، والمؤمِنُ أخو المؤمن: يكُفُّ عليه ضَيْعَتَه، ويَحُوطُه مِن وَرائه))[1]

"مومن اپنے برادر مومن کا آئینہ ہے، اس کے پیٹھ پیچھے اس کا خیر خواہ ہوتا ہے اور اس کی موجودگی میں جو چیز اس کے لئے نازیبا ہوتی ہیں انھیں اس سے دور کرتا ہے"۔

امام حسن بصریؒ[2] فرماتے ہیں:

"مومن اپنے بھائی کے لئے آئینہ ہے۔ اگر وہ اس میں کوئی ناپسند بات دیکھتا ہے تو اس کی اصلاح کر دیتا ہے اور اس کو بالکل سیدھا کر دیتا ہے اور چھپی اور ظاہری حالت میں اس کو مقید رکھتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے"۔[3]

آئینہ کی خصوصیات یہ ہیں کہ وہ بے لوث اور بے غرض ہوتا ہے، اشیاء کو بڑا بنا کر نہیں دکھاتا، خود انسانوں کو ان کے عیوب دکھاتا ہے تاکہ وہ انہیں دور کرنے کی کوشش کریں۔ مراد یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو اپنے بھائی کے اندر دیکھے۔ یعنی بعض اوقات آپ کا بھائی آپ کے بارے میں کچھ ایسی چیزوں کو جانتا ہے جن سے خود آپ بھی واقف نہیں ہوتے۔ بالکل اسی طرح جیسے آپ کے چہرے کی خوبصورتی جسے آپ خود نہیں دیکھ سکتے، آئینہ دکھا دیتا ہے۔ لیکن آئینہ بھی کسی کے عیب کو اس وقت بیان کرتا ہے جب وہ خود گرد و غبار سے پاک وصاف ہو۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ رشتہ اخوت میں منسلک ہوتے ہوئے کچھ معیار اور اخلاقی حدود پیش نظر رکھی جائیں۔ ممکن ہے غلط بھائی کا انتخاب دنیاوی واخروی زندگی کے لئے ندامت کا سبب بن جائے۔ کیونکہ اکثر موقعوں پر دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ اخلاقی انحراف اور برائی کے شکار ہوئے ہیں، وہ رزائل اخلاق سے لبریز بھائیوں اور دوستوں کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی وجہ سے ہی ہوئے ہیں۔

نیز یہ بھی واضح ہو کہ اخوت کے سلسلہ میں جو شرائط (ایمان، تقوی، عقل وشعور، عمدہ اخلاق، نیکی اور سنت کی پابندی وغیرہ) بیان کی گئی ہیں وہ جس طرح سامنے والے میں ہونا ضروری ہیں، بالکل اسی طرح ہمارے اندر بھی ہونی چاہئیں، اور اگر نہیں ہیں تو اپنے اندر ایجاد کی جانی چاہئیں تاکہ ہم بھی کسی کے لئے اچھے بھائی ثابت ہو سکیں۔ ایک مسلمان

---

[1]۔ ابوداود، سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی النصیحة، ح:4918، (اسنادہ حسن)

[2]۔ موصوفؒ مشہور تابعی ہیں جو مدینۃ المنورہ میں 21ھ کو پیدا ہوئے اور بصرہ میں 110ھ کو وفات پائی، آپؒ اپنے زمانہ کے مشہور محدث اور مفسر قرآن تھے۔

[3]۔ ابن ابی الدنیاؒ، کتاب الاخوان، (بیروت: المکتبۃ العصریہ، 2006ء) ص:131۔

بھائی کو دوسرے بھائی کے لئے ہمہ وقت جذبہ ایثاراور اخلاص سے ہمکنار ہو کر اس کی خوشی و غمی میں ایسے ساتھ دینا چاہئے جیسے ایک مضبوط دیوار میں اینٹیں ایک دوسرے کا ساتھ دیتی ہیں اور اسی چیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((المؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ))[1]

" ایک مومن ددوسرے مومن کے لئے ایک عمارت کی مانند ہے ، عمارت کے بعض حصے دوسرے حصے کو مضبوط بناتے ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں پیوست فرمادیں"۔

لہذا مسلمانوں کو اخوت اسلامی کی بنیاد پر ایک دوسرے کے حقوق و فرائض کا خاص خیال رکھنا چاہئے اور معاملات میں اعتدال ومیانہ روی کو اپناتے ہوئے باہمی تعلقات کو ہمیشہ کے لئے استوار رکھنا ہو گا۔

[1]۔ بخاری، صحیح البخاری، کتاب المظالم والغضب، باب نصر المظلوم، ح:2436۔

باب دوم

اخوت اسلامی کے فروغ کیلئے اسوۂ حسنہ سے بنیادی محرکات

فصل اول: انبیائے سابقین ؑ کی سیرت سے اخوت کے محرکات

فصل دوم: عہد رسالت ﷺ میں اخوت کے محرکات

فصل سوم: عہد خلافت راشدہ میں اخوت کے محرکات

فصل اول

انبیائے سابقین علیہم السلام کی سیرت سے اخوت کے محرکات

انبیاء سابقینؑ میں حقیقی اور نسبی اخوت (مثلاً: حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ) کے علاوہ اپنے متبعین کے ساتھ ہمدردی، خیر خواہی اور ایثار کی بنیاد پر بھی اخوت جیسا مخلص رشتہ تھا جس کے کئی اہم محرکات تھے جن کو ذیل میں اختصار کے ساتھ درج کیا جاتا ہے:

1۔ فسق وفجور سے نفرت:

فاسق وفاجر اور بد کردار لوگوں کی صحبت دل کو روحانی بیماریوں کا مریض بنا دیتی ہے، انسان طرح طرح کے وساوس اور اوہام میں گھر جاتا ہے۔ دل ہمیشہ مضطرب اور بے چین رہتا ہے۔ نتیجتاً دین و دنیا دونوں برباد ہو جاتے ہیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی نے بھی فاسق قوم سے علیحدگی کی درخواست کی کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ ارض مقدس میں داخل ہو جائیں تو انہیں فتح مل جائے گی، مگر اس کے باوجود انہوں نے انکار کر دیا اور کہنے لگے:

﴿ قَالُواْ يَٰمُوسَىٰٓ إِنَّا لَن نَّدۡخُلَهَآ أَبَدٗا مَّا دَامُواْ فِيهَا فَٱذۡهَبۡ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَٰتِلَآ إِنَّا هَٰهُنَا قَٰعِدُونَ﴾[1]

"اے موسیٰ! جب تک وہ وہاں ہیں ہم تو ہر گز اس شہر میں داخل نہیں ہوں گے۔ اس لئے تم اور تمہارا پروردگار جا کر ان سے لڑ بھڑ لو، ہم یہاں بیٹھے ہیں"۔

ان کی اس گستاخی اور اللہ کی نافرمانی پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے یوں دعا فرمائی:

﴿رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي وَأَخِي فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ﴾[2]

"الٰہی! مجھے تو بجز اپنے اور اپنے بھائی کے کسی اور پر کوئی اختیار نہیں، پس تو ہم میں اور ان نافرمانوں میں جدائی ڈال دے"۔

اسی طرح سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی قوم نے جب ان کی دعوت ٹھکرا دی تو انہوں نے اپنی اس بے دین قوم سے علیحدگی کا فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1]۔ المائدۃ(5):24۔

[2]۔ المائدۃ(5):25۔

﴿وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَأَدْعُو رَبِّي عَسَى أَلَّا أَكُونَ بِدُعَاءِ رَبِّي شَقِيًّا ﴾[1]

"میں تو تمہیں بھی اور جن جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو انہیں بھی، سب کو چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ صرف اپنے پروردگار کو پکارتا رہوں گا، مجھے یقین ہے کہ میں اپنے پروردگار سے دعا مانگنے میں محروم نہ رہوں گا"۔

سیدنا داود علیہ السلام بھی اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے:

" اے اللہ! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں ایسے مکّار اور فریبی دوست سے جس کی آنکھوں سے میرے لئے محبت ٹپکتی ہو جبکہ اس کے دل میں میرے لئے کینہ اور نفرت چھپی ہو، جو میری کوئی خوبی دیکھے تو چھپالے اور میری کوئی برائی دیکھے تو اس کا چرچا کر دے"۔[2]

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے سیدنا داود علیہ السلام سے فرمایا:

((أ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَوْحَى إِلَى دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ: «يَا دَاوُدُ، لَا تَجْعَلْ بَيْنِي وَبَيْنَكَ عَالِمًا مَفْتُونًا بِالدُّنْيَا فَيَصُدَّكَ عَنْ طَرِيقِ مَحَبَّتِي، فَإِنَّ أُولَئِكَ قُطَّاعُ طَرِيقِ عِبَادِي الْمُرِيدِينَ، إِنَّ أَدْنَى مَا أَنَا صَانِعٌ بِهِمْ أَنْ أَنْزِعَ حَلَاوَةَ الْمُنَاجَاةِ مِنْ قُلُوبِهِمْ))[3]

" اے داود علیہ السلام! میرے اور اپنے درمیان ایسے عالم کو واسطہ قرار نہ دینا جو دنیا پر فریفتہ ہو چکا ہو۔ وہ تجھے میری محبت کی راہ سے ہٹا دے گا۔ بے شک ایسے لوگ میری تلاش میں نکلنے والوں پر ڈاکہ ڈالنے والے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے میری سب سے کم سزا یہ ہے کہ ان کے دل سے اپنی مناجات کی شیرینی چھین لیتا ہوں"۔

2۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں معاونت:

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی کا لحاظ رکھتے ہوئے ہمیشہ سچے اور مخلص لوگوں کو اپنا بھائی بنائیں اور جب وہ کسی مسئلے میں آپ سے بات کریں تو آپ ان کی تائید کریں اور کبھی بھی ان کی باتوں کی تکذیب نہ کریں۔ اگر چاہنے والوں کی جانب سے کوئی ناپسندیدہ بات آپ تک پہنچے اور وہ یہ کہے کہ اس نے یہ بات نہیں کی تو اسے قبول کر

---

[1]۔ المریم (19):48۔

[2]۔ ابن ابی الدنیاؒ، موسوعة الامام ابن ابی الدنیا، ص:124۔

[3]۔ ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ، جامع بیان العلم وفضله (المملكة العربية السعودیہ، دار ابن الجوزی، 1994ء) باب ذم الفاجر۔۔، ح:1175۔

لیں کیونکہ یہی بات اس کی طرف سے توبہ ہے۔ ایک اثر کچھ ملتا ہے، کہ سیدنا لقمان علیہ السلام سے ایک دفعہ شاگرد نے پوچھا:

"کیا وجہ ہے کہ آپ کا ایک شخص بھی مخالف نہیں؟ آپ نے جواب دیا: میں کبھی کسی کے خیال کی تردید نہیں کرتا، اس لئے سب لوگ مجھ سے بات کرکے خوش ہوتے ہیں۔ شاگرد نے دریافت کیا: کیا آپ کبھی کسی کے غلط خیال کی بھی تردید نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا: میں جب کسی کو غلط خیال میں مبتلا دیکھتا ہوں تو اس پر اعتراض کرنے کی بجائے بڑی ایمانداری کے ساتھ اوّل یہ سوچتا ہوں کہ اس کے غلطی میں مبتلا ہونے کا سبب کیا ہے؟ پھر اس بات پر غور کرتا ہوں کہ جن حالات سے اس کو سابقہ ہے، انہیں حالات سے مجھے بھی سابقہ ہوتا اور جو رجحانات اس کے ہیں، وہی رجحانات میرے بھی ہوتے تو اس وقت میں بھی اس کی طرح اس غلطی میں مبتلا ہو جاتا یا نہیں؟ ایسا سوچنے کے بعد میں ہمیشہ اس نتیجے پر پہنچتا ہوں کہ اس کی جگہ میں ہوتا تو یقیناً اس غلطی میں مبتلا ہو جاتا۔ پھر میں اس کے رجحانات اور میلان طبع کا لحاظ رکھتے ہوئے، دوستانہ لہجے میں اسے اس کی غلطی سے آگاہ کر دیتا ہوں"۔[1]

ہمیشہ خوش بیانی اور اشارے کی زبان سے بھائیوں کو ان کی غلطی پر متنبہ کرنا چاہیئے۔ مودبانہ اور درخواست کے لہجے میں کہی گئی بات کو سہنا آسان ہوتا ہے۔ انسان اپنے دل میں اس کے متعلق کوئی ناگواری محسوس نہیں کرتا، راضی خوشی اس پر عمل کرلیتا ہے۔ اوّل تو ایسے لوگوں سے تعلق رکھنا چاہیئے جن کی تکذیب کی نوبت ہی نہ آئے۔
رشتہ مواخات سے منسلک احباب کی نصرت و تائید حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کو یہ محسوس ہو کہ یہ انہی کا خیال ہے۔ ڈھائی ہزار سال قبل چین کے ایک فلسفی نے کہا تھا:

"سینکڑوں چشمے پہاڑوں سے آکر سمندر میں اس لئے اپنی ہستی کو کھو دیتے ہیں کہ دریا اور سمندر ان سے کہیں زیادہ بڑے ہوتے ہوئے بھی ان کے مقابلے میں پست رہنا پسند کرتے ہیں"۔[2]

اسی سے ملتی جلتی بات ایک عرب شاعر نے بھی کہی:

"اگر تو چاہتا ہے کہ اوروں کا پیشوا بنے تو انہیں آگے بڑھا کر خود ان کے پیچھے پیچھے چل"۔[3]

---

[1] ۔ ابوالفتح محمد بن علی کراجکی، **معدن الجواہرو ریاضۃ الخواطر**، (تہران: المکتبۃ المرتضویۃ، 1394ھ) ص:81۔

[2] ۔ امروہوی، دوست بنو دوست بناو، ص:47۔

[3] ۔ امروہوی، دوست بنو دوست بناو، ص:48۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ اپنے چاہنے والوں کا دل میلا کیے بغیر انہیں اپنا ہم خیال بنالیں تو پہلے ان کے رجحانات اور میلان طبع کو سمجھیں اور پھر اپنے افکار کو دل نشیں انداز میں ان کے سامنے پیش کریں۔ نیز گفتگو ہمیشہ ایسے لفظوں سے شروع کریں جن کے جواب میں مخاطب کو ہمیشہ 'ہاں' کہنا پڑے۔ اس طرح آپ بھائیوں کی تائید بھی حاصل کرلیں گے اور وہ یہ محسوس کریں گے کہ گویا یہ انہی کا خیال ہے اور انبیاء سابقینؑ نے رشتہ مواخات کو فروغ دینے کے لئے یہی چیز اپنے عمل سے پیش کی تھی۔

3۔ زیارت اور ملاقات:

رشتہ مواخات سے منسلک ہونے کے بعد اپنے بھائی سے دیرپا تعلق اور محبت کے بنیادی تقاضوں میں سے ایک 'زیارت اور ملاقات' ہے کہ اپنے بھائی سے ملاقات کرے، اس سے دلنشیں گفتگو کرے اور اس کے پاس بیٹھے۔ نفسیات کا ابتدائی طالب علم بھی جانتا ہے کہ چاہنے والوں سے ملاقات کرنے سے جہاں اپنے دل کو خوشی اور فرحت محسوس ہوتی ہے، وہیں ان کے چہرے بھی ہشاش بشاش ہو جاتے ہیں اور وہ لوگ یہ محسوس کرتے ہیں کہ اس کائنات میں ہم سے محبت کرنے والے بھی بہت ہیں۔

سیدنا عبد اللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں:

> "پہلے زمانے میں جب ایک آدمی دوسرے سے ملتا تھا تو یوں لگتا تھا جیسے وہ اپنے سگے بھائی سے مل رہا ہے، لیکن آج یہ حال ہے کہ جب ایک آدمی دوسرے آدمی سے ملتا ہے تو یوں لگتا ہے جیسے کسی دشمن سے مل رہا ہے"۔[1]

بھائی چارے کی سب سے بڑی علامت یہی ہے کہ انسان اپنے بھائی کی زیارت کرے اور اس کے گھر جا کر اس کی احوال پرسی کرے۔ اس سے اس کے دل میں الفت پیدا ہوتی ہے۔ بلکہ اپنے چاہنے والوں سے گاہے بگاہے ملاقات کے لئے جانا ان سے سچی محبت اور قلبی کشش کی دلیل ہے، جس سے مواخات کا رشتہ زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے۔

4۔ حصول بصیرت و حکمت:

مسلمانوں کا باہمی تعلق تقویٰ و پرہیز گاری کی بنیاد پر استوار ہوتا ہے۔ یہ ایسا رابطہ ہے جو انسان کے افکار و خیالات کو صراط مستقیم پر رکھتے ہوئے انسان کے لئے بصیرت و حکمت کے چشمے کھول دیتا ہے۔ اور اسی بصیرت و حکمت کا حصول اہل اللہ کا اصل مطمع نظر ہے جس کے حصول کے لئے وہ ایک دوسروں سے رشتہ اخوت میں منسلک ہوتے ہیں۔

---

[1]۔ ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن مبارک، **کتاب الزھد**، ترجمہ، لجنۃ المصنفین، (لاہور: بیت العلوم، سن ندارد) ص:74۔

واضح رہے کہ اگر انسان متقی اور پرہیز گار ہو اور اس کی زندگی پرہیز گاری و تقویٰ پر مبنی ہو تو ایسا شخص یقیناً اپنے بھائی کو حکمت و دانائی اور بصیرت کی ناصحانہ انداز میں بہترین راہنمائی کرے گا۔ کیونکہ دین ہے ہی خیر خواہی کا نام، جس میں ایک مومن و متقی انسان اپنے بھائی کی خیر خواہی کرتے ہوئے ہمیشہ ایثار سے کام لے گا۔ سیدنا جریرؓ روایت کرتے ہیں:

((بَايَعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ))[1]

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اور میں نماز قائم کروں گا، زکوٰۃ ادا کروں گا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات سنوں گا، اطاعت کروں گا اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کروں گا"۔

اسی بنا پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بھائی چارہ تقویٰ الٰہی کی بنیاد پر استوار ہو کیونکہ جن روابط و تعلقات کی بنیاد تقویٰ و پرہیز گاری پر قائم ہو، ان کا آغاز اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہوتا ہے اور وہ اسلامی عقائد پر استوار ہوتے ہیں۔ لہٰذا جب انسان تقویٰ کے راستے پر گامزن ہو گا گویا اس نے اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی کو تھاما ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی تعلق کو قیامت تک باقی رہنے والا تعلق کہا ہے کیونکہ دنیا میں قائم ہونے والے ایسے بھائی چارے جن کی بنیاد اللہ تعالیٰ پر ایمان اور تقویٰ و پرہیز گاری ہو وہ اپنا حقیقی مقام روزِ قیامت ہی دیکھ سکیں گی کیونکہ آخرت رضوانِ اکبر اور الٰہی نعمتوں کا گھر ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جس کے بارے میں قرآن کریم میں یوں ارشاد ہوا ہے:

﴿الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ﴾[2]

"دوست سب اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیز گار لوگ ایسے نہ ہوں گے"۔

یعنی صرف اہلِ تقویٰ کی تعلق داری باقی اور جاویدانی ہو گی۔ کیونکہ متقین کی دوستی و اخوت ناقابلِ زوال اور قوی بنیادوں کی حامل ہے جو نہ صرف موت کی وجہ سے ختم نہیں ہوتی بلکہ جس طرح اس دنیا میں ان کے درمیان محبت ہو گی اسی طرح سے یہ محبت آخرت میں بھی ان کے درمیان باقی رہے گی۔ روز قیامت با ایمان اور با تقویٰ بھائیوں کے جنت میں مل بیٹھنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

[1]۔ بخاری، صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب هل يبيع حاضر لباد بغير اجر، ح:2157۔

[2]۔ الزخرف (43):67۔

﴿وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَى سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ ﴾[1]

"اور ان کے دلوں میں جو کچھ رنجش و کینہ تھا، ہم سب کچھ نکال دیں گے، وہ بھائی بھائی بنے ہوئے ایک دوسرے کے آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے"۔

درحقیقت جن لوگوں کے دلوں میں دوسروں کے لئے کینہ و کدورت نہیں اور جو بندگانِ الٰہی سے صرف اللہ کے لئے محبت کرتے ہیں وہی حقیقی مومن ہیں۔ سیدنا ابو امامہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ أَحَبَّ لِلَّهِ، وَأَبْغَضَ لِلَّهِ، وَأَعْطَى لِلَّهِ، وَمَنَعَ لِلَّهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ))[2]

"جس نے اللہ کے لیے محبت کی اور اللہ کے لیے دشمنی، اللہ کے لیے دیا اور اللہ کے لیے نہ دیا تحقیق اس کا ایمان مکمل ہو گیا"۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسے معاشرے کی تشکیل پر زور دیا ہے جس کی بنیاد ایثار، خیر خواہی، رواداری، وغیرہ کی بنیاد پر ہو جیسا کہ مواخات مدینہ سے واضح ہوتا ہے۔ نیز صحبت صالحہ کو اپنانے کی تلقین فرمائی ہے۔ امام محاسبیؒ[3] متقی، نیک اور دنیا سے بے رغبتی کرنے والے علماء کی صفات بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"ان جیسا عمل اختیار کرو، ان جیسوں کے ساتھ رہو، ان کے نقش قدم پر چلو اور ان کے اخلاق سیکھو کہ یہ ایک محفوظ خزانہ ہیں"۔[4]

علماء اور اہل بصیرت کی صحبت سے دل میں اطمینان، سکون، راحت، ٹھہراو، بھائی چارگی اور محبت پیدا ہوتی ہے اور اخلاق عالیہ مثلاً: صبر، حلم، تواضع، خشیت وغیرہ کی تعلیم ملتی ہے۔ برائی سے بچنے کا موقع ملتا ہے، نیز انسان کو انقلابات زمانہ کی سمجھ اور فہم حاصل ہوتا ہے اور سیرت پذیری کا موقع ملتا ہے۔ اسی لئے انبیائے سابقینؑ نے علماء کی رفاقت اور صحبت پر زور دیتے ہوئے اپنے اہل و اعیال اور متبعین کو ان کی مجلس اختیار کرنے کی تلقین کی ہے۔ جہاں سے انسان کو قلبی بصیرت اور حکمت و دانائی حاصل ہوتی ہے۔

---

[1]۔ الحجر (15):47۔

[2]۔ ابن ابی شیبہ، **المصنف لابن ابی شیبه، کتاب الزهد**، ح:34730۔ (صحیح)

[3]۔ موصوف مشہور قول کے مطابق 170ھ کو بصرہ میں پیدا ہوئے اور 243ھ کو فوت ہوئے۔ آپؒ اپنے زمانہ کے مشہور محدث، صوفی اور متکلم تھے۔ آپؒ کی کم و بیش دو سو کے قریب تالیفات ہیں جن میں سب سے زیادہ شہرت آپ کی کتاب "الرعایۃ لحقوق اللہ" کو ہوئی۔

[4]۔ محمد یاسر المسدی، **حاسبوا انفسکم**، ترجمہ: مولوی محمد صادق شبیر (کراچی: ادارہ دعوت و تبلیغ، 2013ء) ص:49۔

5۔ سیرت، تعلیمات اور منہج میں موافقت:

بلاشبہ مواخات کے نتیجہ میں پروان چڑھنے والا تعلق انسان کے عقائد و نظریات، اخلاق و کردار، عادات و اطوار حتیٰ کہ لباس، تراش خراش اور انداز گفتگو تک کو متاثر کرتا ہے۔ لہٰذا حکم یہ ہے کہ رشتہ مواخات صرف نیک، پرہیز گار اور دیندار لوگوں سے قائم کیا جائے، کیونکہ نیک لوگوں کی رفاقت انسان کو نیکی کی طرف لے جائے گی اور نیکی جنت کی طرف لے جانے والی ہے۔ جبکہ بے دین اور فاسق و فاجر لوگوں کی صحبت سے منع کیا گیا ہے۔ بے دین اور فجار سے اخوت انسان کو گناہ کی طرف لے جائے گی اور گناہ جہنم میں داخلے کا باعث ہے۔ امام ابو الحسن ماوردیؒ[1] لکھتے ہیں:

"عام طور پر لوگوں میں دوستانہ تعلقات دو طرح کے ہوتے ہیں۔ اتفاقی طور پر اور با قاعدہ طور سے قصد و ارادے کے ساتھ۔ البتہ پہلی قسم کے تعلقات عموماََ زیادہ کامیاب رہتے ہیں، کیونکہ یہ ایسے اسباب سے پیدا ہوتے ہیں جو بھائی چارے ہی کی دعوت دیتے ہیں اور وہ تعلقات جن کو با قاعدہ طور پر قائم کیا جاتا ہے ان کے لئے اسباب بھی ایسے ہوتے ہیں جن کی اتباع کرنی پڑتی ہے۔ اتنی بات ضرور ہے کہ جو دوستی اتفاقی ہوتی ہے وہ دیرپا رہتی ہے اور جو دوستی پیدا کی جاتی ہے وہ دیرپا بھی ثابت نہیں ہوتی"۔[2]

انسانی زندگی میں مختلف لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ ان میں سے کچھ ایسے ہوتے ہیں جن پر اعتماد کیا جاتا ہے، دل خوش ہوتا ہے اور آنکھوں کو ٹھنڈک ملتی ہے۔ کچھ ایسے ہوتے ہیں جن سے صرف دکھ ہی ملتا ہے۔ بظاہر خیر خواہ نظر آتے ہیں لیکن حقیقت میں دشمن ہوتے ہیں، دل میں کینہ رکھتے اور ہمیشہ موقع کی تلاش میں رہتے ہیں۔ ایسے افراد سے ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہیئے۔ ایسے لوگوں کے چنگل میں پھنسنا کھلے دشمنوں سے بدتر ثابت ہوتا ہے۔ اسی لئے ان برے اور سخت مزاج لوگوں کی نشاندہی کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((إنّ الله خَلَق آدمَ مِن قبضةٍ قبضها من جميعِ الأرضِ، فجاءَ بنوآدَمَ على قَدْرِ الأرض: جاء منهم الأحمرُ، والأبيضُ، والأسودُ، وبين ذلك، والسَّهلُ، والحَزْنُ، والخبيثُ، والطَّيِّبُ))[3]

---

[1]۔ موصوف کا مکمل نام ابو الحسن علی بن محمد ہے جو 364ھ کو بصرہ میں پیدا ہوئے اور 450ھ کو بغداد میں فوت ہوئے۔ آپؒ اپنے زمانہ کے مشہور فقیہہ، مفسر، اور ماہر علم الکلام تھے۔

[2]۔ الماوردی، ابو الحسن علی بن محمد بن حبیب، **البغية العليا فی ادب الدنيا والدين**، ترجمہ، مفتی ثناء اللہ محمود (لاہور: بیت العلوم، لاہور) ص:278۔

[3]۔ ابو داؤدؒ، **سنن ابی داود، کتاب السنة، باب فی القدر**، ح:4693۔ (اسنادہ صحیح)

"اللہ تعالیٰ نے ساری زمین سے مٹھی بھر مٹی لی اور اس سے آدم (علیہ السلام) کو پیدا کیا۔ اب آدم (علیہ السلام) کے بیٹے زمین کے مطابق پیدا ہوئے ہیں۔ کوئی سرخ ہے تو کوئی سفید اور کوئی کالا ہے اور کوئی ان کے درمیان درمیان ہے۔ کوئی نرم مزاج ہے تو کوئی درشت۔ کوئی خبیث ہے اور کوئی اچھا"۔

ایک بھائی کے دوسرے بھائی پر بہت زیادہ اثر انداز ہونے کے پیش نظر انسان کو چاہیئے کہ وہ دیکھ بھال کر اپنے بھائی کا انتخاب کرے۔

احنف بن قیسؒ نے اپنے دوست کو لکھا کہ اگر تمہارے پاس موافقت کرنے والا کوئی دوست آئے تو اسے اپنی سماعت اور بصارت کا درجہ دینا، کہ موافقت کرنے والا دوست مخالفت کرنے والے بیٹے سے کہیں افضل اور بہتر ہے۔[1] کیا تم نے نہیں سنا کہ حق تعالیٰ نے سیدنا نوح علیہ السلام سے ان کے بیٹے کے لئے کیا فرمایا تھا: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ﴾[2]

"اے نوح! بے شک یہ تیرے اہل سے نہیں۔ (یہ توناشائستہ افعال ہے)"۔

اس بنا پر مومن انسان کو چاہیئے کہ اپنے لئے ایسے بھائی کا انتخاب کرے، جس کے قلب و روح کی گہرائیوں میں ایمان جاگزیں ہو اور جس سے میل ملاپ اس کے ایمان کی تقویت اور نشو و نما کا باعث ہو۔ تاکہ آپ نے جو راہِ حیات اپنائی ہے آپ کا بھائی اپنے تمام تر اثرات کے ساتھ اس سے مختلف راہِ حیات پیش نہ کرے بلکہ دونوں ایک ہی راہ کے مسافر اور ایک ہی منزل کے راہی ہوں۔ کسی شاعر نے کس قدر اچھی بات کہی ہے:

ابل الرجال اذا اردت اخاء هم   وتوسمن امورهم و تفقد

فاذا ظفرت بذی اللبابة والتقی   فیه الیدین قرین عین فاشدد[3]

"جب میں آدمیوں سے بھائی چارے کا ارادہ کرتا ہوں تو عقل و فراست سے کام لیتے ہوئے میں ان کے معاملات کی خوب چھان بین کرتا ہوں اور انہیں خوب پرکھتا ہوں۔ چنانچہ جب میں عقل مند اور تقویٰ والے لوگوں کی تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہوں تو پھر اسی فہم و فراست کے ساتھ اس مصاحب و ہم نشین کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو مضبوط کرتا ہوں"۔

---

[1]۔ عبداللہ بدران، **سمیر المومنین و انیس الصالحین**، ترجمہ: خدیجہ فرحین (کراچی: دارالاشاعت، 2000ء) ص:264۔

[2]۔ ھود (11):46۔

[3]۔ عبدالقادر بن محمد بن حسن، **علاج الزوج بحسن العشرة**، (الریاض: مکتبۃ دارالفرقان، سن ندارد) ص:162۔

مذکوہ بالا حضرت نوحؑ کے واقعہ سے پتہ چلا کہ اگر بیٹا بھی باپ نبی کی تعلیمات، سیرت وکردار اور منہج دعوت سے اتفاق نہیں کرتا تو اس سے بھی کسی قسم کا کوئی رشتہ باقی نہیں رہتا، اور اسی طرح کا دوسرا واقعہ حضرت ابراہیمؑ اور ان کے باپ کا ہے جس میں حضرت ابراہیمؑ کی تعلیمات، سیرت وکردار اور منہج دعوت سے اختلاف کی بنا پر ان کے باپ کو ان کے اہل میں سے نکال دیا گیا ہے، لہٰذا انبیائے سابقینؑ کے ہاں اخوت کے محرکات میں سے سیرت وکردار، تعلیمات اور منہج میں موافق ہونا بھی اہم ہے۔

خلاصہ بحث یہ کہ انبیاء سابقین میں میں اخوت کے اہم محرکات میں ایمان وتقوی، فسق وفجور سے نفرت، نیکی کے کاموں میں تعاون، رضائے الٰہی کے لئے ملاقات اور اعلی سیرت وکردار کا احیاء جیسے نمایاں اوصاف ہیں جن کی بدولت اخوت کے رشتہ سے منسلک ہوا جاسکتا ہے۔

فصل دوم

عہد رسالت ﷺ میں اخوت کے محرکات

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکی اور مدنی دور میں کئی ایسے مواقع آئے جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں اپنائیت کا احساس اجاگر کرنے کے لئے اخوت جیسے پاکیزہ رشتہ کے ذریعہ اپنے آپ کو ان سے منسلک کیا اور پھر اس کی اہم وجوہات کو نمایاں کیا جو کہ دراصل اخوت کے محرکات میں سے ہیں مثلاً:

1۔ذکر الٰہی کی محفل:

اللہ تعالی کے نزدیک یاد الٰہی کی تمام محافل ومجالس انتہائی زیادہ محبوب ہیں بلکہ ایسی محافل کی وجہ سے اللہ تعالی فرشتوں کے سامنے انسانوں کی تعریف وتوصیف بیان کرتے ہوئے ان پر فخر کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بتاتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمہر حالت میں اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے اور ذکر والی محفلوں کو پسند بھی کرتے تھے بلکہ اللہ تعالی نے اپنے محبوب پیغمبر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انہی محافل میں شرکت کا حکم دیا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے آدمی کے پاس تشریف لائے جو سورہ حجر اور سورہ کہف پڑھ رہا تھا۔ وہ (آپ کو دیکھ کر) خاموش ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ مجلس ہے کہ جس میں مجھے حکم دیا گیا کہ میں اپنے آپ کو ان کے ساتھ روکے رکھوں"۔[1]

عمر بن ذرؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرامؓ میں سے ایک جماعت کے پاس تشریف لائے۔ ان میں سیدنا عبد اللہ بن رواحہؓ بھی تھے۔ یہ سب اللہ کا ذکر کر رہے تھے۔ جب سیدنا عبد اللہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو خاموش ہوگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا: اپنے ساتھیوں کو ذکر کراو۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ ذکر کرانے کے زیادہ حقدار ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ایسی جماعت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں اپنے کو ان کے ساتھ روکے رکھوں۔ پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔

﴿وَٱصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ ٱلَّذِينَ يَدۡعُونَ رَبَّهُم بِٱلۡغَدَوٰةِ وَٱلۡعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجۡهَهُۥۖ وَلَا تَعۡدُ عَيۡنَاكَ

---

[1]۔السیوطی، ابو الفضل عبد الرحمٰن، تفسیر الدرّ المنثور فی التفسیر الماثور (بیروت: دار الفکر، 1414ھ)، 5/377۔

عَنۡهُمۡ تُرِيدُ زِينَةَ ٱلۡحَيَوٰةِ ٱلدُّنۡيَاۖ وَلَا تُطِعۡ مَنۡ أَغۡفَلۡنَا قَلۡبَهُۥ عَن ذِكۡرِنَا وَٱتَّبَعَ هَوَىٰهُ وَكَانَ أَمۡرُهُۥ فُرُطٗا﴿[1]

"اور (اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے آپ کو ان لوگوں کی معیت میں محدود رکھیں جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں اور اپنی نگاہیں ان سے نہ پھیریں، کیا آپ دنیاوی زندگی کی آرائش کے خواہشمند ہیں؟ اور آپ اس شخص کی اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور اس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے"۔

امام ابن کثیرؒ مندرجہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمان لوگوں کے ہم نشین ہو جائیں جو اللہ کا ذکر کرتے، لا الٰہ الا اللہ پڑھتے، الحمد للہ پڑھتے، تحمید و تسبیح و تکبیر کرتے اور صبح شام اس سے دعائیں کرتے ہیں، خواہ یہ بندگانِ الٰہی فقیر ہوں یا امیر، قوی ہوں یا ضعیف"۔[2]

درج بالا آیت اور حدیث سے واضح ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ جو رشتہ اخوت سے منسلک تھے اس کا ایک بہت بڑا محرک ذکر الٰہی کی محفل ہوا کرتی تھی۔

2۔ حسن اخلاق، شیریں گفتار اور شگفتہ چہرہ:

چہرے کے تاثرات کی زبان انسانی آواز سے زیادہ موثر ہے۔ دوستوں پر اچھا اثر ڈالنے کی جتنی استعداد ایک ہلکی سی مسکراہٹ میں ہے، اتنی کشش خوشنما قیمتی کپڑوں اور موتی جواہرات کے زیوروں میں بھی نہیں ہوتی۔ بات کرنے والے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کی لہریں دیکھ کر دل خود بخود اس کی طرف کھنچنے لگتا ہے۔ مسکراہٹ مخاطب کو یہ پیغام دیتی ہے کہ بات کرنے والا تم سے بات کرنے میں خوشی محسوس کر رہا ہے۔

چہرہ احساسات کا آئینہ ہوتا ہے۔ ہنس مکھ اور شگفتہ چہرہ بھائی چارے اور محبت کے لئے سنگ بنیاد ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھیوں سے بشاشت، مسکراہٹ اور کسر نفسی سے پیش آتے تھے۔ حتیٰ کہ کئی دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی چادر مبارک اتار کر بچھا دیا کرتے تھے اور انہیں اس پر بٹھاتے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[1]۔ الکہف(18):28۔

[2]۔ ابن کثیرؒ، المصباحُ المنیرفی تفسیرابن کثیر، 3/754۔

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ﴾[1]

"اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمت ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) ان کے لئے نرم ہیں۔ اگر آپ درشت خو اور سخت مزاج ہوتے تو یہ لوگ آپ کو چھوڑ کر بھاگ جاتے"۔

سیدنا جابر بن عبد اللہؓ ہی سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((كلُّ معروفٍ صدقةٌ، وإن من المعروفِ أن تَلْقَى أخاك بوجهٍ طَلْقٍ، وأن تُفْرِغَ من دَلْوِك في إناءِ أَخِيكَ))[2]

"ہر نیکی صدقہ ہے اور یہ بھی بہت بڑی نیکی ہے کہ تو اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملے اور اس کے برتن کو اپنے ڈول سے بھر دے"۔

مسکراہٹ گویا ہوتی ہے کہ مجھے آپ سے محبت ہے اور آپ کی زیارت میرے لئے باعث سعادت ہے۔

سیدنا جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ القِيَامَةِ أَحَاسِنَكُمْ أَخْلَاقًا))[3]

"تم میں سے جو لوگ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں اور جو قیامت کے دن مجلس میں میرے سب سے زیادہ قریب ہوں گے وہ وہ لوگ ہیں جو تم میں سے اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہتر ہوں گے"

"میری امت میں سے اگر کوئی اپنے بھائی کے ساتھ اللہ کے لئے مہربانی سے پیش آئے گا تو اللہ تعالیٰ جنت میں خادمانِ جنت سے اس کی خدمت کروائے گا"۔

خندہ پیشانی اور مسکراہٹ دل میں جنت کے باغات کی طرح ہے۔ اگر انسان دوسروں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آتا ہے تو وہ بھی اس کے ساتھ حسن اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس طرح ایک دوستانہ خوشگوار ماحول قائم ہو جاتا ہے۔ جس طرح کھلا چہرہ محبت و الفت پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے، اسی طرح بد اخلاقی اور ترش روئی دلوں کو دور کرنے، اخوت کے رشتوں کو توڑنے اور آپس میں نفرت پیدا کرنے کا باعث ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلی ہی ملاقات میں لوگوں کا دل موہ لیا کرتے تھے۔ فتح مکّہ کے بعد اسلام کو بالا دستی حاصل ہوگئی اور عرب قبائل کے وفود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے کے لئے پے در پے مدینہ آنے لگے۔

---

[1]۔ آل عمران (3):159۔

[2]۔ ترمذی، السنن ،ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی طلاقة الوجه وحسن البشر، ح:1970۔(صحیح)

[3]۔ ترمذی، السنن ،ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی معالی الاخلاق، ح:2018۔(صحیح)

وفود کے اس سلسلے میں عبد القیس کا وفد جب پہلی مرتبہ مدینہ پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں آتے دیکھا تو قبل اس کے کہ وہ اپنی سواریوں سے اُتر کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دور ہی سے پہل کرتے ہوئے کہا:

"قوم کو مرحبا، تمہارے لئے یہاں نہ رسوائی ہے نہ شرمندگی"۔

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے خیر سگالی کے یہ الفاظ سنے تو بہت خوش ہوئے۔ فوراً سواریوں سے چھلانگیں لگائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دوڑ پڑے۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے پہلے سلام کرے۔[1]

اسی طرح ایک مرتبہ ایک بدو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مال کا تقاضا کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دو پہاڑیوں کے دامن میں چرتا ہوا بکریوں کا ایک ریوڑ عطا فرمایا۔ وہ واپس اپنی قوم کی طرف گیا اور کہا:

"میری قوم کے لوگو! مسلمان ہو جائو۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو اس آدمی کی طرح عطا کرتے ہیں جو فاقے سے نہیں ڈرتا"۔

سیدنا انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ آدمی دنیا (اور اس کے مال و متاع) کی غرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں آتا۔ لیکن اسلام قبول کرتے ہی دینِ اسلام اسے دنیا و مافیہا سے زیادہ پیارا اور عزیز ہو جاتا۔[2]

سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک وقت تھا جب کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی پر درہم و دینار کو ترجیح نہ دیتا تھا جبکہ آج ہمیں مسلمان بھائی کی نسبت درہم و دینار زیادہ محبوب ہیں۔ مذکورہ بالا نصوص سے واضح ہوا کہ عہد رسالت میں مواخات کا ایک محرک حسن اخلاق ہے۔

3۔ ایمان اور تقویٰ:

بھائی چارے کی فضا کو دائمی رکھنے کے لئے رشتہ اخوت سے منسلک احبابِ گرامی کے مابین بنیاد ایمان کے بعد تقوی ہے اور عہد رسالت میں اسی چیز کا لحاظ رکھ کر مواخات مدینہ کا معاہدہ معرض وجود میں آیا تھا اور مختلف غزوات میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس رشتہ کو اپنے عمل سے ثابت کر دکھایا کہ خونی رشتہ کی بجائے ایمانی رشتہ مضبوط ترین ہے۔ جو کہ بھائی چارے کا ایک بہت بڑا محرک ہے۔ اسی موقف کو ذیل میں دلائل کی روشنی میں مزید واضح کیا جا

---

[1]۔ بخاری، صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب وفد القیس، ح:4368۔

[2]۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب ما سئل رسول اللہ ﷺ شیا قط فقال لا۔۔، ح:2312۔

رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱلَّذِينَ يُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَيُؤۡتُونَ ٱلزَّكَوٰةَ وَهُمۡ رَٰكِعُونَ۔ وَمَن يَتَوَلَّ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ فَإِنَّ حِزۡبَ ٱللَّهِ هُمُ ٱلۡغَٰلِبُونَ﴾[1]

"تمہارا دوست تو اللہ تعالیٰ، اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اہل ایمان ہیں، جو نماز قائم کرتے ہیں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور (اپنے اللہ کے آگے) جھکتے ہیں، جو شخص بھی اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مومنوں سے دوستی کرے تو وہ یقین مانے کہ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر صالح مومنین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوست قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ ﴾[2]

"بے شک اللہ اور جبریل اور نیک کردار مسلمان ان کے حامی (اور دوست دار) ہیں اور (ان کے علاوہ اور) فرشتے بھی مددگار ہیں"۔

آیت مذکورہ میں "صالح المومنین" سے مراد وہ شخص ہے جو اہل ایمان میں سے ہو اور نیک کام کرنے والا ہو اور مومن و متقی ہو یہی لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست ہیں۔ ان لوگوں میں سیدنا ابو بکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا علی رضی اللہ عنہم اجمعین اور وہ تمام لوگ داخل ہیں، جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت رضوان کا فخر حاصل کیا۔ یہ لوگ تعداد میں چودہ سو تھے اور وہ سب جنتی ہیں۔ اسی طرح سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِي الْمُتَّقُونَ مَنْ كَانُوا وَحَيْثُ كَانُوا))[3]

"اللہ کے دوست متقی لوگ ہیں، چاہے وہ کوئی بھی ہوں یا کہیں بھی ہوں"

4۔ اعمال صالحہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر اس عمل کو پسند کیا جو کہ فی نفسہ معروف اور لوگوں کے لئے مفید تھا چہ جائیکہ وہ

---

[1]۔ المائدۃ(5):55,56۔

[2]۔ التحریم(66):4۔

[3]۔ احمد بن حنبل، المسند، تتمة مسند الانصار، حديث معاذ بن جبل، ح:22052۔ (اسنادہ صحیح)

کفار ہی کے ذریعہ سر انجام پانے والا ہو مثلاً نبوت کے اعزاز سے سر فراز ہونے سے پہلے کعبہ کی تعمیر اور حلف الفضول کا معاہدہ تھا، اسی طرح عہد رسالت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر صالح عمل اور صالح افراد سے تعلق قائم کیا جو کہ صالحیت کے احاطہ میں آئے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کو ادا کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے۔ گویا نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جو بھائی چارے کا تعلق قائم کیا تھا اس کا بنیادی محرک عمل صالح اور صالحیت کی نشر واشاعت میں معاون بننے والے افراد ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ بہترین ہم نشین کون ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((جَالِسُوا مَنْ يُذَكِّرُكُمْ بِاللهِ رُؤْيَتُهُ، وَمَنْ يَزِيدُ فِي عِلْمِكُمْ مَنْطِقُهُ، وَمَنْ يُرَغِّبُ فِي الْآخِرَةِ عَمَلُهُ))[1]

"جس کا دیدار تمہیں اللہ کی یاد دلائے اور اس کا کلام تمہارے علم میں اضافہ کرے اور اس کا عمل تجھے قیامت کی طرف متوجہ کرے"۔

کیونکہ ایسا ہی بھائی تمہیں آخرت کی یاد دلانے والا، اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں میں تمہاری مدد کرنے والا اور تمہیں نجات اور اچھے راستے کی طرف لے جانے والا ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عمروؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((خَيْرُ الْأَصْحَابِ عِنْدَ اللهِ خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهِ وَخَيْرُ الْجِيرَانِ عند الله خيرهم لجاره))[2]

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک دوستوں میں سب سے بہترین دوست وہ ہے جو اپنے دوستوں کا خیر خواہ ہو، اور بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی کا خیر خواہ ہو"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور محافظ بھی نیک دوست کو منتخب فرمایا۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات بھر جاگتے رہے، جب مدینہ منورہ پہنچے تو فرمایا:

((لَيْتَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِي صَالِحًا يَحْرُسُنِي اللَّيْلَةَ))[3]

"کاش کوئی نیک آدمی میرا پہرہ دیتا"۔

اسی دوران ہم نے اسلحہ کی آواز سنی تو پتہ چلا کہ سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ پہرہ دینے کے لئے آئے ہیں جس کے بعد آپ

---

[1] ۔ مروزی، عبد اللہ بن مبارک، الزہد والرقائق (انڈیا: مجلس احیاء المعارف، 1431ھ) باب جلیس الصدق وغیر ذلک، ح: 355۔

[2] ۔ محمد بن حبان، صحیح ابن حبان، کتاب البر والصلة، باب الجار، ح:519۔

[3] ۔ بخاری، صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب الحراسة فی الغزو فی سبیل اللہ، ح:2885۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو گئے۔ پہرہ کوئی بھی شخص دے سکتا ہے مگر نیک آدمی کے ساتھ ہونے کے اپنے ہی اثرات ہوتے ہیں۔ وہ اکیلا نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ اللہ بھی ہوتا ہے۔

مذکورہ نصوص سے واضح ہوا کہ عہد نبوی میں مواخات کا محرک بننے والے اہم امور میں ذکر الٰہی کی مجالس، حسن اخلاق، عمدہ گفتگو، ایمان وتقوی اور اعمال صالحہ کی مل کر ترویج کرنا اور منکرات وفسق وفجور کی اشاعت میں رکاوٹ پیدا کرنا جیسے قابل تحسین محرکات ہیں۔

عہد رسالت ﷺ میں اخوت کی عملی مثالیں

نبوی معاصرت میں اخوت کے مختلف محرکات مثلاً: ذکر الٰہی کی مجالس، حسن اخلاق، ایمان وتقوی اور اعمال صالحہ وغیرہ تھے، پھر انہی محرکات کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مثالیں بھی معرض وجود میں آئیں، ذیل میں ان میں سے چند محرکات اور امثلہ کو دلائل کے ساتھ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

1۔ دلجوئی اور ہمت افزائی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے ساتھیوں کی دلجوئی اور ہمت افزائی کا ایک واقعہ سیدنا ابو سعید خدریؓ کی روایت میں اس طرح ہے کہ (معرکۂ حنین کے خاتمے پر) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش اور قبائل عرب کو عطیے دیئے اور انصارؓ کے لئے ان میں سے کچھ نہ تھا تو انصار نے اپنے دلوں میں قلق پایا حتیٰ کہ ان میں بہت باتیں ہونے لگیں۔ ان میں سے کسی نے کہا:

> "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قوم سے مل گئے ہیں۔ چنانچہ سیدنا سعد بن عبادہؓ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم! میری قوم کے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے غنیمت کے بارے میں اپنے دلوں میں قلق پایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنی قوم میں تقسیم کر دیا اور قبائل عرب کو بڑے بڑے عطیے دیئے اور اس میں انصار کے لئے کوئی چیز نہ تھی"۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو جمع کرنے کا حکم دیا، پھر ان کے پاس تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ کی بہترین حمد وثنا کے بعد جو خطاب فرمایا اس کا کچھ حصہ حسب ذیل ہے:

> " اللہ کی قسم! اگر تم یہ بات کہو اور یہ سچ بھی ہے کہ آپ ہمارے پاس جھٹلائے ہوئے آئے تو ہم نے آپ کی تصدیق کی، آپ بے یار و مددگار تھے تو ہم نے آپ کی مدد کی، آپ بے سہارا تھے تو ہم نے آپ کو ٹھکانہ مہیا کیا، بے بضاعت تھے تو ہم نے آپ کی دلجوئی کی، اے گروہ انصار! کیا تم اس

حقیر سی دنیا کے سامان پر مجھ سے ناراض ہو رہے ہو جو میں نے اس قوم کی دلجوئی کے لئے اس وجہ سے خرچ کیا تا کہ وہ لوگ اسلام کی طرف مائل رہ سکیں اور تمہیں تمہارے اسلام کے حوالے کیا۔ کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ لوگ بھیڑ بکریاں اور اونٹ لے جائیں اور تم اپنے ساتھ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) کو لے کر لوٹو؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ایک شخص ہوتا۔ اگر لوگ ایک وادی سے گزریں اور انصار دوسری وادی سے تو میں انصار کی وادی میں سے گزروں گا۔ اے اللہ! انصار پر رحم فرما اور انصار کی اولاد پر اور انصار کی اولاد کی اولاد پر"۔[1]

راوی کہتے ہیں کہ اس گفتگو سے لوگوں پر رقت طاری ہو گئی، لوگ روئے اور اتنا روئے کہ ڈاڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں اور کہا کہ ہم راضی اور خوش ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تقسیم اور آپ کے دیئے ہوئے حصے پر۔ سیدنا ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

((الْمُؤْمِنُ مَأْلَفٌ,وَلَا خَيْرَ فِيمَنْ لَا يَأْلَفُ وَلَا يُؤْلَفُ))[2]

"مومن دلجوئی کرتا ہے اور اس کی دلجوئی کی جاتی ہے اور اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو دلجوئی نہ کرے اور نہ اس کی دلجوئی کی جائے"۔

لہٰذا جس حد تک ممکن ہو دوستوں کی دلجوئی اور حوصلہ افزائی کی جائے اور اس طرح ان کے دلوں کو خوشی سے معمور کیا جائے۔ کیونکہ ہر وہ اچھا لفظ جو آپ کسی کی پیٹھ ٹھونکنے کے لئے کہتے ہیں، وہ خوشی اور مسرت کے پھلوں سے لدا ہوا آپ ہی کی طرف لوٹ کر آتا ہے۔ امیر خسروؒ کے ایک شعر کا مفہوم ہے:

"تم لوگوں کے دلوں میں ہمت کے دیپ جلا کر ان کی زندگی میں روشنی پیدا کر سکتے ہو"۔[3]

مذکورہ بالا واقعہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رشتہ مواخات کی مضبوطی اور بقاء کے لئے جو عملی مثال پیش کی وہ انصاریوں کی دلجوئی کی صورت میں ہے۔ لہٰذا عہدِ رسالت سے اخوت کی اس مثال کو سامنے رکھتے

---

[1]۔ احمد بن حنبلؒ، المسند، ح:11748۔

[2]۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الزھد، کلام ابن ابی مسعود، ح:34544۔

[3]۔ الشیخ حسان شمسی، کیف تربی ابناءک فی ھذ الزمان، ترجمہ مولانا ثناءاللہ محمود، (کراچی: ادارہ دعوت و تبلیغ، 2012ء) ص:120۔

ہوئے ہمیں بھی نصیحت پکڑنی چاہئے کہ اپنے حقیقی محسنین کے خلاف بدظن نہیں ہونا چاہئے بلکہ اخوت کی پاسداری کی خاطر حسن ظن اور مثبت نظروں سے واقعات کو لینا ہو گا۔

2۔اہل مساجد کی معیت:

اللہ کے گھروں میں آمد ورفت کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ انسان کو ایک اچھا اور صالح بھائی نصیب ہو جاتا ہے۔

مساجد میں ہمہ وقت رحمتیں نازل ہوتی ہیں، فرشتے مسجد میں آنے والوں کے لئے استغفار کرتے ہیں اور سیدنا زکریا علیہ السلام کو خوشخبری بھی اپنی عبادت گاہ ہی میں ملی تھی۔

ارشاد ربانی ہے:

فِي بُيُوتٍ أَذِنَ ٱللَّهُ أَن تُرۡفَعَ وَيُذۡكَرَ فِيهَا ٱسۡمُهُۥ يُسَبِّحُ لَهُۥ فِيهَا بِٱلۡغُدُوِّ وَٱلۡأٓصَالِ۔ رِجَالٞ لَّا تُلۡهِيهِمۡ تِجَٰرَةٞ وَلَا بَيۡعٌ عَن ذِكۡرِ ٱللَّهِ وَإِقَامِ ٱلصَّلَوٰةِ وَإِيتَآءِ ٱلزَّكَوٰةِ يَخَافُونَ يَوۡمٗا تَتَقَلَّبُ فِيهِ ٱلۡقُلُوبُ وَٱلۡأَبۡصَٰرُ﴾[1]

"(ہدایت پانے والے) ایسے گھروں میں ہیں جن کی تعظیم کا اللہ نے اذن دیا ہے اور ان میں اس کا نام لینے کا بھی، وہ ان گھروں میں صبح وشام اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔ ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کی یاد سے اور قیام نماز اور ادائیگی زکوۃ سے غافل نہیں کر دیتی۔ وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں سب کے دل اور آنکھیں ہی پلٹ جائیں گی"۔

سیدنا ابوہریرہ اور سیدنا ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے آدمی کے پاس تشریف لائے جو سورہء حجر اور سورہء کہف پڑھ رہا تھا۔ وہ (آپ کو دیکھ کر) خاموش ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ مجلس ہے کہ جس میں مجھے حکم دیا گیا کہ میں اپنے آپ کو ان کے ساتھ روکے رکھوں"۔[2]

جب رب العالمین اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مخلوقات میں سے اپنی محبوب ترین ہستی سے ایک عمل کا خواستگار ہے اور اس سلسلے میں انہیں مشقت برداشت کرنے کا حکم دے رہا ہے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ عام لوگوں سے یہ نہ چاہے؟ یوں یہ انداز اللہ تعالی کے نزدیک اس مسئلے کی انتہائی اہمیت کا عکاس ہے۔ یعنی ایسے افراد سے اخوت کا رشتہ

---

[1]۔ النور(24):36,37۔

[2]۔ السیوطی، تفسیر الدّر المنثور فی التفسیر الماثور، 5/377۔

قائم کیجئے، جن کی زندگی بس اللہ کے لئے ہو وہ صرف اسی کی عبادت کرتے ہوں اور ان کا مقصدِ وحید اللہ تعالیٰ ہی کی ذات اقدس ہو۔ کیونکہ ایسے افراد سے دوستی واخوت ایمان میں اضافہ کرتی ہے اور وہ آپ سے اپنی دوستی کے بندھن کی حفاظت کرتے ہیں اور اپنے عہد وپیمان پر باقی رہتے ہیں۔

ایسے ہی اہل اللہ اور مساجد کی زینت بننے والے اصحاب صفہ سے خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھائی چارے کے ماحول کو پروان چڑھایا تھا اور عملی طور پر انہی لوگوں سے رشتہ مواخات قائم کیا ہوا تھا۔

3۔احسان اور عفوودرگزر:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برائی کا بدلہ احسان سے دے کر لوگوں کے دل جیت لیا کرتے تھے۔ لوگوں کو بھلائی کے راستے پر لانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑی تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا۔ سیدہ خدیجہ طاہرہؓ اور سردار ابو طالب کی رحلت کے بعد قریش کی جانب سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دباو اور اذیتیں بڑھ گئیں اور مکہ میں تبلیغی کام دُشوار ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارادہ کیا کہ طائف جائیں اور وہاں کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں، شاید وہاں پر ان کا کوئی ناصر ومددگار پیدا ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طائف میں قبیلہ ثقیف کے تین سرداروں عبد یالیل، مسعود اور حبیب سے ملاقات کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمنے انہیں اسلام کا پیغام سنایا۔ انہوں نے قبول نہ کیا، بلکہ آپ کا تمسخر اڑانے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو ثقیف سے نااُمید ہو گئے تو اُن سے کہا کہ کم از کم آپ لوگ اس بات چیت سے دیگر لوگوں کو مطلع نہ کریں تا کہ وہ کوئی فتنہ نہ کھڑا کریں۔ انہوں نے یہ بات بھی نہ مانی بلکہ اپنے غلاموں اور ناسمجھ بچوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے لگا دیا۔ وہ شور مچانے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا بھلا کہنے لگے۔ بہت سے لوگ اکھٹے ہو گئے۔ موسیٰ بن عقبہؒ کی ایک روایت میں ہے:

> "طائف کے اوباش لوگ دو صفیں بنا کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستے میں بیٹھ گئے۔ جب آپ اُن کے درمیان سے گزرے تو بے تحاشہ آپ کے پائے مقدس پر پتھر برسانے لگے۔ یہ پتھر انہوں نے پہلے سے جمع کر رکھے تھے۔ انہوں نے سنگ باری کرتے کرتے آپ کے پاوں مبارک خون سے رنگین کر دیئے۔ یہ سب سے زیادہ سنگین تکلیف تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو راہ حق میں جھیلنی پڑی"۔[1]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں پیروں سے خون بہہ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عتبہ اور شیبہ کے باغ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انگور کی بیل کے سائے میں بیٹھ گئے۔ طائف میں اس قدر

---

[1]۔ بیہقیؒ، احمد بن حسین، دلائل النبوۃ، تحقیق: عبد المعطی قلعجی، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1405ھ) 2/414۔

ہولناک آشوب اور آزمائش کا سامنا کرنا پڑا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہائی غمگین ہوئے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا کی:

((اللهُمَّ إِلَيْكَ أَشْكُو ضَعْفَ قُوَّتِي، وَقِلَّةَ حِيلَتِي، وَهَوَانِي عَلَى النَّاسِ أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ، أَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ، إِلَى مَنْ تَكِلُنِي؟، إِلَى عَدُوٍّ يَتَجَهَّمُنِي، أَمْ إِلَى قَرِيبٍ مَلَّكْتَهُ أَمْرِي، إِنْ لَمْ تَكُنْ غَضْبَانًا عَلَيَّ، فَلَا أُبَالِي، إِنَّ عَافِيَتَكَ أَوْسَعُ لِي))[1]

"اے اللہ! میں اپنی ناتوانی، بے سروسامانی اور اپنے تئیں لوگوں کی اہانت کے تجھ سے فریاد کرتا ہوں، اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے! عاجز و درماندہ لوگوں کا مالک تو ہی ہے، مجھے کس پر چھوڑا ہے کیا اس بندے پر جو مجھ پر تیوری چڑھائے؟ یا اس دشمن پر جو میرے کام پر دسترسی رکھتا ہے؟ لیکن جب مجھ پر تیرا غضب نہیں ہے تو مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے کیونکہ تیری عطا کی ہوئی عافیت میرے لیے بہت وسیع ہے"۔

واپس مکہ مکرمہ کی طرف چل دیئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرن الثعالب کے مقام پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سیدنا جبریل علیہ السلام کو بھیجا۔ اُن کے ساتھ پہاڑوں کا فرشتہ تھا۔ اُسے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشارہ فرمائیں تو دائیں اور بائیں طرف والے پہاڑوں کو ٹکرا کر طائف والوں کو پیس ڈالے۔ (یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے معنوی طور پر ایک بڑا سہارا تھا)۔ پہاڑوں کا فرشتہ انتظار میں تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جوشِ انتقام اور نفس کی خواہشات کو کچلتے ہوئے فرمایا:

((بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ وَحْدَهُ، لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا))[2]

"(نہیں!) بلکہ مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل میں ایسے لوگ پیدا کرے گا جو اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کریں گے اور اُس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں بنائیں گے"۔

اس بے مثال جواب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ممتاز و یگانہ شخصیت جھلکتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس خلق عظیم کا اظہار ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاص طور پر عطا فرمایا تھا۔ لہٰذا مخلص بھائی کو ہر حال میں یک طرفہ اخلاق کا پابند ہونا چاہیئے اور اسے اپنا انعام اپنے رب سے پانے کی اُمید رکھنی

---

[1]۔ الطبرانی، المعجم الکبیر، احادیث عبد الله بن جعفر، ح:181۔

[2]۔ بخاری، صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب اذا قال احدکم : آمین۔۔۔ ح:3231۔

چاہیئے۔ اپنے بھائی کی طرف سے برائی اسے اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ وہ بھی اس کے نقصان کے درپے ہو جائے۔

سیدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((وَمَا زَادَ اللهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ، إِلَّا عِزًّا))[1]

"جس بندے نے عفو ودرگزر سے کام لیا، اللہ تعالیٰ نے اس کی عزت میں اضافہ کیا"۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ﴾[2]

"برائی کو بھلائی سے دفع کرو، پھر وہی جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے ایسا ہو جائے گا جیسے دلی دوست"۔

سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے کبھی انتقام نہیں لیا۔ نہ کبھی کسی عورت یا غلام کو اپنے ہاتھ سے مارا، الا یہ کہ جہاد فی سبیل اللہ کے میدان میں ہوں۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آپ کو گزند پہنچایا گیا ہو اور آپ نے اس کا انتقام لیا ہو۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے محارم میں سے کسی شے کی بے حرمتی کی جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اللہ کے لئے انتقام لیتے تھے۔[3]

امام محمد بن ادریس الشافعیؒ[4] فرماتے ہیں:

"بے وقوف مجھ کو ہر برے انداز میں مخاطب کرتا ہے، لیکن میں اس کا جواب دینا پسند نہیں کرتا۔ وہ بے وقوفی میں بڑھ جاتا ہے لیکن میں بردباری میں لوبان کی طرح ہو جاتا ہوں جس کو جتنا جلایا جائے اس کی اتنی خوشبو بڑھ جاتی ہے"۔[5]

سیدنا علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں:

((الناس ابناء ما يحسنون))[6]

---

[1]۔ قشیری، صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب استحباب العفو والتواضع، ح:2588۔

[2]۔ الفصلت(41):34۔

[3]۔ بخاری، صحيح البخاری، كتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ، ح:3560۔

[4]۔ آپؒ شافعی مکتبہ فکر کے بانی ہیں، موصوفؒ 150ھ کو غزہ (فلسطین) میں پیدا ہوئے اور 204ھ کو مصر میں فوت ہوئے۔ آپؒ اپنے زمانہ کے مشہور فقیہہ، محدث، قاضی اور شاعر تھے۔

[5]۔ محمود خلیفہ، تذاكر لتدخل قلوب الناس، ترجمہ، حافظ عبد الجبار (لاہور: مکتبہ بیت السلام، 2015ء) ص:83۔

[6]۔ ابن عبد البرؒ، جامع بيان العلم وفضله، تحقيق، ابی الاشبال الزهري، 1/198۔

"لوگ اپنے محسنوں کے بیٹے ہوتے ہیں"۔

اسی طرح احسان کا بدلہ دینے والا اخوت کے اہم محرکات میں سے ہے۔ چاہے احسان کا بدلہ دعاوں کے ذریعے چکایا جائے یا بھائی کے اچھے ذکر کے ذریعے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا ابو بکر صدیقؓ کے بارے میں فرمایا:

"میں نے سب کے احسانات کے بدلے چکا دیئے، سوائے ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کے کہ ان کا بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ چکائے گا"۔[1]

اگر انسان آپ کو اینٹ مارے تو اس اینٹ کو سنبھال لیں، جو گھر تعمیر کرنے میں آپ کے کام آئے گی۔ اپنے دل کو محبت، درگزر اور شفقت سے معمور کریں، صرف سوختہ بخت انسان ہی اپنے دل کو حسد، نفرت اور انتقام کی آگ سے جلائے رکھتا ہے۔ آپ لوگوں کے دلوں پر احسان کریں گے تو ان کے دلوں کو غلام بنالیں گے اور احسان سے بنایا ہوا غلام دیر پا ہوتا ہے۔

چاہنے والوں پر احسان کی بہترین صورت یہ ہے کہ انسان انہیں راہِ حقیقت، اخلاقی فضائل، فقہی ذمہ داریاں اور تقرب الٰہی کے حصول کے طریقے بتائے۔ کافر اور مومن کے لئے اس طرح کی خیر خواہی انبیائے کرام علیہم السلام کی صفت ہے۔ احسان دنیا اور آخرت میں چین وسکون کا سبب ہے۔ اگر بھائیوں کے ساتھ اچھا سلوک اور برتاو کیا جائے گا تو یہ مشکل گھڑی میں اپنے بھائی کے کام آئیں گے۔ لیکن اگر ایسا نہیں ہو گا تو نتیجہ نفرت وعداوت کی شکل میں سامنے آئے گا اور معاشرہ برباد ہو جائے گا۔

مذکورہ بالا واقعات اور نصوص سے پتہ چلا کہ عہد رسالت میں اخوت کے فروغ کے لئے نبی دوجہاں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عملی طور پر بھائی چارے کے لئے جس عمل کو مستحکم اور دائمی محسوس کرتے ہوئے بطور مثال صحابہ کرام اور کفار میں چھوڑا وہ احسان اور عفو ودرگزر ہے۔ لہٰذا اس کو اپنا کر عصر حاضر میں اخوت کو فروغ دیا جا سکتا ہے اور اسی احسان اور عفو ودرگزر کو اپنی عملی زندگی میں لا کر مواخات جیسے مقدس رشتہ کے اثرات سے صحیح معنوں میں فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

4۔احساس اخوت:

جناب نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض دفعہ اس اخوت کے رشتہ کا اظہار کرتے ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو احساس دلایا کہ وہ اس مقدس رشتہ مواخات کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسلک ہیں جیسے مواخات مدینہ کے موقع پر حضرت علیؓ کو اس ایمانی رشتہ سے اپنے ساتھ منسلک کیا تھا اسی طرح ایک اور مشہور

[1]۔ ابن الاثیر، علی بن محمد، **جامع الاصول فی احادیث الرسول** (بیروت: مکتبۃ دار البیان، 1389ھ) ح:6405۔

واقعہ احادیث اور سیرت کی کتب میں موجود ہے کہ جب سیدنا عمر بن خطابؓ ایک دفعہ عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ روانہ ہونے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((لا تَنسَنَا يا أخي مِنْ دُعائك))

"اے میرے پیارے بھائی! ہمیں اپنی دعاوں میں یاد رکھنا"۔

سیدنا عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے روئے زمین کی تمام قیمتی اشیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (اس چاہتوں بھرے) لفظ 'یا اخی' کے مقابلے میں ہیچ نظر آتی ہیں۔[1]

لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دوستوں کو اپنا ہم خیال بنائیں اور جو بھی آپ سے ایک مرتبہ ملے، تازیست آپ کی میٹھی باتیں اس کو یاد رہیں تو اپنی گفتگو کو دلآویز، نرم اور دلنشیں بنائیں۔ اور اسے اپنائیت کا احساس دلائیں کہ آپ کے اور اس کے درمیان بڑا گہرا رشتہ ہے جیسے سگے بھائیوں کا باہمی رشتہ ہوتا ہے۔ مذکورہ بالا واقعہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو اسی رشتہ اخوت کی یاد دہانی کے ذریعہ اپنائیت کا احساس دلایا جو کہ عملی طور پر اخوت کا اظہار ہے۔

5۔ مریضوں کی عیادت:

مریض کی مزاج پرسی کرنے سے مریض کے دل میں اُمید اور نیک بختی پیدا ہوتی ہے۔ یہ ایک نفسیاتی چیز ہے جو جلد شفایابی میں بہت موثر ہے۔ شاید یہ زندگی کے وہ سعادت مندترین لمحات ہیں جن میں انسان کو اپنے چاہنے والوں کے لئے قربانی دینے کا موقع ملتا ہے۔ اس سے الفتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور محبت بڑھ جاتی ہے۔ اسی بنا پر اسلام نے بیماروں کی عیادت کی طرف رغبت دلائی اور تاکید کی کہ مریض کے پاس بیٹھ کر تسلی اور حوصلہ دلانے والی باتیں کی جائیں اور اس کے پاس موت کا ذکر نہ کیا جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان کے مسلمان پر جو چھ حقوق بیان فرمائے ہیں اُن میں سے ایک حق یہ بیان فرمایا کہ:

((يعوده اذا مرض))[2]

"جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے"

سیدنا ثوبانؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1]۔ ابوداود، السنن ، ابواب فضائل القرآن، ح:1498۔

[2]۔ تبریزی، ولی الدین محمد بن عبداللہ، مشکوٰۃ المصابیح، تحقیق، محمد ناصر الدین البانیؒ، (دمشق: المکتب الاسلامی، 1961ء) ح:4630۔

((إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا عَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ فِي خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَرْجِعَ))[1]

"جب کوئی مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کی بیمار پرسی کرنے جاتا ہے تو وہ مسلسل جنت کے باغ میں رہتا ہے"۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلا امتیاز اپنے صحابہ کرامؓ کی تیمارداری فرماتے تھے۔ سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ ایک بار مکہ مکرمہ میں شدید بیمار ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ سیدنا سعدؓ کہتے ہیں:

"آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری پیشانی پر ہاتھ رکھا، میرے چہرے اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی، اے اللہ! سعد کو شفا عطا فرما اور اس کی ہجرت کو مکمل فرما، میں آج تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں کی ٹھنڈک اپنے سینے میں پاتا ہوں"۔[2]

سیدہ اُم العلاءؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری عیادت کو تشریف لائے اور فرمایا:

((أبشري يا أمَّ العلاء، فإنَّ مَرَضَ المسلمِ يُذهِبُ اللهُ به خطاياهُ كما تُذهب النارُ خَبَثَ الذهَبِ والفِضَةِ))[3]

"اے اُم العلاء! خوش ہو جاو، مسلمان کو بیماری آنے سے اس کے تمام گناہ مٹ جاتے ہیں، جس طرح آگ میں سونے چاندی کی میل کچیل صاف ہو جاتی ہے"۔

سیدنا انسؓ کہتے ہیں) میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم! یہ اجر و ثواب تو اس شخص کو ملتا ہے جو مریض کی عیادت کرتا ہے لیکن خود مریض کو کیا ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مریض کے تمام گناہ مٹ جاتے ہیں"۔[4]

نیز ایسے وقت میں مریض کے پاس نہیں جانا چاہیئے جو اس کے لئے تکلیف کا باعث ہو۔ بلاوجہ بہت زیادہ لوگ بھی اس کے پاس جمع نہ ہوں، ملاقات ممکن نہ ہو تو فون کے ذریعے بھی حال معلوم کیا جاسکتا ہے البتہ اس کے آرام اور نماز کے وقت کا خیال رکھنا چاہیئے، عیادت کے لئے جائیں تو تحفہ اور ہدیہ ضرور لے کر جائیں۔ ایسے پھل لے کر نہ جائیں جو

---

[1]۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل عادة المریض، ح:2568۔

[2]۔ بخاری، صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب وضع الید ---ح:5659۔

[3]۔ ابوداود، السنن کتاب الجنائز، باب عیادة المریض، ح:3092۔ (صحیح)

[4]۔ احمد بن حنبل، المسند، ح:1232۔

مریض کے کام نہ آئیں، مہنگے پھولوں کا گلدستہ لے جانا بھی کسی کام نہیں آتا، سب سے بہتر یہ ہے کہ سیرت طیبہ یا دیگر اسلامی موضوعات پر مبنی کوئی اچھی کتاب یا رسالہ لے کر جائیں، یہ مریض کو کہیں زیادہ فائدہ دیں گے۔

درج بالا واقعات اور نصوص سے واضح ہوا کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اخوت کے عملی اظہار کے لئے مریضوں کی عیادت کے لئے جاتے تھے تاکہ ان کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی بدولت حوصلہ اور تسلی ہو جاتی ہے، اور واضح رہے کہ عیادت کرنا مواخات کو دوام بخشنے کے لئے ضروری ہے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا لحاظ بھی رکھتے تھے۔

6۔ ایثار و فداکاری:

جب بھی اخوت کے عنوان پر گفتگو کی جاتی ہے تو درحقیقت ایثار و فداکاری کا موضوع زیر بحث ہوتا ہے۔ ایثار کی تعریف یہ ہے کہ انسان اپنے بھائی کو اپنے نفس پر مقدم سمجھے اور اس کی مصلحت کو اپنی ذاتی مصلحت پر ترجیح دے اور اس کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم سمجھے۔ ایثار ایک ایسا مقام ہے جس پر صاحبان صبر و کمال ہی فائز ہو سکتے ہیں۔ یہ برادری کا سب سے اعلیٰ مقام اور اخوت کا سب سے بلند درجہ ہے۔

ہو سکتا ہے مادہ پرست لوگ اس ایثار کو افسانہ سمجھیں اور ایسے جانبازوں پر پاگل ہونے کی تہمت لگا دیں۔ لیکن جو شخص رشتہ اخوت سے منسلک ہونے کی اہمیت سے آشنا ہو وہ اسی میں اپنا آرام و سکون محسوس کرتا ہے کہ مسکراتے چہرے اور دلی جذبات کے ساتھ اپنے بھائی کے لئے ایثار کا مظاہرہ کرے۔ ایثار و فداکاری، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک زندگی کا خاصہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی واجب ضرورتوں سے چشم پوشی کرتے ہوئے دوسروں کی ضرورتیں پوری کرتے تھے اور ان کی خواہش کو اپنی خواہش پر مقدم فرماتے تھے، لوگوں نے اس ایثار کی وجہ سے اپنے دلوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربت و محبت اس طرح محسوس کی کہ اپنا آبائی دین چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ ملاحظہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا ابوذرؓ سے فرمایا:

((مَا أُحِبُّ أَنَّ أُحُدًا ذَاكَ عِنْدِي ذَهَبٌ، أَمْسَى ثَالِثَةً عِنْدِي مِنْهُ دِينَارٌ، إِلَّا دِينَارًا أَرْصُدُهُ لِدَيْنٍ))[1]

"میرے پاس اگر اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تو مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ تین دن گزرنے کے بعد میرے پاس اس میں سے کچھ بھی بچا ہوا رہے، ہاں! اگر قرض کی ادائیگی کے لئے میں کچھ

[1]۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، باب الترغیب، فی الصدقۃ، ح:94۔

رکھ لوں تو اور بات ہے"۔

سیدہ خدیجہ طاہرہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایثار کے بارے میں ایک مرتبہ بیان کیا:

((إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الكَلَّ، وَتَكْسِبُ المَعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الحَقِّ))[1]

"آپ تعلق کو جوڑتے اور ناتواں کا بوجھ اپنے اوپر لے لیتے اور جو چیز ان کے پاس نہ ہوتی وہ لا کر انہیں دیتے، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے اور مشکل میں حق دار کی مدد کرتے"۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں دعوت کا آغاز کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایثار و فداکاری کی حقیقت کو نہ صرف خود سمجھا اور اپنایا بلکہ اپنے مددگار رشتہ داروں کو سمجھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ مطہرہ سیدہ خدیجہؓ نے اس مقدس دعوت کی خاطر اپنی ساری دولت لٹادی۔ لوگوں کی دعوت اسلام دینے کے لئے جتنے بھی پروگرام ہوتے ان کے تمام اخراجات وہ خود اٹھاتیں، یہی وجہ ہے کہ مکہ مکرمہ کی امیر ترین خاتون فوت ہوئیں تو ان کی ملکیت میں کفن خریدنے کے لئے بھی رقم نہ تھی۔[2]

سیدنا انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی ناداری و مفلسی کا تذکرہ کیا اور کچھ مالی امداد چاہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کیا کچھ عطا فرمایا، روایت کے الفاظ ہیں:

((فَأَعْطَاهُ غَنَمًا بَيْنَ جَبَلَيْنِ))

"دو پہاڑوں کے درمیان چرنے والی ساری بکریاں اس کو عطا فرمادیں"۔

وہ شخص اپنی قوم کی طرف واپس گیا اور ان سے کہنے لگا:

((يَا قَوْمِ أَسْلِمُوا، فَإِنَّ مُحَمَّدًا يُعْطِي عَطَاءً لَا يَخْشَى الْفَاقَةَ))[3]

"میری قوم! تم سب کے سب اسلام قبول کر لو کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو اتنا کچھ عطا کر دیتے ہیں کہ انہیں فقر وفاقہ کا اندیشہ ہی نہیں ہوتا"۔

سیدنا جابر بن عبد اللہؓ کہتے ہیں:

---

[1]۔ بخاری، صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی، ح:3۔

[2]۔ احمد بن حنبل، المسند، 5/256۔

[3]۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب ما سئل ۔۔۔، ح:2312۔

((مَا سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا))[1]

"کبھی کسی چیز کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال نہیں کیا گیا کہ جواب میں آپ نے "نہیں" فرمایا ہو"۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بھی حاجت مند کو رد نہیں فرماتے تھے، اگرچہ آپ خود مطلوبہ چیز کے حاجت مند ہوتے۔ سیدنا سہلؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک موٹی چادر لائی جس کے کنارے بُنے ہوئے تھے اور آکر عرض کرنے لگی: میں نے اس چادر کو اس لئے بُنا ہے تاکہ آپ کو پہناؤں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چادر کو لے لیا اور آپ کو اس کی ضرورت بھی تھی۔ پھر آپ ہمارے پاس آئے تو ایک شخص نے اس چادر کی تعریف کی اور عرض کیا: یہ کتنی خوبصورت ہے، یہ مجھے پہنا دیجئے! آپ نے اُسی وقت وہ چادر اُسے عنایت فرما دی۔ لوگوں نے اس آدمی سے کہا: یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود اس کی ضرورت تھی اور تم نے مانگ لی حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ وہ انکار نہیں کرتے؟ اس شخص نے کہا:

((إِنِّي وَاللَّهِ مَا سَأَلْتُهُ إِيَّاهَا لِأَلْبَسَهَا، وَلَكِنْ سَأَلْتُهُ إِيَّاهَا لِتَكُونَ كَفَنِي.فَقَالَ سَهْلٌ: فَكَانَتْ كَفَنَهُ))[2]

"اللہ کی قسم! میں نے یہ اس لئے نہیں مانگی کہ اس کو پہنوں بلکہ اس لئے مانگی ہے کہ اس کو اپنا کفن بناؤں! سیدنا سہلؓ فرماتے ہیں کہ پھر یہی چادر اس کا کفن بنی"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود بھی ضرورت تھی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جذبہ ایثار و قربانی کا درس دیتے ہوئے سائل کو ترجیح دی۔ جب تنگ حالی اور حاجت مندی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطاو بخشش کا یہ عالم تھا، تو خوشحالی میں آپ کی عطا کا کیا حال ہو گا!

سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو نضیر کے یہودیوں کے مقابلے میں کامیابی حاصل کرنے کے دن انصار صحابہ کرامؓ سے فرمایا:

"اگر تم پسند کرو تو اپنے مال اور گھر مہاجرینؓ میں تقسیم کر دو اور ان اموالِ غنیمت میں ان کے ساتھ شریک ہو جاو اور اگر چاہو تو تمہارے اموال اور گھر تمہارے ہی رہیں اور غنیمت میں سے تمہیں کوئی چیز نہ دی جائے"۔

---

[1]۔ابن ابی شیبہ، مصنف لابن ابی شیبه،كتاب الفضائل،باب ما اعطى الله تعالى محمدا ﷺ،ح:31810۔(اسنادہ صحیح)

[2]۔ابن ماجہ، السنن،ابواب اللباس، باب لباس رسول الله ﷺ،ح:3555۔(صحیح)

اس پر انصار صحابہ کرامؓ نے فرمایا:

"ہم اپنے اموال اور گھر بھی مہاجرینؓ میں تقسیم کر دیتے ہیں اور اموال غنیمت میں سے بھی کچھ نہیں لیتے۔ ہم مہاجرینؓ کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں"۔

سیدنا عمر بن خطابؓ کی وفات کے بعد جوار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ان کی تدفین کے لئے جب سیدنا عبد اللہؓ نے اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے اجازت طلب کی تو انہوں نے جذبہ ایثار و قربانی سے معمور اور بھرپور جواب دیتے ہوئے فرمایا:

"میرا جی چاہتا ہے کہ میں اپنے سرتاج اور اپنے شفیق باپ کے پاس اپنا مرقد بنواوں اور یہ جگہ تو میں نے اپنے لئے تیار کی ہوئی تھی، لیکن آج میں اپنی ذات پر عمر بن خطابؓ کو ترجیح دیتی ہوں۔ جاو امیر المومنین کو ان کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن کر دو"۔[1]

سیدنا اسماءؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ کفّار نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتنا تشدد کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیہوشی طاری ہو گئی۔ ابو بکرؓ کو کسی نے چلا کر کہا: اپنے ساتھی کو بچاو۔ چنانچہ وہ ہمارے پاس سے چل دیئے۔ آپ نے اس وقت اپنے بالوں کی چار مینڈھیاں کی ہوئی تھیں اور آپ یہ پکار رہے تھے:

((وَيْلَكُمْ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ)) [2]

"تمہارا ستیاناس! کیا تم ایسے آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے"۔

کفّار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر آپ پر پل پڑے۔ جب سیدنا ابو بکرؓ ہمارے پاس گھر واپس آئے تو ان کی حالت یہ تھی کہ جہاں سے بھی آپ کی کسی مینڈھی کو چھوا جاتا وہاں سے بال جھڑ کر ہاتھ میں آجاتے تھے۔

سیدنا علی بن ابی طالبؓ کا شب ہجرت بستر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سو جانا ایثار و فداکاری کی ایک عظیم مثال ہے۔ ربیع الاول کی پہلی رات جب قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا منصوبہ بنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کے وہی الفاظ نازل ہوئے جو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ایک بہی خواہ نے ان سے کہے تھے:

﴿إِنَّ الْمَلَأَ يَأْتَمِرُونَ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ فَاخْرُجْ﴾[3]

"شہر کے سردار آپ کے قتل کا منصوبہ بنا رہے ہیں لہٰذا آپ یہاں سے نکل جائیں"۔

---

[1]۔ بخاری، صحیح البخاری، کتاب اصحاب النبیﷺ، باب قصة البیعة، ح:3700۔

[2]۔ حمیدی، ابو بکر عبد اللہ بن زبیر، مسند حمیدی (دمشق: دار البقاء، 1996ء) احادیث اسماء بنت ابی عمیس، ح:326۔

[3]۔ قصص (28):20۔

قرآن کریم نے سیدنا علیؓ کی اس فداکاری کا تذکرہ ان الفاظ میں فرمایا ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ﴾[1]

"اور لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو اللہ کی رضاجوئی کے لئے اپنی جان بیچ دیتا ہے اور اللہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے"۔

پھر سفر ہجرت میں سیدنا ابو بکر صدیقؓ کا ایثار ملاحظہ ہو، جب وہ غار کے دہانے پر پہنچے تو سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے کہا:

((مَكَانَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، حَتَّى أَسْتَبْرِئَ لَكَ الْغَارَ، فَدَخَلَ وَاسْتَبْرَأَهُ حَتَّى إِذَا كَانَ فِي أَعْلَاهُ ذَكَرَ أَنَّهُ لَمْ يَسْتَبْرِئِ الْحُجْرَةَ، فَقَالَ: مَكَانَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، حَتَّى أَسْتَبْرِئَ الْحُجْرَةَ، فَدَخَلَ وَاسْتَبْرَأَ، ثُمَّ قَالَ: انْزِلْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَنَزَلَ، فَقَالَ عُمَرُ))[2]

"اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم! آپ ذرا سا باہر ہی ٹھہریئے تاکہ میں غار کا اچھی طرح جائزہ لے لوں، جب انہوں نے غار میں ایک جگہ سوراخ دیکھا تو اس پر اپنا پاوں رکھ دیا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم! میں نے ایسا اس لئے کیا ہے کہ اگر کوئی موذی جانور ہو تو وہ مجھے ہی نقصان پہنچائے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے محفوظ رہیں"۔

سیدنا ابو بکر صدیقؓ ہمیشہ اس بات سے خائف رہتے کہ مبادا کوئی ان کی زندگی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت سے دوچار کرے یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان کے درپے ہو، بلکہ آپ ہمیشہ یہ تمنا کرتے تھے کہ اپنے جان ومال اور اہل وعیال کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان کردیں۔[3]

سفر ہجرت میں سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور پر بھوک کے آثار دیکھے تو کہیں سے دودھ لے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا، حالانکہ اس وقت وہ خود بھی بھوکے تھے۔ روایت میں ہے کہ سیدنا ابو بکرؓ بعد میں یہ واقعہ بیان کرتے تھے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ پی لیا تو درحقیقت میں سیراب ہو گیا۔یعنی دودھ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیا لیکن سیراب میں ہو گیا۔[4]

---

[1]۔ البقرۃ(2):207۔

[2]۔ ابوعبداللہ حاکم محمد بن عبداللہ، **المستدرک علی الصحیحین** (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1990ء) **کتاب الھجرۃ**، ح:4268، (صحیح مرسل)

[3]۔ احمد بن عبدالحلیم، ابن تیمیہؒ، **منھاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام الشیعۃ والقدریۃ** (قاھرہ: مکتبۃ ابن تیمیہ) 4/263۔

[4]۔ بخاری، **صحیح البخاری**، ح:3346۔

سیدنا ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری کے گھر رات کو مہمان آگیا، ان کے پاس صرف اتنا کھانا تھا کہ یہ خود اور ان کے بچے کھا سکیں، انھوں نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ بچوں کو کسی طرح سلا دو اور گھر کا چراغ گل کر دو پھر مہمان کے سامنے کھانا رکھ کر بیٹھ جاؤ کہ مہمان سمجھے کہ ہم بھی کھا رہے ہیں؛ مگر ہم نہ کھائیں؛ تاکہ مہمان پیٹ بھر کھا سکے۔[1]

امام قشیریؒ نے سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ سے نقل کیا کہ اصحابؓ میں سے ایک صحابی کو کسی شخص نے ایک بکری کا سر بہ طور ہدیہ پیش کیا، انہوں نے خیال کیا کہ ہمارے فلاں بھائی کے اہل و عیال ہم سے زیادہ ضرورت مند ہیں، یہ سر ان کے پاس بھیج دیا، یہ سر جب دوسرے صحابی کے پاس پہنچا تو اسی طرح انھوں نے تیسرے کے پاس اور تیسرے نے چوتھے کے پاس بھیج دیا، حتیٰ کہ سات گھروں میں پھرنے کے بعد یہ سر پہلے صحابی کے پاس واپس آگیا۔[2]

نیک بخت لوگ خیر کی تقسیم کرتے ہیں، جس سے ان کی سعادت اور نیک بختی دوچند ہو جاتی ہے، جبکہ بد نصیب خیر کو اپنی ہی ذات میں سمیٹ کر رکھتے ہیں، جو ان کے سینوں ہی میں گھٹ کر ختم ہو جاتی ہے۔

سچا اور مخلص بھائی وہ ہے جو ہمیشہ اپنے بھائی کو فائدہ پہنچانے کے لئے خود ضرر اٹھائے۔ جب وہ گردش زمانہ میں مبتلا ہو تو وہ اسے سنبھالا دینے کے لئے اپنے آپ کو پراگندہ کر دے۔ جس طرح اپنی جان، مال، اہل و عیال اور مال و منال کی حفاظت و عزت پیاری ہے اسی طرح بھائیوں کی ان سب چیزوں کی نگرانی و آبرو بھی عزیز ہونی چاہیئے۔ ایسا ایثار اور فداکاری چاہنے والوں کے دل جیتنے کی کنجی ہے۔

مذکورہ بالا تمام واقعات اور نصوص سے واضح ہوا کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اور آپ کے زیر تربیت پانے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اخوت کے فروغ کے لئے عملی طور پر ایثار و فداکاری کی ایسی ایسی بے نظیر مثالیں پیش کیں کہ تاریخ میں ایسی مثال کسی اور امت میں نظر نہیں آتی۔ لہذا آج بھی اخوت کی تاسیس و تشکیل کے لئے ایثار کو بنیاد بنا کر اسی نہج پر دوبارہ امت مسلمہ کے پیروکاروں کو رشتہ اخوت سے منسلک کیا جا سکتا ہے۔

7۔ مشترکہ امور میں عدل و انصاف:

اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو پسند نہیں فرماتا جو دوستوں میں اپنے آپ کو بڑھ کر سمجھتا ہو اور مشترکہ معاملات میں عدل کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دے۔ ایسا کرنا ہلاکت کے بنیادی ستونوں میں سے ایک ہے۔ صالح بھائی تمام امور میں عدل و انصاف سے کام لیتا ہے۔ اس حوالے سے چند احادیث درج ذیل ہیں:

---

[1]۔ ابن ابی شیبہ، مصنف لابن ابی شیبه، كتاب الزهد، كلام ابی هريرة، ح:34705۔

[2]۔ ابن ابی الدنیاؒ، كتاب الزهد، ترجمہ، مولانا نور محمد انیس (کراچی: دارالاشاعت، 2001ء) ص:221۔

ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی رضائی ماں سیدہ حلیمہ سعدیہؓ سے پوچھا: میرے بہن بھائی کہاں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ اپنے مویشیوں کو چرا رہے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ہمیں دیا ہے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ماں! پھر اس طرح تو آپ نے انصاف سے کام نہیں لیا کہ میں ابھی چھاؤں میں آرام سے ہوں اور میرے بہن بھائی شدید دھوپ میں بکریاں چرا رہے ہیں جبکہ دودھ میں بھی پیتا ہوں۔[1]

مذکورہ بالا واقعات سے واضح ہوا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ عدل وانصاف کالحاظ رکھا ہے اور اسی عدل وانصاف اور مساوات کی بدولت اہل اسلام کو بقیہ مذاہب کے پیروکاروں سے نمایاں مقام حاصل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عدل وانصاف اور مساوی سلوک کو اپنی ذات سے شروع کرنا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے اسوہ حسنہ کو پیش کرنا اخوت کے فروغ کے لئے بہت معاون ثابت ہوا۔ آج کے اس پُر فتن دور میں بھی اگر ہم دوبارہ اسی عہد نبوی جیسی اخوت کے خواہشمند ہیں تو پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے اوصاف کو اپنے اندر پیدا کرنا ہوگا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخوت کو فروغ دینے والے اسوہ حسنہ کو سامنے رکھنا ہوگا تاکہ اخوت کے نتیجہ میں جنم لینے والے اثرات سے صحیح معنوں میں ہم مستفید ہو سکیں۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ عہد رسالت میں اخوت کی عملی مثالوں میں مواخات مدینہ جیسے واقعہ کو سامنے رکھتے ہوئے، ایثار، خیر خواہی، دلجوئی، خوشی وغمی میں تعاون جیسی عمدہ مثالوں کی بدولت عصری معاشرت میں بھی اخوت کو فروغ دینے میں معاونت ہو سکتی ہے۔

---

[1]۔ تاج محمد لنگرودی، **اخلاق انبیاء علیہم السلام**، ترجمہ: سید ذولفقار علی زیدی (کراچی: الحرمین پبلشرز، 2004ء) ص:305۔

فصل سوم

عہد خلافت راشدہ میں اخوت کے محرکات

عہد زریں میں اخوت کے محرکات اور اس کی عملی مثالوں کا جائزہ لیتے ہوئے اس فصل میں خلافت راشدہ کے دور میں اخوت کے محرکات اور اس کی مثالوں کو دلائل و واقعات کے ساتھ احاطہ تحریر میں لانے کی ایک طالبانہ کوشش کی جاتی ہے، جس کی وجہ سے خلافت راشدہ کے دور میں اخوت سے فروغ پانے والے ماحول کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ کہ اس دور میں اخوت کی تاسیس و تشکیل کن بنیادوں پر تھی اور اس مواخات کے نتیجہ میں لوگوں کی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوئے۔

1۔ ایثار اور مواخات مدینہ:

انصار مدینہ نے اپنی عسرت کے باوجود مہاجر بھائیوں کا جس طرح استقبال کیا اور ان کو اپنے درمیان جگہ دی، یہ محض رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم و تربیت، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عملی نمونہ اور قوت ایمان کا ہی کرشمہ ہو سکتا ہے، اخلاق واقدار کی بلندی کے اسی اعجاز کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے:

﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾[1]

"اور وہ اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود محتاج ہوں"۔

صحابہ کرامؓ کس قدر ایک دوسرے سے ہمدردی کا اظہار کرتے تھے، اس حوالے سے سیدنا انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ سیدنا عبد الرحمٰن بن عوفؓ (ہجرت کرکے) ہمارے ہاں تشریف لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اور سیدنا سعد بن الربیعؓ کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا جو کہ بہت مالدار تھے۔ انہوں نے سیدنا عبد الرحمٰنؓ سے کہا: میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں اور یہ بات انصار کو بھی معلوم ہے، تو میں اپنا مال دو حصوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ ایک حصہ میرے لئے اور دوسرا آپ کے لئے۔ اور اس کے علاوہ میری دو بیویاں بھی ہیں، آپ کو ان دونوں میں سے جو زیادہ اچھی لگے میں اسے طلاق دے دیتا ہوں اور جب اس کی عدت پوری ہو جائے تو آپ اس سے شادی کر لیں۔ سیدنا عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے کہا:

((بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ))

"اللہ آپ کے گھر والوں اور آپ کے مال میں برکت دے"۔

---

[1]۔ الحشر (59):9۔

سیدنا انسؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد سیدنا عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے گھی اور پنیر کا کاروبار شروع کیا۔ کچھ ہی عرصہ بعد ایک گٹھلی کے برابر سونا دے کر ایک انصاری عورت سے شادی بھی کر لی۔[1]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَهَاجَرُواْ وَجَٰهَدُواْ بِأَمۡوَٰلِهِمۡ وَأَنفُسِهِمۡ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ وَٱلَّذِينَ ءَاوَواْ وَّنَصَرُوٓاْ أُوْلَٰٓئِكَ بَعۡضُهُمۡ أَوۡلِيَآءُ بَعۡضٖۚ ﴾[2]

"جو لوگ ایمان لائے اور (اپنے وطنوں سے) ہجرت کر گئے اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں کے ساتھ اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا وہ، اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں"۔

مذکورہ بالا نصوص سے پتہ چلا کہ خلافت راشدہ کے دور میں اخوت کا ایک بہت بڑا محرک باہمی ایثار اور تعاون تھا جیسا کہ انصاریوں نے مہاجرین کے ساتھ کیا اور تاریخ میں اس جیسی کوئی مثال نہیں ملتی، پھر اسی ایثار اور تعاون کے نتیجہ میں ایک ایسی ایمانی اخوت معرض وجود میں آئی کہ مدنی اور مکی یعنی انصار اور مہاجرین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان ایسی فضا قائم ہو گئی کہ وہ خونی رشتہ داروں سے بڑھ کر ایک دوسرے کا خیال رکھنے لگے اور باہمی انس و محبت، ایثار و سخاوت، خودداری اور تعاون کا ماحول پروان چڑھنے لگا اور اسی ایثار و تعاون، خودداری اور خیر خواہی کو بنیاد بنا کر اخوت کو فروغ دینے کی آج بھی ضرورت ہے۔

2۔ایمان اور اعمال صالحہ:

عہد خلفاء میں اخوت کا ایک اور بہت بڑا اور بنیادی محرک ایمان اور اعمال صالحہ ہیں جس کی وجہ سے باہم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ایک دوسرے سے رشتہ اخوت میں منسلک تھے جس کو ذیل میں دلائل سے واضح کیا جاتا ہے۔

یحییٰ بن اکثمؒ کہتے ہیں کہ جب علقمہ العطاردؒ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے سے (اخوت اور معاشرت کے بارے میں جامع گفتگو کرتے ہوئے) کہا:

"اے بیٹے! اگر کسی سے دوستی کرنا چاہو تو ایسے آدمی کو دوست بنانا کہ جس کی تم خدمت کرو تو وہ قدر کرے، اس کی صحبت میں رہو تو وہ تمہارے لئے زینت بن جائے، تمہیں کوئی ضرورت پڑ

---

[1]۔ بخاری، صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب اخاء النبی ﷺ، ح:3780۔

[2]۔ الانفال (8):72۔

جائے تو تمہاری مدد کرے، کسی بھلائی یا نیکی کے لئے اپنا ہاتھ بڑھاو تو وہ بھی تمہارا ساتھ دے، تمہاری کوئی خوبی دیکھے تو اسے شمار کرے اور اگر کوئی برائی دیکھے تو اس کی پردہ پوشی کرے، تم بخل سے کام لو تو وہ پہل کرے، تم پر کوئی آفت آئے تو وہ تمہیں تسلی دے، تم کوئی بات کہو تو وہ تمہارا یقین کرے، کسی معاملہ میں کوشش کرو تو وہ تمہیں آگے بڑھادے، کبھی کسی بات پر جھگڑا ہو تو وہ اپنے حق پر تمہیں ترجیح دے"۔[1]

سیدنا عمرو بن العاص ؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خود سنا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوشیدہ نہیں بلکہ اعلانیہ اور بلند آواز سے فرمارہے تھے:

((إِنَّ آلَ أَبِي-- لَيْسُوا بِأَوْلِيَائِي، إِنَّمَا وَلِيِّيَ اللَّهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ))[2]

"آل فلاں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اقارب واعزہ کی ایک جماعت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) میرے دوست نہیں ہیں، میر اولی (دوست) تو اللہ ہے اور نیکوکار اہل ایمان ہیں"

اگر بھائی کے انتخاب کے وقت مذکورہ بالا باتوں کا دھیان رکھا جائے تو یہ دنیا و آخرت دونوں اعتبار سے فائدہ مند ہے، کیونکہ نیک بھائی نیکی اور بھلائی کا حکم دے گا اور بلاشبہ نیکی دخول جنت کا سبب ہے۔ پس متقی اور پرہیز گار شخص کو بھائی بنانا چاہیئے جسے اللہ اور اس کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین پسند کریں اور وہ روز قیامت آپ کا رفیق ہو، جو آپ کے اندر اللہ تعالیٰ کی یاد پیدا کرے۔ ایسے ہی بھائیوں کے بارے میں قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿إِخْوَانًا عَلَى سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ﴾[3]

"وہ بھائیوں کی طرح آمنے سامنے تخت پر بیٹھے ہوں گے"۔

دوسری جانب اگر بھائی کے انتخاب میں ان مذکورہ چیزوں کو ملحوظ خاطر نہ رکھا گیا تو یہ دنیا و آخرت میں خسارے کا باعث ہے کیونکہ برا بھائی بری باتوں کی جانب رغبت کا باعث بنے گا اور بلاشبہ بری باتیں دخول جہنم کا سبب ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

---

[1]۔ عبداللہ بدران، سمیر المومنین و انیس الصالحین، ص:111۔

[2]۔ بخاریؒ، صحیح البخاری، کتاب الادب ، باب تبل الرحم ببلالها، ح:5990۔

[3]۔ الحجر (15):47۔

﴿يَوْمَ لَا يُغْنِي---الرَّحِيمُ ﴾[1]

"اس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ ان کی امداد کی جائے گی۔ مگر جس پر اللہ کی مہربانی ہو جائے وہ بڑا زبردست اور رحم کرنے والا ہے"۔

جس طرح قرآن کریم میں ایمان والوں کو آپس میں ایک دوسرے کا دوست اور بھائی قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح حدیث مبارکہ میں صرف اہل تقوی سے اخوت و دوستی کو لازم پکڑنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ سیدنا ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((لا تُصَاحِبْ إلا مُؤْمِناً، ولا يأْكُلْ طَعَامَكَ إلا تَقِيٌّ)) [2]

"صرف مومن کو ساتھی بنا (اس کی صحبت اختیار کر) اور تمہارا کھانا صرف متقی کھائے۔

دوسروں سے تعلق بناتے وقت ان باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے کہ بھائی نیک، متقی، پرہیز گار، دین دار، صوم وصلوٰۃ کا پابند، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنے والا، کتاب وسنت پر عمل درآمد کرنے والا، دینی باتوں سے دلچسپی لینے والا اور اخلاق مند ہو۔ ڈاکٹر عائض القرنی[3] نے ایک عرب ادیب کا قول نقل کیا ہے:

"جس آدمی کی سیرت کو تم اچھا سمجھتے ہو، اس کے طریقوں پر مطمئن ہو، اس کی فضیلت و عقلمندی کی معرفت رکھتے ہو تو اس کے کسی ایسے عیب پر جو کثرت فضائل سے چھپا ہو یا چھوٹی سی غلطی پر جس سے درگزر کیا جاسکتا ہو، اس سے علیحدگی اختیار نہ کرو"۔[4]

اگر بھائی چارہ مذکورہ چیزوں کو مد نظر رکھتے ہوئے کیا جائے تو بہتر اور درست ہے، کیونکہ بھائی کے اثرات انسان کے عقائد و نظریات، اخلاق و کردار، عادات و اطوار اور احساسات و جذبات کو اتنا جلد متاثر کرتے ہیں کہ انسان کو اس کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ لہذا یہی ایمان اور نیکی ایک محرک ہے جس کی بنیاد پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپس میں رشتہ اخوت سے منسلک رہے اور آج کے لوگ بھی اسی رشتہ کی وجہ سے باہم مواخات کے رشتے میں جڑ سکتے ہیں۔

---

[1]۔ الدخان (44):41,42۔

[2]۔ ابوداود، السنن، کتاب الادب، باب من یومر ان یجالس، ح:4832۔ (حدیث حسن)

[3]۔ ڈاکٹر عائض القرنی مشہور سعودی مصنف، عالم اور شاعر ہیں، جو سعودیہ میں 1960ء کو پیدا ہوئے تھے۔

[4]۔ ڈاکٹر عائض بن عبد اللہ القرنی، لا تحزن، ترجمہ: غطریف شہباز ندوی (لاہور: دار الابلاغ، 2012ء) ص:406۔

3۔ سچائی:

محاسن اخلاق میں سے اگرچہ ہر عنصر کی اپنی اپنی جگہ نمایاں اہمیت ہے اسی لئے اسلام میں مجموعی طور پر اور انفرادی طور پر ہر ایک کا الگ الگ نام لے کر اس کی اہمیت وفضیلت بیان کرتے ہوئے اس کو اپنانے کی تلقین کی گئی ہے، تاہم جملہ محاسن اخلاق میں سے صداقت کو سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے جس طرح رذائل اخلاق میں جھوٹ کو تمام برائیوں کی جڑ کہا جاتا ہے۔لہذا یہ سچائی جس کی شہرت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بعثت سے پہلے بھی معروف تھے اور یہی صدیق کا لقب حضرت ابو بکرؓ کو دیا گیا اور یہی وہ عنصر ہے جس کی بنیاد پر عہد خلافت راشدہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مابین اخوت کا رشتہ پروان چڑھا تھا جس کو مزید دلائل سے ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

اہل ایمان کو صفت صداقت اپنے اندر پیدا کرنے اور سچوں کی رفاقت میں رہنے کی تلقین بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾[1]

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو"۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اخوت کا جو ضابطہ واصول فراہم کیا ہے وہ صداقت پر مبنی ہے۔اسی کی طرف سیدنا عمر بن خطابؓ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

"سچے بھائیوں کے ساتھ رہو کیونکہ وہ آسانی میں زینت کا سامان ہوتے ہیں اور مشکل وقت میں مددگار"۔[2]

کسی عرب دانشور کا قول ہے:

((مَنْ أَحَبَّكَ نَهَاكَ، وَمَنْ أَبْغَضَكَ أَغْرَاكَ))[3]

"جو آدمی تجھ سے محبت کرتا ہوگا وہ تجھے (غلط کام سے) روکے گا اور جو تجھ سے دشمنی کرے گا وہ تجھ کو (برائی کی طرف) لے جائے گا"۔

---

[1]۔ التوبۃ(9):119۔

[2]۔ بدران، سمیر المومنین و انیس الصالحین، ص:225۔

[3]۔ ابو بکر احمد بن مروان الدینوری، المجالسۃ وجواہر العلم، الجزء السابع عشر، ح:2389 (بیروت: دار ابن حزم، 1419ھ)

مذکوہ نصوص میں سچائی کو قولی اور عملی صورت میں اپنانے پر زور دیا گیا ہے جو کہ خلافت راشدہ کے زمانہ میں اخوت کے محرکات میں سے ایک اہم محرک تھا۔ جس کو بنیاد بنا کر اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین و دنیا کی بھلائیاں سمیٹ لی تھیں۔

4۔ تقویٰ اور فہم وفراست:

خلافت راشدہ کے دور میں اخوت کا ایک اہم محرک تقویٰ اور فہم وفراست ہے جس کی بنیاد پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین باہمی مواخات کے رشتہ سے منسلک ہو کر ایک دوسرے کے معاون بن جاتے تھے۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سیدنا معاذ بن جبلؓ سے ایک روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

﴿ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِي الْمُتَّقُونَ مَنْ كَانُوا وَحَيْثُ كَانُوا ﴾[1]

"اللہ کے دوست متقی لوگ ہیں، چاہے وہ کوئی بھی ہوں یا کہیں بھی ہوں"۔

سیدنا ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ أولى النَّاسِ بالله مَنْ بَدَأَهُمْ بِالسَّلام))[2]

"؟ سب آدمیوں سے بڑھ کر وہ شخص اللہ والا ہے جو سلام کرنے میں پہل کرتا ہے"۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ ﴾[3]

"بے شک اللہ اور جبریل اور نیک کردار مسلمان ان کے حامی (اور دوست دار) ہیں اور (ان کے علاوہ اور) فرشتے بھی مددگار ہیں"

آیت کریمہ میں "صالح المومنین" سے مراد وہ شخص ہے جو اہل ایمان میں سے ہو اور نیک کام کرنے والا ہو اور مومن و متقی ہو یہی لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوست ہیں۔ ان لوگوں میں سیدنا ابو بکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا علیؓ اجمعین اور وہ تمام لوگ داخل ہیں، جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت رضوان کا فخر حاصل کیا۔ یہ لوگ تعداد میں چودہ سو تھے اور وہ سب جنتی ہیں۔

مذکورہ نصوص اور آثار سے عیاں ہوا کہ خلفائے راشدین کے مابین اخوت کو فروغ دینے والے عناصر میں سے ایک

---

[1]۔ احمد بن حنبل، المسند، تتمة مسند الانصار، حديث معاذ بن جبل، ح:22052۔

[2]۔ ابو داود، السنن، ابواب النوم، باب فضل من بداء السلام، ح:5197۔ (حدیث صحیح)

[3]۔ التحریم(66):4۔

اہم محرک تقوی اور فہم وفراست تھا جس کی بنیاد پر وہ ایک دوسرے سے محبت ومودت، ایثار وخلوص سے تعاون علی البر کیا کرتے تھے۔

5۔اعتماد واعتبار:

خلفائے راشدین کے دور میں اخوت کے محرکات میں سے ایک اہم محرک اعتماد اور اعتبار کا تھا، کیونکہ جس شخص پر اعتماد اور بھروسہ نہیں کیا جاسکتا اس سے رشتہ اخوت کے ذریعہ منسلک نہیں ہونا چاہئے اس کی وجہ یہ ہے کہ قابل اعتماد بھائیوں کو ہی آپ اپنے راز بتا سکتے ہیں اور انہیں کو امانتیں سونپی جاسکتی ہیں وگرنہ جس شخص پر اعتماد اور اعتبار ہی نہیں کیا جاسکتا اس سے بقیہ معاملات میں تعلقات کو کیسے بحال رکھا سکتا ہے۔

قابل اعتماد بھائی تمہارا دست وبازو، تمہارے اہل اور مال کی مانند ہے۔ اگر تمہارا بھائی قابل اعتماد ہے تو اس کی جانی ومالی مدد کرو۔ اس کے چاہنے والوں کو اپنا بھائی اور اس کے دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھو۔ اس کے راز کے امین رہو اور ہمیشہ اس کے معاون ومددگار رہو اور اس کی نیکیوں کا اظہار کرو اور اے سائل! جان لو کہ سچے اور مخلص بھائی سرخ سونے سے بھی زیادہ کم یاب ہیں۔ بظاہر خوش اخلاق بھائی سے تم لطف اندوز ہوگے لیکن اس کے ضمیر سے تمہیں زیادہ توقع بھی نہیں رکھنی چاہیئے اور اس کی طرح تمہیں بھی بظاہر شیریں زبانی اور خندہ پیشانی سے پیش آنا چاہیئے۔ سیدنا حسین بن علیؓ فرماتے ہیں:

((الاخوان اربعة: فاخ لک وله، واخ لک، واخ علیک، واخ لا لک ولا له))[1]

"بھائی چار قسم کے ہوتے ہیں: ایسا بھائی جو تیرے لئے ہے اور خود کے لئے ہے، تیرا بھائی جو تیرے حق میں ہے، اور وہ بھائی جو تیرے خلاف ہے اور وہ بھائی جو نہ تیرے خلاف ہے نہ خود کے لئے"۔

جب آپؓ سے اس بات کے معنی پوچھے گئے تو ان الفاظ میں وضاحت فرمائی:

"ایسا بھائی جو تیرے لئے اور خود کے لئے ہے، وہ ہے جو برادری کی ہمیشگی کو چاہتا ہے اور اس سے بھائی کی بربادی نہیں چاہتا۔ یہ تیرے لئے اور اپنے لئے ہے کیونکہ اگر یہ دو بھائی مکمل ہو جائیں تو دونوں کی زندگی سکون میں ہوگی اور اگر ختم ہو جائیں (یا تعلق کمزور ہو جائے) تو دونوں کی خوشی ختم ہو جائے گی۔ اور جو تیرا بھائی ہے وہ ایسا ہے جو خود کو لالچ سے دور کرے اور برادری میں رغبت رکھتا ہو، یہ تیرے لئے مکمل کمال ہے۔ اور جو بھائی تیرے خلاف ہے وہ اس بھائی کی طرح

[1]۔ الحرانیؒ، ابو محمد حسن بن علی، تحف العقول عن آل الرسولؐ (بیروت: موسسۃ الاعلمی للمطبوعات) ص:274۔

ہے جو زمانے کے حالات کا تیرے لئے انتظار کر رہا ہو اور اندر کے کینے کو چھپائے رکھتا ہو، لوگوں کے درمیان تیرے خلاف جھوٹ بولتا ہو اور تیری طرف حسد کی نگاہ سے دیکھتا ہو اور اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ اور وہ بھائی جو نہ تیرے خلاف ہے اور نہ ہی خود کے لئے، وہ ایسا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حماقت سے بھر دیا ہے اور اس کو خود سے دور کر دیا ہے۔ پس اس کو دیکھو گے کہ تجھ پر خود کو ترجیح دیتا ہو گا اور جو کچھ تیرے پاس ہے وہ بخل سے مانگے گا"۔[1]

مذکورہ آثار سے واضح ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین قابل اعتماد اور معتبر لوگوں سے رشتہ اخوت میں منسلک ہونے کو سعادت سمجھتے تھے جبکہ مفاد پرست اور غیر معتبر لوگوں سے بچتے تھے اور ان سے کوئی تعلق نہیں رکھتے تھے۔

6۔ زیارت اور ملاقات:

عہد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں اخوت کے رشتہ میں دوام و بقاء اور مٹھاس پیدا کرنے کے لئے اہم عنصر وقتاً فوقتاً باہمی ملاقات اور زیارت کو سمجھا جاتا تھا جو کہ مواخات کا ایک ضمنی محرک خیال کیا جاتا ہے۔ اسی کی اہمیت بیان کرتے ہوئے سیدنا عبد اللہ بن مسعودؓ نے اپنے ان دوستوں سے جو کوفہ سے مدینہ ان کی ملاقات کے لئے آئے تھے، پوچھا: کیا تم ایک دوسرے سے ملنے کے لئے جاتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا: اے ابو عبد الرحمٰن! در اصل اگر ہم اپنے بھائیوں کو کچھ عرصے تک نہ مل پائیں تو ہم پیدل چل کر کوفہ کے دوسرے سرے تک یہ دیکھنے جاتے ہیں کہ وہ کیسے ہیں۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعودؓ نے جواب دیا:

"جب تک تم یہ عمل جاری رکھو گے تو سلامتی میں رہو گے"۔[2]

سیدنا عمر بن خطابؓ کو کبھی رات میں کسی بھائی کی یاد آجاتی تو فرماتے کتنی طویل رات ہے یہ! اور پھر فرض نماز سے فارغ ہو کر اس کے پاس جاتے اور جب دونوں ملتے تو ایک دوسرے کے گلے لگ جاتے۔[3]

مذکورہ آثار سے عیاں ہوا کہ خلفائے راشدین کے دور میں اخوت کے محرکات میں استحکام و دوام پیدا کرنے کے لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین باہمی ملاقات و زیارت کو وقتاً فوقتاً ضروری خیال کرتے تھے۔

---

[1]۔ الحرانیؒ، تحف العقول عن آل الرسول علیہم السلام، ص:274۔

[2]۔ کاندھلویؒ، محمد یوسف، **حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم**، ترجمہ، مولانا محمد احسان الحق (کراچی: مکتبۃ البشریٰ، 2012ء)3/1115۔

[3]۔ ابن ابی الدنیاؒ، **کتاب الاخوان**، ص:134۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ خلافت راشدہ میں اخوت کے اہم محرکات وامثلہ تقریباًعہد رسالت والے محرکات وامثلہ سے ملتے جلتے ہیں، تاہم ان میں کئی اہم امور وامثلہ نمایاں ہیں جن کو درج بالا بحث میں شامل کیا گیا مثلاً: ایثار ومودت، عمل صالحہ، سچائی، ایمان وتقوی، فہم وفراست، اعتماد واعتبار اور زیارت وملاقات وغیرہ ایسے محرکات ہیں جو خلفاء اربعہ کے دور میں نمایاں تھے جن کی بنیاد پر اخوت اسلامی عام تھی، عصر حاضر میں بھی ان اصولوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اخوت اسلامی ودینی کو فروغ دیا جاسکتا ہے۔

فصل چہارم

عصر حاضر میں اخوت کی تاسیس و تشکیل کے محرکات

اخوت کی تشکیل بذریعہ ایمانیات:

ایمانیات میں عام طور پر عقائد و نظریات سے متعلقہ بحث کی جاتی ہے تاہم ذیل میں عقائد و نظریات کی طرح ایسے امور زیر تبصرہ ہیں جو بظاہر کسی کو نظر نہیں آتے مگر دل و دماغ میں نظریات کی طرح مخفی ہوتے ہیں جو فاعل ہی کو پتہ ہوتا ہے کہ اخوت کی تشکیل کے لئے یہ فعل سرانجام دے رہا ہے۔لہذا ذیل میں ایسے محرکات کا ذکر کیا جارہا ہے جو عصر حاضر میں اخوت کی تاسیس و تشکیل میں بذریعہ ایمانیات کردار ادا کر رہے ہیں۔

1۔رضائے الہی:

عصر حاضر میں اخوت کی تشکیل کے لئے ایک اہم ایمانی محرک رضائے الہی ہے، اس کا ذکر ایمانیات میں اس لئے کیا گیاہے کیونکہ یہ بھی عقائد و نظریات کی طرح نظر نہ آنے والا فعل ہے کہ کونسا بھائی رضائے الہی کے لئے اخوت کے رشتہ کو نبھارہاہے اور کونسا ریاکاری اور مفاد پرستی کی وجہ سے بھائی چارے کا اپنائے ہوئے ہے۔لہذا دین اور رضائے الہی کی خاطر باہمی رابطہ رکھنے والوں کی تعریف قرآن مجید میں یوں بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے وہی ہیں جو دین کی بنیاد پر باہم جڑتے ہیں اور دین کی اقامت اور حفاظت کا فریضہ انجام دیتے ہیں، گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنيَانٌ مَرْصُوصٌ﴾[1]

"حقیقت میں اللہ کے محبوب وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں اس طرح پیر جما کر لڑتے ہیں گویا کہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں"۔

ایک موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الإِيمَانِ: مَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُودَ فِي الكُفْرِ، بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ، مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ))[2]

---

[1]۔الصّف(61):4۔

[2].البخاریؒ،صحیح بخاری،کتاب الایمان، باب من کرہ ان یعود فی الکفر۔۔۔ من الایمان،حدیث نمبر:21۔

"تین باتیں جس شخص کے اندر پائی جائیں وہ ایمان کی حلاوت محسوس کرے گا۔ یہ کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمما سواسے زیادہ محبوب ہوں اور یہ کہ آدمی کسی سے محبت کرے تو صرف اللہ کے لئے کرے اور یہ کہ ہدایت پانے کے بعد کفر میں لوٹ جانا اتناہی ناپسندیدہ ہو جتنا کہ آگ میں ڈالا جانا"۔

سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((اوثق عرى الايمان الموالاة فى الله والمعاداة فى الله والحب فى الله والبغض فى الله))[1]

"ایمان کا سب سے مضبوط کنڈا اللہ تعالیٰ کے لئے دوستی اور اللہ تعالیٰ کے لئے دشمنی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے محبت اور اللہ تعالیٰ کے لئے نفرت کرنا ہے"۔

شاعر نے اس کی خوب تفسیر کی ہے:

عساک ترضى وكل الناس غاضبة　　اذا رضيت فهذا منتهى املى[2]

"کاش تو راضی رہے، تیری رضا کے ساتھ اگر تمام لوگ بھی ناراض ہوں تو کوئی پرواہ نہیں، میری منتہائے اُمید یہی ہے"۔

ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے:

((مَنِ التَمَسَ رِضَاءَ اللّهِ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللّهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ، وَمَنِ التَمَسَ رِضَاءَ النَّاسِ بِسَخَطِ اللّهِ وَكَلَهُ اللّهُ إِلَى النَّاسِ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ)) [3]

"لوگوں کو ناراض کر کے جو اللہ کو راضی کرے گا اللہ اس سے راضی ہو جائے گا اور ایسے شخص سے لوگوں کو بھی راضی کر دے گا۔ اور جو لوگوں کو راضی کر کے اللہ کو ناراض کرے گا اللہ اس سے ناراض ہو گا اور لوگوں کو بھی ناراض کر دے گا"۔

مذکورہ بالا روایات سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ عصر حاضر میں اخوت کی تشکیل کے لئے رضا الٰہی کی خاطر محبت اور نفرت کا ہونا ضروری ہے، لہٰذا محبت اور نفرت کا رضائے الٰہی کے لئے ہونا باہمی اخوت کو فروغ دینے کے لئے ایک بہت اہم محرک ہے۔

---

[1]۔ البانیؒ، صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ، ح:2535۔

[2]۔ قرنی، لا تحزن، ص:410۔

[3]۔ ترمذیؒ، سنن الترمذی، ابواب الزھد، ح:2414۔ (صحیح)

2۔ستائش ومدح:

اخوت کی تشکیل میں ایک ایمانی محرک مکمل اخلاص سے اپنے بھائی کی تعریف کرنا ہے اس فعل کو ایمانیات میں اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ اس کا تعلق بھی دلی اخلاص اور زبانی ریاکاری کے مابین مشترک ہے اب جو ستائش دل کے اخلاص سے ہوگی وہ یقیناً ایمانیات وعقائد کی طرح چھپی ہوگی اور جو زبانی ریاکاری سے ہوگی وہ منافقت کی قبیل سے ہے۔لہذا عصری معاشرت میں اخوت کی تاسیس کو دوام اور برقرار رکھنے کے لئے اخلاص پر مبنی ستائش ومدح جیسے اہم ایمانی محرک کو بھی ملحوظ رکھنا ہوگا۔

ہر انسان فطرتاً یہ چاہتا ہے کہ اس کی عزت اور عظمت کالحاظ رکھا جائے اور کوئی ایسی بات نہ کہی جائے جس سے اس کی خودداری کو ٹھیس پہنچے۔دوسری جانب اپنی سچی تعریف اور قدردانی کے الفاظ سے انسان اتناخوش ہوتا ہے کہ اس کو ایک قسم کی توانائی حاصل ہوتی ہے۔اس لئے بھائی باہم ایک دوسرے کے عیوب کی شکایت کرکے زندگی کو بے مزہ بنانے کی بجائے، اگر قابل قدر عادتوں کی موقع بہ موقع تعریف کرتے رہیں تو ان کی مواخاتی قابل رشک ہو سکتی ہے۔

بھائیوں کی قدردانی اور ستائش سے ان میں اچھے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور آپس میں محبت بڑھتی ہے۔نیز یہ تشویق آگے بڑھنے کے لئے مدومعاون اور ارتقائی عمل کے لئے نہایت مفید ہے۔ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرامؓ میں مال غنیمت تقسیم فرمایا۔جن افراد کو عطیہ نہ دیا گیا وہ دل ہی دل میں ناراض ہوئے کہ ہمیں کس بنا پر محروم رکھا گیا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کی خبر ہوئی تو منبر پر تشریف لائے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور فرمایا:

> "واللہ! میں ایک آدمی کو عطیہ دیتا ہوں اور دوسرے کو چھوڑ دیتا ہوں۔جسے چھوڑ دیتا ہوں وہ مجھے اس سے بڑھ کر محبوب ہوتا ہے جسے عطیہ دیتا ہوں۔لیکن چند افراد کو صرف اس لئے دیتا ہوں کہ میں ان کے دلوں کی بے چینی کو دیکھ لیتا ہوں۔اور چند لوگوں کو ان کے قلوب میں اللہ کی طرف سے ڈالی گئی خیر کے سپرد کر دیتا ہوں۔انہی میں سے ایک عمرو بن تغلب (رضی اللہ عنہ) ہیں"۔

سیدنا عمرو بن تغلبؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے برسرِعام اپنی تعریف سنی تو بہت خوش ہوئے۔بعد کے دنوں میں وہ یہ حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کرتے:

"واللہ! مجھے پسند نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان جملوں کے بدلے مجھے سرخ اونٹ مل جائیں"[1]

سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ کی قوم تلاوت و حفظِ قرآن کا بہت اہتمام کرتی تھی۔ ایک سفر کے دوران وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ رات کو ایک مقام پر پڑاو کیا۔ صبح ہوئی اور لوگ اکٹھے ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"میرے اشعری رفقاءرات کو خیموں میں جاتے ہیں تو میں تلاوتِ قرآن میں منہمک ان کی آوازوں سے خیمے پہچان لیتاہوں۔ اگرچہ میں نے دن کے وقت ان کے خیمے نہیں دیکھے ہوتے"۔[2]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس تعریف اور ستائش سے اشعریوں کو جو مسرت حاصل ہوئی ہوگی اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ اسی طرح ایک صبح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ سے فرمایا:

"کاش! رات کو آپ مجھے دیکھتے جب میں آپ کی تلاوت کان لگا کر سن رہا تھا۔ آپ کو تو آل داود کے سروں میں سے ایک سر عطا کیا گیا ہے"۔

اس پر سیدنا ابو موسیٰؓ خوش ہو کر کہنے لگے:

"اگر مجھے پتہ ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری تلاوت بغور سن رہے ہیں تو میں ایسی خوش الحانی سے تلاوت کرتا کہ مزہ آجاتا"۔[3]

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرامؓ کے درمیان تشریف فرما تھے کہ سورہ جمعہ نازل ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلاوت فرمارہے تھے اور وہ توجہ سے سن رہے تھے۔ جب اس آیت کریمہ پر پہنچے:

﴿وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾[4]

"اور ان میں سے کچھ اوروں کو بھی جو ابھی ان سے نہیں ملے اور وہ زبردست داناہے"۔

ایک صحابی نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ کون لوگ ہیں؟

---

[1]۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب الجمعة، باب من قال فی الخطبة بعد الثناء، اما بعد، ح:923۔

[2]۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل الاشعریین، ح:2499۔

[3]۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب حسن الصوت بالقراء ة للقرآن، ح:5048۔

[4]۔ الجمعة(62):3۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا۔ صحابی نے دوبارہ سوال کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ کون لوگ ہیں؟

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا سلمان فارسیؓ کی طرف دیکھا اور ان کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

"اگر ایمان اوجِ ثریا پر بھی ہوتا تو ان لوگوں میں کچھ افراد اسے ضرور جالیتے"۔[1]

قدردانی سے مقصود یہ ہے کہ انسان اپنے بھائی کی اہمیت وحیثیت سے اتنا واقف ہو کہ اس کا دل اس کی صحیح قدروقیمت محسوس کر سکے، جب ہی یہ ممکن ہوگا کہ آدمی کسی قیمت پر بھی اس تعلق کا ٹوٹنا گوارا نہ کرے۔ گویا تعلقات اور بھائی چارے کی بحالی اور ہمیشگی کے لئے ستائش ومدح ضروری ہے لہذا آج اگر ہم اپنے خونی اور ایمانی بھائیوں سے تعلقات پائیدار بنانا چاہتے ہیں تو پھر اخوت کی تشکیل میں اس ایمانی محرک کو بجالانا ہوگا۔

3۔ جذبات اور توقعات کا خیال:

احترام جذبات کو ایمانیات میں اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ حقیقت میں جو شخص کسی کے جذبات شکنی سے اجتناب کرتا ہے بلکہ ہر طرح کی نفسیاتی وجذباتی اذیت پہنچانے سے گریز کرتا ہے وہ دین اسلام کی تعلیمات پر کامل ایمان رکھتا ہے، کیونکہ انسان توقعات اور جذبات کا مرقع ہے۔ وہ اس شخص کی طرف مائل ہوتا ہے جو اس کو سمجھتا ہے اور اس کے جذبات کی قدر کرتا ہے، گویا وہ اپنی ترکیب اور تشکیل میں آبگینے کے مشابہ ہے، جس پر ایک معمولی سی خراش بھی شکل کے خدوخال کو بدل کر رکھ دیتی ہے، بلکہ بسا اوقات یہ خراش شکل کو مکمل طور پر توڑ دیتی ہے۔ روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ ان کا گزر ایک درخت کے پاس سے ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا عبداللہؓ سے فرمایا: درخت پر چڑھو اور میرے لئے مسواک اتارو۔ سیدنا عبداللہؓ جو چھریرے بدن کے نوجوان تھے، درخت پر چڑھے اور مسواک اتارنے لگے۔ ہوا آئی اور ان کا کپڑا ذرا اوپر اٹھ گیا جس سے ان کی پتلی پتلی پنڈلیاں نظر آنے لگیں۔ آس پاس کھڑے لوگ ان کی دُبلی پنڈلیاں دیکھ کر ہنسنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"آپ لوگ کیوں ہنسے ہیں؟ کیا اس نوجوان کی دُبلی پنڈلیاں دیکھ کر آپ کو ہنسی آرہی ہے؟ قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ یہ دونوں پنڈلیاں میزان میں اُحد پہاڑ سے زیادہ وزنی ہیں"۔[2]

---

[1]۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب قوله، (واخرين منهم لما يلحقوا بهم) ح:4897۔

[2]۔ احمد بن حنبل، المسند، 1/421۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعودؓ کے جذبات واحساسات کیا ہوں گے جب لوگ ان پر ہنسے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا دفاع کرتے ہوئے تعریفی کلمات ارشاد فرمائے!!

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لوگوں کی توقعات اور جذبات بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ ایک آدمی کو دیکھا جو لوگوں کی گردنیں پھلانگ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رعب ناک انداز میں فرمایا:

"بیٹھ جاؤ! تم نے تکلیف دی ہے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کی اس غلط روش کا خاتمہ اور اس کی حوصلہ شکنی کرنے کے لئے خطبے کی پرواہ نہ کی اور اس کو سرزنش کے انداز میں بیٹھ جانے کا حکم دیا، کیوں کہ اس عمل کا مسجد میں بیٹھے افراد کے احساسات پر گہرا اثر تھا۔

اسی طرح آپ نے بہت لمبی نماز پڑھا کر نمازیوں کو متنفر کرنے پر بھی تنبیہ فرمائی۔ سیدنا ابو مسعود انصاریؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی وعظ میں اتنے غصّے میں نہیں دیکھا جتنا (لمبی نماز پڑھانے والوں پر) اس دن دیکھا۔ آپ نے فرمایا:

((يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ مِنكُمْ مُنَفِّرِينَ، فَأَيُّكُمْ أَمَّ النَّاسَ، فَلْيُوجِزْ فَإِنَّ مِنْ وَرَائِهِ الْكَبِيرَ، وَالضَّعِيفَ وَذَا الْحَاجَةِ))[1]

"تم (لمبی نمازیں پڑھا کر) لوگوں کو نفرت دلانے والے ہو، (سنو) جب تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ تو ہلکی پڑھاؤ اس لئے کہ ان (مقتدیوں) میں ضعیف، بوڑھے اور حاجت مند ہوتے ہیں"۔

نماز میں تخفیف کا حکم اس لئے تھا کہ نمازی اُکتاہٹ، تھکاوٹ اور مشقت کا شکار نہ ہو جائیں۔ اس بلندئ اخلاق اور رفعت ذوق کے کیا کہنے! انسان اگر اپنے بھائیوں کے جذبات اور توقعات کو مد نظر رکھے اور معنوی حقائق کو اپنے دل کی گہرائیوں میں محسوس کرے تو محبت اور الفت کی فضا قائم ہو جائے۔

مذکورہ بالا روایات و واقعات کی روشنی میں یہ واضح ہوا کہ عصر حاضر میں اخوت کی تشکیل کا ایک اہم ایمانی محرک مخاطب بھائی کے جذبات کا خیال رکھتے ہوئے ہر ممکن کوشش کر کے اس کی توقعات کے مطابق پورا اترنا ہے، لہذا اگر آج کے دور میں ہم مواخات کو فروغ دینا چاہتے ہیں تو پھر ہمیں لوگوں کے دل اور جذبات کو توڑنے کی بجائے توقعات سے بڑھ کر حسب استطاعت محبت والفت سے جوڑنا ہو گا تا کہ اخوت سے منسلک رشتہ برقرار رہ سکے۔

---

[1] ۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب امر الائمۃ بتخفیف الصلاۃ فی تمام، ح:466۔

4۔روحانی وجسمانی ایذاءرسانی سے گریز:

اسلامی تعلیمات پر ایمان لانے کا یہ تقاضا ہے کہ کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان بھائی کو روحانی وجسمانی تکلیف نہ پہنچائے کیونکہ ایذاءرسانی ایمانی اخوت کے منافی ہے بلکہ یہاں تو نظافت ومہک کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے کہ کسی بھائی کو آپ کے لباس وجسم سے بھی اذیت نہیں پہنچنی چاہئے، جیسا کہ سیدنا عمر بن خطابؓ نے ایک مرتبہ جمعہ کے خطبے میں ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! یہ دو پودے، پیاز اور لہسن کھاتے ہو، میں ان کو گندا سمجھتا ہوں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں کسی آدمی سے ان دونوں کی بو محسوس کرتے تو اس کو بقیع کی طرف نکل جانے کا حکم دیتے۔ لہٰذا جو اِن کو کھانا چاہتا ہے، پکا کر ان کی بو ختم کرے"۔[1]

سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں کچھ ضرورت مند ادنیٰ لباس پہنے ہوئے آئے، وہ اپنی پشت پر کھجوریں لاتے تھے (یعنی مال برداری کا کام کرتے تھے)، مسجد تنگ اور چھت زیادہ اونچی نہیں تھی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخت گرمی کے دن جمعہ کے روز تشریف لائے، منبر چھوٹا تھا، اس کی تین سیڑھیاں تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا: ادنیٰ لباس میں لوگ پسینے میں شرابور ہو گئے ، تو پسینے اور اُون کی بو پھیل گئی حتیٰ کہ وہ ایک دوسرے کے لئے ایذا کا باعث بن گئے، اور ان کی بو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ گئی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لوگو! جب یہ (جمعہ کا) دن ہو تو غسل کرو اور تم میں سے جو خوشبو یا تیل پائے تو وہ اس کا استعمال کرے"[2]

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو ظاہری نظافت اور صفائی کا اہتمام کرنا چاہیئے۔ تاکہ بھائی کو کسی قسم کی ایذاء محسوس نہ ہو جیسا کہ سیدنا جابر بن عبد اللہؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سے ملنے ہمارے گھر تشریف لائے۔ وہاں ایک پراگندہ حال آدمی دیکھا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

[1]۔ ابو شادی ابراہیم، **صحیح خطب الرسول**ﷺ، ترجمہ، ابو انس محمد سرور گوہر (لاہور: دار الکتب السلفیہ، 2013ء) ص:194۔

[2]۔ احمد بن حنبل، **المسند**، ح:2419۔

((أما كان هذا يجدُ ما يُسَكِّنُ به شَعْرَهَ؟))[1]

"کیا یہ شخص کوئی ایسی شے نہیں پاتا جس سے اپنے بال سنوار لے؟"۔

اسی طرح ایک آدمی کو دیکھا جس نے میلے کچیلے کپڑے پہن رکھے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((أما كان هذا يجدُ ما يَغسِلُ به ثوبَهُ؟))[2]

"کیا اسے پانی نہیں ملتا جس سے یہ اپنے کپڑے دھولے؟"۔

یعنی انسان کی ظاہری تراش خراش اور لباس ایسا ہو جو دوسروں کے لئے باعث اذیت نہ ہو بلکہ پرکشش اور پسندیدہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ فرمایا کرتے:

((إِنَّ اللهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ))[3]

"اللہ حسین وجمیل ہے اور حسن وجمال کو پسند کرتا ہے"۔

لباس ایسا پہنیئے جو شرم وحیاء، غیرت وشرافت اور جسم کی ستر پوشی اور حفاظت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ تہذیب وسلیقہ اور زینت وجمال کا مظہر ہو۔ عمدہ نفیس پہناوا غرور نہیں ہے، غرور تو دراصل یہ ہے کہ انسان حق سے بے نیازی برتے اور دوسروں کو حقیر وذلیل سمجھے۔

درج بالا نصوص سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ عصری معاشرت میں اخوت کے ایمانی محرکات میں سے ایک محرک کسی کو اذیت نہ دینا بھی ہے لہذا اگر ہم بھائی چارے کو فروغ دینا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنے بھائیوں کو ہر قسم کی ایذاء دینے سے گریز کرنا ہو گا۔

5۔ پردہ پوشی

ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ ایک مسلمان بھائی دوسرے مسلمان بھائی کے عیوب پر پردہ ڈالے، جو انسان پردہ پوشی کرتا ہے وہی دراصل آخرت میں اپنے عیوب کی پردہ پوشی پر ایمان رکھتا ہے، اسی لئے پردہ پوشی کو ایمانیات میں درج کیا گیا ہے، واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ پردہ پوشی کرنے والا ہے اور پردہ پوش کو پسند کرتا ہے۔ لہذا ہماری بھی یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ ہمارے قول یا عمل سے کسی کی تحقیر یا تذلیل نہ ہو، کسی کی دل شکنی نہ ہو۔ اسی طرح ان کے عیبوں اور برائیوں پر پردہ پوشی کی جائے اور انہیں سر عام ظاہر نہ کیا جائے، جب تک کہ ان عیبوں سے کسی دوسرے

---

[1]۔ ابو داود، السنن، كتاب اللباس، باب فی غسل الثوب وفی الخلقان، ح:4062۔

[2]۔ ایضاً

[3]۔ قشیری، صحیح مسلم، كتاب الايمان، باب تحريم الكبر وبيانه، ح:91۔

کے حقوق غصب نہ ہوتے ہوں اور اس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی بھی نہ ہو۔ اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں ہماری عیب پوشی فرمادے گا۔ سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں:

((لَا يَسْتُرُ اللهُ عَلَى عَبْدٍ فِي الدُّنْيَا، إِلَّا سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))[1]

"جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب پر پردہ ڈالے گا، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرے گا"۔

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"میرے نزدیک تم میں سب سے ناپسندیدہ لوگ وہ ہیں جو چغلی کھاتے ہیں دوستوں میں نفرت کا بیج بوتے ہیں اور شریفوں میں عیب ڈھونڈتے ہیں"۔[2]

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ نے ایک آدمی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"جب تمہارا بھائی تمہاری نگاہوں سے اوجھل ہو تو اس کی غیر حاضری میں اس کا ذکر اس طرح کرو، جس طرح تم اپنی غیر حاضری میں اپنا ذکر کئے جانا پسند کرتے ہو۔ اسے اس چیز سے محفوظ رکھو جس سے چاہتے ہو کہ وہ تمہیں محفوظ رکھے، کہ یہی عدل وانصاف کا تقاضا ہے"۔[3]

جو شخص مسلمانوں کو ایذا دیتا ہے، انہیں عار دلاتا ہے اور ان کے عیب ڈھونڈتا ہے وہ نام کا مسلمان ہے اور اس کا دل نور ایمان سے خالی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایک دن) منبر پر تشریف لائے اور بلند آواز سے فرمایا:

"اے لوگو! جو زبانی تو ایمان لائے ہو لیکن دل پر ایمان نہیں اترا۔ (سنو!) تم مسلمانوں کو کسی قسم کی ایذا نہ دو۔ انہیں عار نہ دلاو۔ ان کے عیب نہ ڈھونڈو۔ ان کی پوشیدگیوں کے پیچھے بلاوجہ نہ پڑو۔ ان کی لغزشیں انہیں ذلیل کرنے کے لئے نہ ٹٹولو۔ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیب تلاش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے عیبوں اور پوشیدگیوں کے پیچھے پڑ جاتا ہے۔ اور جس کے عیبوں کے

---

[1]۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب بشارة من ستراللہ تعالی عیبه فی الدنیا۔۔۔، ح:2590۔

[2]۔ المنذریؒ، عبد العظیم بن عبد القوی، الترغیب والترهیب (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1415ھ) 3/276۔

[3]۔ ابن ابی الدنیاؒ، موسوعة الامام ابن ابی الدنیا (کتاب العزلة) ص:134۔

پیچھے اللہ تعالیٰ پڑ جائے، اللہ تعالیٰ اسے بدنام کر کے رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے گھر میں بھی اس کی بدنامی اور رسوائی ہو جاتی ہے"۔[1]

اسی طرح ایک بھائی اگر دنیا سے رخصت ہو جائے تو بھی اسے ہمیشہ نیکی سے یاد کیا جائے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((اذكُرُوا مَحاسِنَ موتاكم، وكُفُّوا عن مَساويهم))[2]

"اپنے مرے ہوؤں کی نیکی کا ذکر کیا کرو اور ان کی برائیوں کے ذکر سے زبان بند رکھو"۔

سیدنا عقبہ بن عامرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ رأى عوْرَةً فسترها كمن أحيا مَوءُودَةً))[3]

"جس شخص نے دیکھا کسی کا عیب، پھر پردہ ڈالا اس پر، اس کو اتنا ثواب ہے کہ گویا اس نے زندہ گاڑی ہوئی لڑکی کو قبر سے نکال کر جان بچائی"۔

سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں؛ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے (اُم المومنین) سیدہ صفیہؓ کا ایسے ایسے ہونا کافی ہے۔ مراد یہ تھی کہ وہ پست قد ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((لقد قلتِ كلمةً لو مُزِجَت بماء البحرِ لمزجتْه))[4]

"اے عائشہؓ! تو نے ایسی بات کہہ ڈالی کہ اگر اسے سمندر کے پانی میں ملا دیا جائے تو اس کا ذائقہ بدل جائے"۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی کا پردہ فاش نہیں کیا، بلکہ بعض دفعہ حدود کے مقدمات بھی آتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرماتے کہ تم نے اس کے عیب پر پردہ ڈالنا تھا، اب چونکہ میری عدالت میں یہ معاملہ آ گیا ہے، لہٰذا مجھ پر حد لگانا فرض ہے۔

اخوت کے آداب و محرکات کا مطالعہ آپ نے کیا۔ اگر آپ کا کوئی ایسا بھائی ہے جو ان خوبیوں کا حامل ہے تو آپ کو مبارک ہو، اللہ تعالیٰ آپ کے بھائی چارے کو تادیر قائم رکھے، ایسی نابغہ روزگار شخصیات بہت کمیاب ہوتی ہیں۔ آپ

---

[1]۔ ترمذی، سنن الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی تعظیم المومن، ح:2032۔ (حسن صحیح)

[2]۔ ابوداود، السنن ، کتاب الادب، باب النهی عن سب الموتی، ح:4900۔ (صحیح لغیرہ)

[3]۔ ابوداود، السنن ، کتاب الادب، ح:4891۔ (حسن لغیرہ)

[4]۔ ابوداود، السنن ، کتاب الادب، باب فی الغیبة، ح:4875۔ (اسنادہ صحیح)

کو چاہیئے کہ اپنے ایسے معزز بھائی کا ذکر اپنی گفتگو کا نقطۂ آغاز بنائیں اور اس کے ساتھ تعلقات کو قوی تر رکھیں اور اپنے عمدہ مال سے بڑھ کر اس میں طمع رکھیں کیونکہ وہ آپ کا بہترین ذخیرہ ہے۔ اس لئے کہ بھائی کی نفع رسانی مال سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہوتی ہے۔ مشہور شاعر فرزدق[1] کا شعر ہے:

یمضی اخوک فلا تلقی لہ خلفا والمال بعد ذھاب المال مکتسب[2]

"ایسے بھائی بھی زمانے میں گزرتے ہیں کہ ان کا پھر بدل نہیں ملتا لیکن مال اگر ایک دفعہ ہاتھ سے نکل جائے تو دوبارہ بھی کمایا جا سکتا ہے"۔

لیکن اگر آپ کا کوئی چاہنے والا بھائی یا دوست نہیں تو آپ اپنی ذات میں مندرجہ بالا خوبیاں پیدا کریں اور اپنے ارد گرد کے افراد کے ساتھ ان کے مطابق برتاو کریں۔ نیز اس مقولے پر عمل کرنے کی کوشش کریں کہ بھائی بنو اور یہ تمنا مت کرو کہ تمہارا کوئی بھائی ہو۔ آپ کو چاہیئے کہ بھائیوں کے ساتھ معاشرت اور رہن سہن میں ان مہارتوں کو آزمائیں۔

ڈاکٹر عبد الرحمٰن العریفی[3] لکھتے ہیں:

"انسان کے لئے اس کی مہارتیں اور صلاحیتیں حسی متاع ہیں۔ ان میں اس کے لئے شعوری طور پر دلآویزی اور کشش پائی جاتی ہے۔ یہ اس کے لئے دلچسپی کا سامان ہیں۔ یہاں میری مراد محض اخروی اجر و ثواب نہیں بلکہ واقعتاً یہ ایک ایسا اثاثہ اور ایسی فرحت ہے جسے آپ اس کی حقیقی شکل میں محسوس کر سکتے ہیں"۔[4]

رشتۂ اخوت کو ہمیشہ قائم رکھنے والے رویوں کی توقع صرف سچے بھائیوں ہی سے کی جا سکتی ہے، لیکن انسان کے ارد گرد اتنے لوگ ہوتے ہیں کہ وہ ان میں ساتھی کی پہچان نہیں کر پاتا، لیکن اگر انسان خود اس تمغۂ امتیاز کا حامل ہو جس کو سچی مواخات کہا جاتا ہے تو وہ اپنے مخلص بھائیوں کو بھی پہچان لیتا ہے۔

---

[1]۔ عرب کے مشہور شاعر فرزدق کا اصل نام ہمام بن غالب بن صعصعہ تھا جو 38ھ کو بصرہ میں پیدا ہوا اور 110ھ کو فوت ہوا۔

[2]۔ الماوردیؒ، **البغیة العلیا فی ادب الدنیا والدین**، ص:293۔

[3]۔ موصوفؒ ریاض میں 1970ء کو پیدا ہوئے، جامعہ امام محمد بن سعود سے تعلیم حاصل کی، آپ سعودیہ کے بہت مشہور مولف، مدرس اور عالم فاضل شخص ہیں۔ بیشمار کتابوں کے مولف ہیں جن میں "استمتع بحیاتک" سے انہیں کافی شہرت ملی۔

[4]۔ ڈاکٹر محمد عبد الرحمٰن العریفی، **استمتع بحیاتک**، ترجمہ، حافظ قمر حسن (الریاض: مکتبۃ دار السلام، 1433ھ) ص:8۔

کچھ بننے کے لیے یقیناً مجاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے۔اگر آپ ان صفات کو اپنا کر اور اپنی سیرت کو سنوار کر اپنے بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک اور عمدہ برتاؤ کی مضبوط عمارت تعمیر کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو سب سے پہلے آپ کے آنگن میں خوشیوں اور مسرتوں کے پھول بکھریں گے، کیونکہ آپ بھائیوں کی محبت واحترام جیت لیں گے اور ان میں آپ کے ساتھ میل جول رکھنے کی خواہش پروان چڑھے گی، اس کے بعد آپ کے اخلاق و کردار دوسروں کے لئے مشعل راہ بنیں گے، آپ سے تعلق خاطر رکھنے والے بھی خوشی اور سعادت سے ہم کنار ہوں گے اور وہ آپ کے حسن سلوک کی مٹھاس سے لذت آشنا ہوں گے۔

درج بالا نصوص سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ جو افراد عصر حاضر میں مواخات کو سیرت طیبہ کی روشنی میں پروان چڑھانا چاہتے ہیں ان کو چاہئے کہ وہ اخوت کی تشکیل و تاسیس کے لئے ایمانی محرکات کو ملحوظ خاطر رکھیں اور بھائی چارے کے تسلسل کو بقاء بخشنے کے لئے اپنے بھائیوں سے خوشگوار تعلقات رکھیں اور انہیں کسی قسم کی اذیت نہ پہنچائیں اور نہ ہی ان کے عیوب و نقائص کو اچھال کر ذلیل کریں بلکہ ان کی عزت نفس کا خیال رکھتے ہوئے ان کے عیوب کی پردہ پوشی کریں تاکہ روز محشر اللہ ہمارے عیوب و نقائص پر بھی پردہ ڈال کر ہمیں لوگوں کے سامنے رسوا نہ کرے۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ عصر حاضر میں اخوت اسلامی کو فروغ دینے والے ایمانی محرکات میں درج بالا بحث میں امور کو بیان کیا گیا ہے جو بظاہر نظر نہ آنے والے ہیں جیساکے ایمانیات کا معاملہ ہے،لہذا یہاں پر ایسے خفیہ امور مثلاً:رضائے الٰہی، مدح وتعریف، نفسیات کے مطابق چلنا، روحانی وجسمانی اذیت دینے سے گریز کرنا اور پردہ پوشی جیسے وہ امور ہیں جن کو قرآن وسنت کی صحیح تعلیمات سے ثابت ہونے پر ایمان لانے کی بدولت اپنا کر اخوت اسلامی کو فروغ دیا جاسکتا ہے، اس لئے ان کو یہاں ایمانی محرکات کی فہرست میں شامل کیا گیا ہے۔

اخوت کی تشکیل بذریعہ اعمال

عصری معاشرت میں اخوت کی تشکیل بذریعہ اعمال سے مراد ایسے امور ہیں جو ایک بھائی کو مواخات کے تسلسل کو برقرار رکھنے کے لئے کرنے چاہئیں اور حقیقت میں ایسے امور ہی بھائی چارے کو فروغ دے سکتے ہیں اور ان کی عدم موجودگی یا ان سے نظر اندازی کی صورت میں مواخات کو عرصہ دراز تک چلانا نا ممکن ہے، ذیل میں ایسے امور میں سے چند اہم اعمال کو ذکر کیا جاتا ہے جن سے عصر حاضر میں اخوت کی تشکیل میں حلاوت واخلاص کی روح کو ڈالا جاسکتا ہے:

1۔اظہارِ مودت ورافت:

دُنیا کی ہر چیز میں کسی نہ کسی پہلو سے محبت کا عنصر پایا جاتا ہے۔ اُلفت و محبت، موٗدت و رأفت، تعلق و لگاو اور قرب و نزدیکی کے بغیر کسی بھی چیز کا اس فرش خاکی پہ برقرار رہنا ناممکن ہے۔ جب انسان کو کسی سے محبت ہو یا کسی سے محبت کرے تو حکمتِ عملی سے اس کا اظہار بھی کرنا چاہیے اس سے ان کے قلبی تعلقات میں مزید اضافہ ہوتا ہے اور محبت بھی بڑھتی ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمنے اس اہم بات کی طرف متوجہ فرمایاہے، جس سے دل نزدیک ہوجاتے ہیں اور روح ایک دوسرے سے جاملتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

((الْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ، فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ، وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ))[1]

"روحیں جکڑے ہوئے لشکر ہیں جو آپس میں متعارف ہو گئیں، محبت کرنے لگیں اور جو ناواقف رہیں وہ کنارہ کش ہو گئیں"۔

سیدنا مقدام بن معدیکربؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((إذا أحَبَّ الرجُلُ أخاهُ فَلْيُخبِرْهُ أنه يُحِبُّه))[2]

"جب کسی شخص کو اپنے بھائی سے محبت ہو تو وہ اسے آگاہ کردے کہ مجھے تم سے محبت ہے"۔

حبیب بن ضبیعۃ الضبعیؒ سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی صحابیؓ نے کہا:

"میں اس شخص سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے اسے بتادیا ہے؟ تو صحابیؓ نے عرض کیا: نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمنے فرمایا: اٹھو اور اسے یہ بات بتادو، تو وہ اٹھے اور کہا: اے فلاں! میں آپ سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں۔ اس پر اس شخص نے جواب دیا: جس کے لئے تم مجھ سے محبت کرتے ہو وہ بھی تم سے محبت کرے"۔[3]

آپ کو چاہیئے کہ اپنے جذبات کا اظہار کریں۔ جرأت کر کے کہہ دیں: مجھے آپ سے محبت ہے۔ میں آپ سے مل کر خوش ہوتا ہوں۔ آپ میرے نزدیک قیمتی ہیں۔ محبت کے اس صریح اظہار سے باہمی اخوت کے تعلقات پروان

---

[1]۔القشیریؒ، صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب الارواح جنود مجندة، ح:2638۔

[2]۔ابوداوٗدؒ، السنن، ابواب النوم، باب اخبار الرجل الرجل بمحبته اياه، ح:5124۔(اسنادہ صحیح)

[3]۔بدران، سمیر المومنین و انیس الصالحین، ص:256۔

چڑھیں گے۔ جب مسلمان کے دل و دماغ میں یہ بات جاگزیں ہو گی کہ یہاں ایسے لوگ بھی ہیں جو مجھ سے خالص اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرتے ہیں اور ان کی یہ محبت دُنیوی اغراض و مقاصد سے پاک ہے۔ اس طرح وہ معاشرے میں تنہائی اور گھبراہٹ محسوس نہیں کرے گا بلکہ محبت و اخوت کے جذبات سے معمور ہو جائے گا اور معاشرے میں اس کے اثرات، لامحالہ امن اور باہمی تعاون کی صورت میں ظاہر ہوں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محبت کرنے والے بھائی کو مزید بلند مقام عطا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((مَا تَحَابَّ الرَّجُلَانِ إِلَّا كَانَ أَفْضَلُهُمَا أَشَدَّهُمَا حُبًّا لِصَاحِبِهِ))[1]

"باہم محبت کرنے والے دو اشخاص میں سے افضل وہ ہے جو اپنے بھائی سے زیادہ محبت کرے"۔

بھائیوں کی محبت حاصل کرنا وہ نعمت اور سعادت ہے جس کا کوئی متبادل نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق اپنے احباب کے ساتھ بڑا پیار بھرا ہوتا تھا، بھائیوں کے مابین اونچ نیچ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، ہر ایک کے ساتھ ہمدردی، شفقت و محبت کا برتاؤ، ہر ایک کی خبر گیری، خیر خواہی کرتے، اور مشفق باپ کے انداز میں پیش آتے تھے، ہر ایک بھائی اپنی جگہ یہی سمجھتا تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے ہی بہت محبت کرتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے بہترین ہمنشین ہیں۔

مذکورہ بالا روایات و آثار سے واضح ہوا کہ اگر جدید دور میں اخوت کی تشکیل کو بذریعہ اعمال پروان چڑھانا چاہتے ہیں تو پھر ہمیں سب سے پہلے بھائی کو اخوت اور محبت کا احساس دلا کر اس سے اظہار مودت ورافت کرنا ہو گا تاکہ مخاطب بھائی کو ہماری خیر خواہی اور الفت و اخلاص کا یقین ہو جائے اور وہ بھی اسی طرح اپنے بھائی سے بغض و نفرت کی بجائے اس سے محبت و الفت کا اظہار کرے۔ اور دونوں کے مابین مواخات کا تسلسل اخلاص اور محبت کی بنیاد پر چل سکے۔

2۔ سلام، مصافحہ اور معانقہ کا التزام واہتمام:

السلام علیکم کہنا دراصل اسلام کی دعوت ہے۔ اس میں امن، اطمینان، خوشنودی اور قبولیت کا اظہار ہے اور محبت و سکون کی تشہیر ہے۔ سلام کی کثرت محبت و الفت کی دلیل ہے۔ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ ہمیشہ خندہ پیشانی سے سلام کہا جائے۔ ہنگام سلام لبوں پر ضرور تبسم کی ضیاء ہو۔ سلام میں پہل کرنے سے نفس کشی لازم آتی ہے، تکبر مٹتا ہے اور عجز وانکساری پیدا ہوتی ہے اور انسان سب لوگوں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہو جاتا ہے۔

---

[1]۔ بخاری، صحیح الادب المفرد، باب اذا احب رجلا فلا یمار ولا یسال عنه، ح:423، (اردن، المکتبۃ الاسلامیہ، 2003ء)

امام نوویؒ[1] فرماتے ہیں:

"سلام جس قدر زیادہ فروغ پائے گا مسلمانوں کی باہمی اُلفت اتنی ہی بڑھے گی۔ دیگر مذاہب سے امتیاز ظاہر ہو گا۔ نیز اس میں روحانی تربیت، عاجزی، تواضع اور مسلمانوں کے احترام کے جذبات پوشیدہ ہیں"۔[2]

سیدنا ابو ہریرہؓ سے مروی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک دلکش نصیحت ہے، فرمایا:

((لَا تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا، وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا، أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ))[3]

"اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! تم جنت میں نہیں جاسکوگے حتی کہ تم مومن بن جاو اور تم صاحب ایمان نہیں ہو سکتے حتی کہ تم ایک دوسرے سے محبت کرو۔ میں تمہیں وہ چیز نہ بتاوں جس کے کرنے سے تم میں باہمی محبت پیدا ہو جائے گی؟ آپس میں کثرت سے سلام کہا کرو"۔

صحابہ کرامؓ میں ایسے افراد موجود تھے جو اس غرض سے بازار میں چلے جاتے کہ راستے میں جس سے بھی ملاقات ہو اس کو سلام کہہ کر ثواب حاصل کریں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ مبارک تھا کہ بچوں کے پاس سے گزرتے تو ان کو بھی سلام کہتے۔[4] سلام کہنا باہمی محبت کا پہلا زینہ اور محبت و الفت کی چابی ہے۔ سیدنا ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِاللَّهِ مَنْ بَدَأَهُمْ بِالسَّلَامِ))[5]

"سب آدمیوں سے بڑھ کر وہ شخص اللہ والا ہے جو سلام کرنے میں پہل کرتا ہے"۔

---

[1]۔ موصوفؒ کا مشہور نام ابوزکریا یحی بن شرف الدین ہے جو 631ھ کو دمشق کے علاقہ نوا میں پیدا ہوئے اور 676ھ کو فوت ہو گئے، آپؒ مشہور شارح مسلم ہیں۔

[2]۔ النوویؒ، المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج، 2/26۔

[3]۔ قشیری، صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان انه لا يدخل الجنة الا المومنون۔۔۔، ح:54۔

[4]۔ ابو داود، السنن، ابواب النوم، باب فضل من بداء السلام، ح:5197۔ (اسنادہ صحیح)

[5]۔ ایضاً

سلام کرنے کے بعد اگر کوئی محبت کا ہاتھ دوسرے کی جانب بڑھائے اور دوسرا بھی برادر خواندگی کا ہاتھ دراز کرے اور پھر دونوں ہاتھ اخلاص کے جذبے کے تحت مل جائیں تو یہ فعل مصافحہ کہلاتا ہے۔ یہ ایسی چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ، إِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ أَنْ يَتَفَرَّقَا))[1]

"جب بھی دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے جدا ہونے سے پہلے ان کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں"۔

((تَصَافَحُوا يَذْهَبِ الْغِلُّ، وَتَهَادَوْا تَحَابُّوا، وَتَذْهَبِ الشَّحْنَاءُ))[2]

"مصافحہ کیا کرو کیونکہ اس سے کدورت ختم ہوتی ہے، باہمی محبت اور مودت پیدا ہوتی ہے، اور نفرت ختم ہوتی ہے"۔

بیان کردہ احادیث وواقعات سے پتہ چلا کہ آج کے دور میں اخوت کی تشکیل کے لئے دل کے اخلاص سے سلام کو عام کرنا بھی ضروری ہے تاکہ باہمی ملاقات میں پیش کردہ دعائیہ جملہ کی بدولت ایک دوسرے بھائی کو اعتماد اور نفع بخش پیغام کا تبادلہ ہو سکے اور آپس میں محبت والفت کے ساتھ بھائی چارے کو فروغ دیا جا سکے۔

3۔ حسن گفتار وکردار:

حسن سیرت، گفتگو میں نرمی اور شیرینی کا ہونا نیکی بھی ہے اور معاشرے کی سعادت مندی کا سنگ بنیاد بھی۔ بھائی محنت مشقت والے کام سے یا کسی فکری سوچ سے تھک ہار کر بیٹھا ہوا ہو تو مخلص بھائی اپنے پر رونق چہرے، نرم گفتگو اور حسن سیرت کے ساتھ ملاقات کے پہلے ہی لمحے میں اس کے تمام فکر وغم لپیٹ کر رکھ دیتا ہے اور اس کے دل پر سعادت مندی اور زندگی کی مسرت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ---لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ﴾[3]

"(اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کلمہ طیبہ کی کیسی مثال بیان کی کہ وہ ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے، اس کی جڑ مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان

---

[1]۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، باب فی المصافحة عند السلام ، من رخص فيها، ح:25717۔

[2]۔ مالک بن انس، الموطا، کتاب حسن الخلق، باب ما جاء فی المهاجرة، ح:16، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1985ء)

[3]۔ ابراہیم (14):24,25۔

میں ہیں۔ وہ ہر وقت اپنے رب کے حکم سے اپنا پھل لاتا ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے، تاکہ وہ نصیحت پکڑیں"۔

جو شخص نرم خوئی، حسن گفتار اور لطیف مزاج کا مالک ہو تو وہ لوگوں میں محبوب ہوتا ہے اور ان کی توجہ کا مرکز بنتا ہے، جبکہ تند مزاج اور بد اخلاق شخص سے لوگ دور بھاگتے اور اس کے شر اور بد سلوکی سے بچنا چاہتے ہیں۔ اس حقیقت کی تصریح قرآن کریم نے ان الفاظ میں فرمائی ہے:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ﴾[1]

"اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمت ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) ان کے لئے نرم ہیں۔ اگر آپ درشت خو اور سخت مزاج ہوتے تو یہ لوگ آپ کو چھوڑ کر بھاگ جاتے"۔

ہمیشہ آپ کا یہ شعار ہونا چاہیئے کہ تمام چاہنے والوں کو خوبصورت کلمات، اچھے اچھے جملوں اور پر حکمت باتوں کے تحائف دیں، جو ان کے دلوں کو زندہ اور روشن کر دیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا ﴾[2]

"اور لوگوں سے حسن گفتار سے پیش آو"۔

حسن گفتار کے متعلق مزید فرمایا:

﴿وَقُلْ لِعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ﴾[3]

"اور (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم!) میرے بندوں کو کہہ دیجئے کہ وہ اپنے منہ سے وہ بات نکالیں جو (میٹھی، شیریں، نرم اور سراسر) اچھی ہو"۔

سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے مروی حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں:

((إِنَّ اللَّهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ، وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ، وَمَا لَا يُعْطِي عَلَى مَا سِوَاهُ))[4]

"بلاشبہ نرمی جس چیز میں بھی ہو، اسے خوبصورت بنا دیتی ہے اور جس چیز میں نرمی نہ رہے وہ عیب دار ہو جاتی ہے"۔

---

[1]۔ آل عمران (3):159۔

[2]۔ البقرۃ (2):83۔

[3]۔ بنی اسرائیل (17):53۔

[4]۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب البر والصلة باب فضل الرفق، ح:2593۔

سیدنا ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَاليَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ))[1]

"جس شخص کا اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے اسے چاہیئے کہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ القِيَامَةِ أَحَاسِنَكُمْ أَخْلَاقًا، وَإِنَّ أَبْغَضَكُمْ إِلَيَّ وَأَبْعَدَكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ القِيَامَةِ الثَّرْثَارُونَ وَالمُتَشَدِّقُونَ وَالمُتَفَيْهِقُونَ))[2]

"میرے نزدیک تم میں سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے روز میری مجلس میں سب سے زیادہ نزدیک وہ ہو گا جس کا اخلاق اچھا ہو، اور میرے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور قیامت کے روز میری مجلس سے سب سے دور وہ ہوں گے جو باتونی، زبان دراز اور متکبر ہیں"۔

بھائی سے گفتگو کرنے سے قبل تھوڑا سا سوچ لینا چاہیئے کہ میرے بولنے سے کسی کی غیبت، چغلی یا کسی کو تکلیف تو نہیں پہنچے گی۔ اگر ایسا ہو تو خاموش رہا جائے، اس میں دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

((مَنْ صَمَتَ نَجَا))[3]

"جو خاموش رہا وہ کامیاب ہو گیا"۔

سیدنا عمرو بن عبسہؓ روایت کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اسلام کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((طِيِّبُ الْكَلَامِ، وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ، وَأَفْشَى السَّلَامَ))[4]

"خوش کلامی، کھانا کھلانا اور سلام عام کرنا"۔

ایک اور حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں:

---

[1]۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب الادب، باب من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلا یوذ جارہ، ح:6018۔

[2]۔ ترمذی، سنن الترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب ما جاء فی معالی الاخلاق، ح:2018۔(حدیث صحیح)

[3]۔ ترمذی، سنن الترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع، ح:2501۔(حدیث صحیح)

[4]۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، باب ما قالوا فی افشاء السلام، ح:25743۔

((مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ))[1]

"اچھے مسلمان کی پہچان یہ ہے کہ وہ فضول باتوں کو چھوڑ دیتا ہے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((الْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ))[2]

"پاکیزہ کلام بھی ایک صدقہ ہے"۔

جبکہ اس کی دوسری جانب فحش گو اور بے ہودہ گو کو اللہ تعالیٰ کا ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ سیدنا ابو الدرداؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((مَا شَيْءٌ أَثْقَلُ---الفَاحِشَ البَذِيءَ))[3]

"قیامت کے دن مومن بندے کی میزان میں کوئی چیز خوش خلقی سے زیادہ وزنی نہیں ہو گی، اور اللہ تعالیٰ فحش گو اور بے ہودہ گو شخص کو سخت ناپسند فرماتا ہے"۔

ایک صحابی سیدنا معاویہ بن حکم السلمیؓ مسجد نبوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص کو چھینک آئی تو انہوں نے کہا:

((يَرْحَمُكَ اللهُ))

(جب کہ نماز کی حالت میں چھینکنے والے خفیہ طور پر الحمدللہ کہے اور دیگر لوگ خاموش رہیں۔ یہ نماز کا ادب ہے) سیدنا معاویہؓ کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا۔ ادھر صحابہ کرامؓ نے سیدنا معاویہؓ کو کن انکھیوں سے دیکھنا شروع کیا تو انہوں نے اونچی آواز میں کہا:

((وَاثُكْلَ أُمِّيَاهْ))

"ہائے میری ماں مجھے گم پائے۔ میری طرف اس طرح کیوں دیکھ رہے ہو؟"۔

صحابہ کرامؓ نے جب یہ دیکھا کہ معاویہؓ نماز میں بولتے چلے جا رہے ہیں تو انہوں نے اپنے ہاتھوں کو زور زور سے اپنی رانوں پر مارنا شروع کر دیا۔ جب معاویہؓ نے دیکھا کہ انہوں نے مجھے خاموش کرانا چاہا ہے تو وہ خاموش ہو گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ختم کر لی تو اس کے بعد سیدنا معاویہؓ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

---

[1]۔ مالک بن انس، الموطا، کتاب حسن الخلق، باب ما جاء فی حسن الخلق، ح:2۔

[2]۔ مروزی، الزهد والرقائق، باب فضل المشی الی الصلاة۔۔۔، ح:403۔

[3]۔ ترمذی، سنن الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی حسن الخلق، ح:2002۔ (حدیث صحیح)

((فَبِأَبِي هُوَ وَأُمِّي، مَا رَأَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ أَحْسَنَ تَعْلِيمًا مِنْهُ، فَوَاللهِ، مَا كَهَرَنِي وَلَا ضَرَبَنِي وَلَا شَتَمَنِي))

"میرے ماں باپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان ہوں۔ ان سے بڑھ کر خوبصورت طریقے سے سمجھانے والا معلم میں نے ان سے پہلے اور ان کے بعد کبھی نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ تو مجھ سے ناراض ہوئے، نہ مجھے کوئی جسمانی سزا دی اور نہ ہی مجھے برا بھلا کہا"۔

بلکہ ارشاد فرمایا:

((إِنَّ هَذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ، إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ))[1]

"بیٹا! ان نمازوں میں لوگوں کے لئے گفتگو کرنا جائز نہیں۔ ان میں تو صرف تسبیح و تکبیر اور قرآن کریم کی تلاوت کی جاتی ہے"۔

سبحان اللہ! کیسا عمدہ طرز عمل تھا اور لوگوں کے دلوں پر اس کی کیسی عجیب تاثیر تھی۔ حقیقت یہی ہے کہ شیریں زبانی لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے اور زبان درازی انہیں متنفر کر دیتی ہے۔ شیخ سعدیؒ نے کہا ہے:

بشیریں زبانی ولطف وخوشی   توانی کہ پیلے بموئے کشی[2]

"آپ میٹھی زبان، لطف اور خوشی سے ہاتھی کو بال سے باندھ کر کھینچ سکتے ہیں"۔

سیدنا عمر بن خطابؓ فرمایا کرتے تھے:

"اللہ کی قسم! اگر میرے وہ دوست نہ ہوتے جو گفتگو میں بہترین کلام کا انتخاب کرتے ہیں جیسے اچھی کھجوروں کا (ڈھیر میں سے) انتخاب کیا جاتا ہے تو میں ضرور پسند کرتا کہ میں اللہ تعالیٰ سے جا ملوں"۔[3]

---

[1]۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب تحریم الکلام فی الصلاة، ح:537۔

[2]۔ امیر الدین مہر، گفتگو کا سلیقہ (کراچی: فضلی سنز، 2010ء) ص:141۔

[3]۔ محمد محمود مصری، لا تحزن، ص:240۔

آپ کو چاہیئے کہ بھائیوں کی خوشیوں میں شریک ہوں، ان کی راہوں میں پھول بچھائیں، حسن ادب اور حسن سیرت کا بھرپور اظہار کریں، ان پر خوشیوں کی ضیا پاشی کریں اور اپنے خوبصورت الفاظ اور مسرت آمیز جملوں کے ساتھ اس کامیابی کی روح کو کندہ کریں۔

مذکورہ بالا نصوص سے واضح ہوا کہ عصر حاضر میں اخوت کو فروغ دینے کے لئے سب سے اہم کام جو کرنے کے لئے بہت ضروری ہے اور جس کی بنا پر اخوت کو باہمی الفت و محبت اور خیر خواہی کے ساتھ دوام بخشا جا سکتا ہے وہ اپنی گفتگو میں نرمی، زبان میں مٹھاس کے ساتھ کردار کی بہتری ہے لہذا جہاں زبان میں سختی اور کرواہٹ ہوگی اور بدکرداری ہوگی وہاں رشتہ مواخات زیادہ دیر نہیں چل سکتا۔

4۔ دعوت دینا اور دعوت قبول کرنا:

بھائیوں کے گھر ایک دستر خوان پر جمع ہونا محبتوں میں اضافے کا باعث ہوتا ہے۔ آپس میں اس طرح مل بیٹھنے سے محبتیں بڑھتی ہیں، اُلفتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور ایک دوسرے کا شکریہ ادا کرنے کا موقع ملتا ہے۔سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی حدیث مبارکہ ہے:

((أَحبُّ الطَّعَامِ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مَا كَثُرَتْ عَلَيْهِ الْأَيْدِي))[1]

"اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ وہ کھانا پسند ہے جس کھانے پر زیادہ ہاتھ اکٹھے ہوں"

جب کوئی بھائی گھر آئے تو دل و جان سے اس کا استقبال، بڑی محبت سے اس سے مصافحہ و معانقہ کرنا چاہیئے۔ پھر اسے بڑی عزت سے اچھی جگہ بٹھا کر خیر و عافیت پوچھیں، دوسرے متعلقین کی خیریت بھی دریافت کریں۔ خندہ پیشانی اور حسن سلوک کی انتہا ہو۔ بہترین کھانا کھلائیں، بھائی کی خاطر تواضع میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں۔ کوشش کریں کہ اپنے بھائی کے مزاج کے خلاف کوئی حرکت سرزد نہ ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ اپنے چاہنے والوں کی پذیرائی کی جائے اور انہیں کھانا کھلانا جائے۔ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ اسلام کی کون سی خوبی بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((تُطْعِمُ الطَّعَامَ))[2]

"آپس میں ایک دوسرے کو کھانا کھلانا"۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

[1]۔ البیہقیؒ، شعب الایمان، ح:9175۔

[2]۔ بخاری، صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب اطعام الطعام من الاسلام، ح:12۔

"ایسے شخص کی کھانے سے ضیافت کرو جس سے تم اللہ کے لئے محبت رکھتے ہو"۔[1]

اکثر اصحابؓ کا قول ہے:

"کھانے پر لوگوں کو اکٹھا کرنا مکارم اخلاق میں سے ہے"۔[2]

سیدنا بدیلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"بے شک مجھے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے اپنے بھائی کو ایک لقمہ کھلانا دس درہم صدقہ کرنے سے زیادہ پسند ہے اور دس درہم صدقہ کرنا مجھے غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسند ہے"۔[3]

صحابہ کرامؓ آپس میں بھی ایک دوسرے کو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اکثر مدعو کرتے رہتے تھے۔ خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کھانے کی کوئی چیز ہوتی یا کہیں سے آتی تو پوری مجلس میں اس کو شامل کر لیتے۔ حضرت شعبیؒ، سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

"میں اصحاب صُفَّہ کے درمیان تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہماری طرف عجوہ کھجوریں بھیجیں جو ہمارے درمیان (سامنے) انڈیل دی گئیں۔ ہم بھوک کی وجہ سے دو دو ملا کر کھانے لگے۔ جب ہمارے ساتھیوں میں سے کوئی ایک، دو کھجوریں ملاتا تو اپنے ساتھی سے کہتا، میں نے ملائی ہیں تم بھی ملاؤ"۔[4]

اکیلے سیدنا سعد بن عبادہؓ ایک وقت میں اسی (80) احباب کی مہمانی کی۔ آپ کا پیالہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کی تمام ازواج مقدسہ کے گھروں میں گھومتا تھا۔[5] بھائیوں کے لئے سیدنا سعدؓ کا ہدیہ ٔطعام متعدد اقسام ثرید پر مشتمل ہوتا تھا جن میں سے تین غیر لحمی ثریدوں کا ذکر ہے: دودھ کی ثرید 'ثرید بلبن'، سرکہ و تیل کی ثرید 'ثرید بخل وزیت'، گھی کی ثرید 'ثرید سمن'[6]

سیدنا عروہؓ کا بیان ہے کہ میں سیدنا سعد بن عبادہؓ سے ملا تو ایک اعلان کرنے والا لوگوں کے درمیان اعلان کر رہا تھا کہ جو

---

[1]۔ ابن مبارکؒ، **کتاب الزھد**، ص:75۔

[2]۔ الغزالیؒ، ابو حامد محمد بن احمد، احیاء العلوم الدین، (القاہرہ: دار الحدیث) 2/223۔

[3]۔ طبرانیؒ، مکارم الاخلاق، ح:169۔

[4]۔ ابن راھویہ، ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم، (مکتبۃ الایمان: المدینہ المنورّہ، 1410ھ) مُسند اسحاق بن راھویہ، ح:159۔

[5]۔ ابن حجرؒ، شہاب الدین احمد بن علی العسقلانیؒ (امام) م852ھ، الاصابۃ، (بیروت، دار الکتب العلمیہ، 1995ء)، 4/274۔

[6]۔ صدیقی، محمد یسین مظہر (ڈاکٹر)، عہد نبوی میں تمدن (لاہور، دار لنوادر، 1432ھ) ص:86۔

کوئی گوشت وچربی کھانا چاہے وہ سعد بن عبادہ کے گھر آجائے۔ پھر میری ملاقات ان کے بیٹے قیس بن سعد سے ہوئی تو وہ بھی یہی اعلان کر رہے تھے۔ سیدنا سعدؓ نے یہ دعا کی:

"اے اللہ! مجھے کامل تعریف کرنے کی توفیق عطا فرما۔ مجھے بزرگی عطا فرما اور بزرگی تو نیک اعمال میں ہے اور نیک اعمال مال سے ممکن ہیں۔ اے اللہ! قلیل مال مجھے کفایت نہیں کر سکتا اور میں اس پر تکیہ نہیں کر سکتا"۔[1]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک پڑوسی خیاط تھے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھانا تناول فرمانے کی دعوت دی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے شرف قبولیت سے نوازا۔ سیدنا انس بن مالکؓ بیان فرماتے ہیں:

((إِنَّ خَيَّاطًا دَعَا--أُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ يَوْمِئِذٍ))[2]

"ایک خیاط نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی جو اس نے خود تیار کیا تھا۔ میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ گیا۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے روٹی، کدو کا شوربہ اور سوکھا گوشت رکھا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیالے کے ادھر ادھر سے کدو کو ڈھونڈتے دیکھا۔ اس بنا پر میں اس دن سے کدو کو بہت پسند کرتا ہوں"۔

سیدنا ابو شریح کعبیؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَاليَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، جَائِزَتُهُ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ، وَالضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ، فَمَا بَعْدَ ذَلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ))[3]

"جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے اپنے مہمان کی عزت کرنی چاہیئے۔ ایک دن، رات تو اسے خصوصی طور پر پُر تکلف کھانا پیش کرے اور تین دن تک عام کھانا کھلائے، اس کے بعد صدقہ ہے"۔

[1]۔ ابن ابی شیبہؒ، المصنف فی الاحادیث والآثار، تحقیق، حبیب الرحمٰن الاعظمی (بیروت: المکتب الاسلامی، 1983ء) 6/254۔

[2]۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب ذکرالخیاط، ح:2092 ۔

[3]۔ بخاری، صحیح البخاری، کتاب الادب، باب اکرام الضیف، ح:6135۔

سیدنا عبید اللہ بن عباسؓ مکہ مکرمہ کے بازار میں جانور ذبح کروا کر وہیں تقسیم فرمادیا کرتے تھے۔ بعد میں وہی جگہ 'ابن عباس کی قربان گاہ' کے نام سے مشہور ہوگئی۔ روایات میں ہے کہ وہاں ہر روز ایک اونٹ یا اس کے گوشت کے برابر بکریوں کو ذبح کیا جاتا تھا۔ ایک دفعہ کسی شخص نے آپ کو رسوا کرنے کے ارادے سے لوگوں سے جا کر کہا کہ عبید اللہؓ نے تمہیں بلایا ہے کہ دوپہر کا کھانا میرے پاس کھاو۔ یہ سن کر لوگ جوق در جوق آنا شروع ہوگئے، یہاں تک کہ ان کا گھر بھر گیا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آپ کا بھیجا ہوا شخص پیغام دعوت لے کر آیا تھا۔ سیدنا عبید اللہؓ سارا ماجرا سمجھ گئے اور ارشاد فرمایا: دروازہ بند کر دو۔ پھر اپنے خدام سے کہا کہ بازار سے سارے پھل لے آو۔ جب وہ پھل آگئے تو لوگوں نے وہ پھل شہد سے ملا کر کھائے۔ آپ نے پھر خدام سے کہا کہ بھنا ہوا گوشت اور روٹیاں لے آو۔ جب لوگ سیر ہو چکے تو فرمایا: کیا ہم نے جس چیز کا اعلان کیا تھا اسے پورا کر دیا؟ تو لوگوں نے عرض کی: جی ہاں۔ پھر آپ نے فرمایا: اگر اور لوگ بھی آجائیں تو ہمیں پرواہ نہیں۔[1]

اسی طرح بھائی کی دعوت قبول کرنا فرض ہے اور اس کی بڑی برکات ہیں۔ اس میں تواضع اور نرم دلی کارفرما ہوتی ہے۔ محبت مضبوط ہوتی ہے اور بھائی بندی خالص اور بے غرض ہو جاتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

((مَنْ دُعِيَ فَلْيُجِبْ))[2]

"جب کوئی کھانے کے لئے بلائے تو اس کی دعوت قبول کرو"۔

بھائی کی دعوت قبول کرنے کی تاکید کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں تک فرمایا:

((مَنْ دُعِيَ فلم يُجِبْ فقد عَصَى اللهَ ورَسُولَه، ومَن دخلَ على غير دَعوَةٍ دخلَ سارِقاً وخرجَ مُغيراً))[3]

"جس کو دعوت دی جائے اور وہ قبول نہ کرے تو اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کی رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نافرمانی کی۔ اور جو بن بلائے جائے وہ چور بن کر گیا اور ڈاکو بن کر لوٹا"۔

نیز فرمایا:

---

[1]۔ علی بن حسن عساکر، تاریخ دمشق، 73/472۔

[2]۔ ابوداود، السنن، کتاب الاطعمة، باب ما جاء فی اجابة الدعوة، ح:3741۔ (اسنادہ ضعیف)

[3]۔ ابوداود، السنن، کتاب الاطعمة، باب ما جاء فی اجابة الدعوة، ح:3741۔ (اسنادہ ضعیف)

"اگر کسی نے روزہ رکھا ہوا ہو۔تب بھی چلا جائے۔وہاں اگر اپنے بھائی کی دعوت میں شرکت کر کے نہ کچھ کھائے،نہ کچھ پیئے تو اسے دعا دے کر پلٹ آئے اور (اس طرح) دعوت قبول کرے"۔[1]

دعوت قبول کرنا سنت مؤکدہ ہے،کیونکہ اس میں بلانے والے کے دل کی عظمت ہے اور اس سے محبت اور الفت پیدا ہوتی ہے۔لیکن اگر ایک ہی وقت میں دو دعوت دینے والے ہوں تو اس حوالے سے آپ نے فرمایا:

"جس نے پہلے دعوت دی ہے اس کی قبول کرلو اور بعد میں دعوت دینے والے سے معذرت کر لو"۔[2]

سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى الوَلِيمَةِ فَلْيَأْتِهَا))[3]

"جب تم میں سے کسی کو ولیمے کی دعوت دی جائے تو ضرور جائے"۔

البتہ ایسی دعوتیں مستثنیٰ ہیں جن میں غیر شرعی حرکات،بے حیائی اور دیگر خرافات ہوں۔ان کے علاوہ عام دعوتوں کو قبول کرنے کے فضائل احادیث مبارکہ میں بیان ہوئے ہیں۔

نصوص اسلامی سے یہ واضح ہوا ہے کہ عصر جدید میں کرنے والا کام سادگی کے ساتھ کھانے کھلانے کا ہے لہذا جو افراد یہ چاہتے ہیں کہ بھائی چارے کی کسی اسلامی عملی پر تاسیس رکھی جائے تو ان کو چاہئے کہ وہ آپس میں سادہ کھانوں کی دعوتیں کریں اور سنت کے مطابق کھانوں میں عیب نکالے بغیر کھانا کر کر اپنے بھائی کے لئے اخلاص کے ساتھ دعائیں کریں۔

5۔رازوں کی حفاظت:

راز ایک زبردست فوج کی طرح ہیں جو عزت اور شہرت دونوں کے محافظ ہوتے ہیں۔ایسا شخص جو رازوں کی حفاظت کرتا ہو وہ دراصل اپنے ایمان اور اپنی عزت کی حفاظت کر رہا ہوتا ہے۔ایسا شخص جو کسی کا راز کھول دیتا ہے،وہ اپنی عزت اور احترام کی حفاظت میں ناکام ہو کر انہیں کھو دیتا ہے۔اسی طرح جب ایک شخص کسی کو اپنا راز امانت سونپتا ہے تو اسے اتنا محتاط اور حساس ہونا چاہیئے کہ جیسے وہ اپنی عزت کسی کے پاس امانت رکھوا رہا ہو۔راز کو کبھی بھی ایسے شخص

---

[1]۔ابوداود،السنن ،کتاب الاطعمة،باب ما جاء فی اجابة الدعوة،ح:3740۔(اسنادہ صحیح)

[2]۔ایضاً

[3]۔بخاری،صحیح البخاری،کتاب النکاح،بَابُ حَقِّ إِجَابَةِ الوَلِيمَةِ وَالدَّعْوَةِ،ح:5173۔

کے پاس امانت نہیں رکھنا چاہیئے کہ جو عزت کے مفہوم سے نا آشنا ہو۔

آپس کی باتوں کو راز میں رکھنا بھائی چارے اور رفاقت کا ایک اہم حق ہے۔ کوئی بھی انسان طبعاً یہ نہیں چاہتا کہ اس کے گھریلو مسائل اور کمزوریاں لوگوں پر ظاہر ہو جائیں۔ اپنی زبان اور منہ کو رازداری کا عادی بنانا اخوت کا ایک اہم ستون ہے۔ اس طرح بھائیوں کے حقوق ان کی حیثیت اور سماجی وحدت و یکجہتی کی حفاظت ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

((إِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ الْحَدِيثَ وَهُوَ يَلْتَفِتُ فَهِيَ أَمَانَةٌ))[1]

"جب ایک آدمی دوسرے آدمی کو بات کہتا ہے اور ادھر ادھر دیکھتا ہے، پس یہ بات اس آدمی کے پاس امانت ہے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحابؓ کو راز محفوظ رکھنے کی تربیت دیتے تھے۔ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ سے ہجرت کرنے اور اپنی قوم کو الوداع کہنے کا حکم ملا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوپہر کے وقت ہمارے گھر تشریف لائے، حالانکہ عموماً ایسے وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں آیا کرتے تھے۔ سیدنا ابو بکرؓ نے اپنی مسند آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خالی کر دی۔ گھر میں اس وقت میرے اور میری بہن اسماء کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا ابو بکرؓ سے فرمایا:

((اخرج عنی من عندک))

"سب کو باہر نکال د"۔

سیدنا ابو بکرؓ نے عرض کیا: یہ دونوں میری بیٹیاں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فکر نہ کریں۔ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان، معاملہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((فانی قد اذن لی فی الخروج والهجرة))

"مجھے روانگی اور ہجرت کا حکم ملا ہے"۔

سیدنا ابو بکرؓ نے سوال کیا: کیا مجھے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ نصیب ہو گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ یہ سن کر صدیق اکبرؓ رونے لگے۔ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس دن سے قبل میں نہیں جانتی تھی کہ کوئی خوشی سے بھی رو سکتا ہے۔[2]

---

[1]۔ابو داود طیالسی، **مسند ابی داود، باب الافراد عن الجابر**، ح:1870۔(اسنادہ ضعیف)

[2]۔ابن کثیرؒ، السیرۃ النبویۃ، (القاہرہ: دار الحدیث، 1384ھ) 2/233۔

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا انس بن مالکؓ کو کسی کام سے بھیجا۔ راستے میں انہیں ان کی والدہ ملیں تو پوچھنے لگیں کہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس کام سے بھیجا ہے؟ سیدنا انسؓ نے جواب دیا: واللہ! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راز افشا نہیں کروں گا۔[1]

وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات میں ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا چلتی ہوئی آئیں۔ اُن کی چال ہو بہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرحبا کہا اور انہیں اپنے دائیں یا بائیں بٹھالیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چپکے سے ان سے کوئی بات کہی۔ وہ سن کر رو پڑیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ان سے کوئی راز دارانہ بات کہی تو وہ ہنس پڑیں۔ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے کیا فرمایا تھا۔ انہوں نے صاف جواب دیا:

"میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راز فاش نہیں کر سکتی"۔[2]

کبھی ایک راز کا تعلق انسان کی زندگی، حیثیت اور عزت و آبرو سے متعلق ہوتا ہے جس کو فاش کرنا، اس کی بے عزتی اور ہلاکت کا باعث ہوتا ہے اور کبھی راز کو فاش کر دینا انسان یا معاشرے کے ساتھ خیانت شمار کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اسلام نے مسلمانوں کو راز چھپانے کا حکم دیا ہے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا لبابہ بن عبد المنذرؓ کو بنو قریظہ کی طرف بھیجا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے قلعہ سے اتر آئیں۔ انہوں نے اس صحابی سے مشورہ لیا تو انہوں نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا، مطلب یہ تھا کہ تمہاری گردنیں کاٹ دی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر یہ آیت نازل فرمائی:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾[3]

"اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خیانت مت کرو اور تم اپنی امانتوں میں بھی خیانت مت کرو حالانکہ تمہیں اس کا علم ہو"

گردنیں کاٹنے والی بات ان کے پاس امانت تھی جس میں وہ خیانت کر بیٹھے اور ان کو اطلاع کر دی۔ جب یہ آیات اتریں تو انہوں نے اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ دیا اور کہا کہ میں اس وقت تک کوئی چیز نہ کھاؤں

---

[1] ۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل انس بن مالک، ح:2482۔

[2] ۔ بخاری، صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة، ح:3623۔

[3] ۔ الانفال(8):27۔

گا اور نہ ہی اس ستون سے الگ ہوں گا جب تک اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول نہ کرے۔ نو(9) دن تک ایسے ہی رہے، آخر کار بیہوش ہو کر گر گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔[1]

ایک بھائی کا دوسرے پر یہ حق ہے کہ راز کو چھپائے رکھے خصوصاً جب راز چھپائے رکھنے اور عدم افشاء کا وعدہ لیا گیا ہو۔ ایک اور مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((انما یتجالس المتجالسان بالامانة فلا یحل لاحد ان یفشی علی صاحبه ما یکره))[2]

"دو آدمیوں کی آپس کی بات امانت ہے، پس کسی ایک کے لئے جائز نہیں کہ دوسرے کی اس بات کو لوگوں پر ظاہر کرے، جس کے افشاء کو وہ ناپسند کرتا ہے"۔

بھائیوں کے راز کو فاش کرنا کینہ، عداوت اور اختلاف و تفرقہ کا سبب ہے۔ بعض لوگ اخوت میں کسی قسم کی حدود و قیود کے پابند نہیں ہوتے اور بھائی کے سامنے اپنے سب راز بیان کر دیتے ہیں۔ جبکہ تعلق انتہائی گہرا ہونے کے باوجود ایک دائرہ میں محدود ہونا چاہیئے، جسے حد اعتدال کہا جاتا ہے۔

سیدنا عمرو بن العاص ؓ کا قول ہے:

"اگر میں نے کسی آدمی کو اپنا کوئی راز دیا اور اس نے وہ راز ظاہر کر دیا، تو میں نے اسے کبھی لعنت ملامت نہیں کی، کیونکہ جس وقت میں نے وہ راز اُسے دیا تو اس وقت میرا سینہ زیادہ تنگ تھا (یعنی کہ جب میں ہی اپنے راز کی حفاظت نہ کر سکا اور اسے دوسرے کے سامنے اگل دیا تو پھر دوسرے سے اس کی حفاظت کی توقع فضول ہے)"۔[3]

یہ بات جان لینی چاہیئے کہ جس نے آپ کا راز جان لیا اس نے گویا آپ کو اسیر کر لیا۔ بعض افراد اپنے چاہنے والوں سے بہت ہی مانوس ہو جاتے اور اپنی زندگی کے سارے راز انھیں بتا دیتے ہیں حالانکہ ممکن ہے بعض مسائل کی وجہ سے ان کی اخوت ختم ہو کر دشمنی میں بدل جائے۔ اب وہ شخص موقع سے فائدہ اٹھاتا ہے جن رازوں سے وہ آگاہ تھا اب وہ لوگوں کے سامنے کہہ دیتا ہے جس سے انسان کی آبرو ختم ہو جاتی ہے۔

مذکورہ بالا روایات وآثار سے واضح ہوا کہ عصری معاشرت میں کرنے والا اہم فعل اپنے بھائیوں کے عیوب و نقائص کی حفاظت کا ہے جبکہ ہم ایک طرف اپنائیت کا اظہار کرتے ہیں اور دوسری طرف اپنے بھائیوں کی خامیوں اور عیوب کا

---

[1]۔ ابن کثیرؒ، تفسیر ابن کثیر، 2/301۔

[2]۔ عسقلانیؒ، فتح الباری، 11/82۔

[3]۔ ابن قتیبہؒ، عیون الاخبار، 1/40۔

سماج ڈنڈوراپیٹ کراسے ذلیل کررہے ہوتے ہیں لہذا ہمیں اس دورنگی اور منافقت سے احتراز کرنا ہوگا اور اپنے بھائی کی عزت نفس کا خیال رکھتے ہوئے اس کے تمام رازوں سمیت اس کے عیبوں پر بھی پردہ ڈالے رکھنا چاہئے تاکہ اخوت کی تشکیل میں کوئی نمایاں کردار اداء کرسکیں۔

6۔مریض کی مزاج پرسی:

مریض کی مزاج پرسی کرنے سے مریض کے دل میں اُمید اور نیک بختی پیدا ہوتی ہے۔یہ ایک نفسیاتی چیز ہے جو جلد شفایابی میں بہت موثر ہے۔شاید یہ زندگی کے وہ سعادت مندترین لمحات ہیں جن میں انسان کو اپنے بھائیوں کے لئے قربانی دینے کا موقع ملتا ہے۔اس سے الفتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور محبت بڑھ جاتی ہے۔اسی بناپر اسلام نے بیماروں کی عیادت کی طرف رغبت دلائی اور تاکید کی کہ مریض کے پاس بیٹھ کر تسلی اور حوصلہ دلانے والی باتیں کی جائیں اور اس کے پاس موت کا ذکر نہ کیا جائے۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان کے مسلمان پر جو چھ حقوق بیان فرمائے ہیں اُن میں سے ایک حق یہ بیان فرمایا کہ:

((وَيَعُودُهُ إِذَا مَرِضَ،))[1]

"جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے"۔

جب عیادت صرف اللہ کی محبت اور خلوص نیت سے کی جائے تو اس کا اثر اور فائدہ بہت بڑھ جاتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ عَادَ مَرِيضًا نَادَى مُنَادٍ---مَنْزِلًا))[2]

"جو شخص کسی بیمار کی مزاج پرسی کرتا ہے یا اپنے دینی بھائی سے ملنے جاتا ہے تو ایک آواز دینے والا فرشتہ اس سے یوں خطاب کرتا ہے: تو پاکیزہ ہے، تیرا یہ چلنا بھی پاکیزہ ہے۔تونے جنت میں گھر بنا لیا"۔

سیدنا ثوبانؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا عَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ فِي خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَرْجِعَ))[3]

---

[1]۔اسحاق بن راہویہ،المسند،ح:327۔

[2]۔ابن ماجہ، السنن، ابواب الجنائز،باب ما جاء فی تلقین الموت،ح:1443۔(حدیث صحیح)

[3]۔قشیری،صحیح مسلم، کتاب البر والصلة،باب فضل عیادة المریض،ح:2568۔

"جب کوئی مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کی بیمار پرسی کرنے جاتا ہے تو وہ مسلسل جنت کے باغ میں رہتا ہے"۔

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے تھے:

"جب کافی دن ہو جاتے اور ہمارا کوئی مسلمان بھائی ہمیں نہ ملتا تو ہم اس کی گھر جاتے، اگر وہ بیمار ہوتا تو اس کی عیادت ہو جاتی اور اگر وہ کسی وجہ سے پریشان یا فکر مند ہوتا تو اس کی مدد ہو جاتی اور اگر ایسی کوئی بات نہ ہوتی تو ملاقات ہو جاتی"۔[1]

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مسلمان اپنے مریض بھائی کی عیادت کرے اور پھر سات بار (ان الفاظ کے ساتھ) دعا کرے تو وہ بیمار شفا دیا جاتا ہے۔ بشرطیکہ موت کا وقت نہ آ گیا ہو۔

((أسألُ اللهَ العظيمَ ربَّ العرشِ العظيمِ أن يشفيَك))[2]

"سوال کرتا ہوں میں اللہ بزرگ پروردگار عرشِ عظیم سے کہ (اے میرے بھائی!) وہ تجھے شفا عطا فرمائے"۔

سیدنا عبداللہ بن عمروؓ سے مروی حدیث مبارکہ میں ہے کہ یہ دعا پڑھی جائے:

((اللهم اشفِ عبدَكَ، ينكا لكَ عَدُوّاً، أو يمشي لك إلى جنازةٍ))[3]

"اے اللہ! اپنے بندے کو شفا دے تاکہ یہ تیرے دشمن کو نیست و نابود کرے اور تیرے لئے نماز کی طرف چل کر جائے"۔

مریض کے پاس ہمیشہ خیر و برکت کی بات کی جانی چاہیئے۔ سیدہ اُم سلمہؓ کا بیان ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جب تم کسی مریض کے پاس بیٹھو یا میت کے پاس بیٹھو تو ہمیشہ خیر والی بات کرو۔ بے شک فرشتے تمہاری باتوں پر آمین کہتے ہیں"۔[4]

---

[1]۔ بدران، سمیر المومنین و انیس الصالحین، ص:138۔

[2]۔ ابوداود، السنن، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمریض عندالعیادة، ح:3106۔ (حدیث صحیح)

[3]۔ ابوداود، السنن، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمریض عندالعیادة، ح:3106۔ (حدیث صحیح)

[4]۔ محمد بن صالح القحطانی، تحفة للمریض، ترجمہ: مولانا خلیق الرحمٰن قدر (کراچی: ادارہ دعوت و تبلیغ، 2014ء) ص:149۔

اگر کسی وجہ سے مریض سے ملنا ممکن نہ ہو تو اس کا حال معلوم کرنا ضروری ہے۔ سیدنا ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ:

"جب سیدنا علی بن ابی طالبؓ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر سے باہر نکلے تو وہ لوگ جو مسجد میں جمع تھے انہوں نے دریافت کیا: آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت کیسی ہے؟" تو سیدنا علیؓ نے جواب دیا: "اللہ کا شکر ہے آج صبح طبیعت اچھی رہی"۔[1]

بیمار سے بھی اپنے حق میں بھی دعا کروائی جائے کہ اس کی دعا فرشتوں کی دعا کی مانند ہوتی ہے۔ اسی طرح اپنے مریض بھائی کی عیادت کے لئے جانے والا رحمت کے دریا میں داخل ہوتا ہے اور پھر جب مریض کے قریب بیٹھ جاتا ہے تو دریائے رحمت میں ڈوب جاتا ہے۔[2]

آج کل مصروفیت کے باعث تیمار داری اور احباب کی خوشی و غمی میں وقت نکال کر جانے کا رواج ختم ہوتا جا رہا ہے یہی وجہ کہ ایمانی بھائی تو دور رہے خونی اور سگے بہن بھائیوں سے دوری ہوتی جارہے ہے لہذا اب کرنے والا کام یہی ہے کہ ایمانی اور خونی بھائیوں کی خوشی غمی اور بالخصوص بیماری میں عیادت کے لئے ضرور کچھ لمحات کے لئے حاضر ہوا جائے تا کہ فاصلے کچھ کم ہوں اور باہمی بھائی چارے کو فروغ دیا جاسکے۔

7۔ مصائب میں تعزیت:

جب بھائی پر کوئی آفت و مصیبت اور تکلیف و پریشانی آئے تو دوسرے بھائی کا حق بنتا ہے کہ اس کے گھر جائے اور اس کے رنج و غم میں شریک ہو، اس کے ساتھ شفقت و ہمدردی کا رویہ اختیار کرے، حتی الوسع اس کی تکلیف اور غم کو ہلکا کرنے کی کوشش کرے اور اسے صبر و تحمل کی تلقین کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ -الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ- أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ﴾[3]

"اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیجئے جنہیں جب کبھی کوئی مصیبت آتی ہے تو کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہم تو خود اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، ان پر ان کے رب کی نوازشیں اور رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں"۔

---

[1]۔ بخاری، **صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الرجیع**، ح:4092۔

[2]۔ مالکؒ بن انس، الموطا، 2/946۔

[3]۔ البقرۃ(2):155-157۔

اسی طرح آپ اپنے چاہنے والوں اور ان کے اہل خانہ سے تعزیت کریں تو خوب دلجمعی اور عمیق قلب سے کریں، اسے نیک کام سمجھ کر کریں اور اس پر اجر و ثواب کی اُمید رکھیں۔ اپنے بھائی کو سمجھائیں کہ زندگی میں جو کچھ ہو رہا ہے اس سے پریشان نہ ہو کیونکہ ہمیں تو صرف امتحان اور آزمائش کے لئے پیدا کیا گیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ لے کہ کیا ہم صبر کرتے ہیں؟ نیز اپنے بھائی کو یہ یقین دلائیں کہ کشادگی قریب ہے، پس جب بادلوں کی سیاہی سخت ہو جائے تو عنقریب تمہیں بارش ملے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعزیت کرنے والے کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا:

((من عزى اخاه المومن فى مصيبه، كساه الله حلة خضرا يحبربها))[1]

"جو اپنے مومن بھائی کی اس کی مصیبت میں تعزیت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں ایک خاص لباس پہنائے گا جس کو پہن کر وہ خوش ہو جائے گا"۔

تعزیت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کردہ دعائیں حسب ذیل ہیں:

((أَنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى))[2]

"یقیناً اللہ ہی کا ہے جو اس نے لے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا اور اس کے پاس ہر چیز وقت مقررہ کے ساتھ ہے"۔

اسی طرح وہ تمام الفاظ جو صبر و تحمل، تسلی و دلاسا اور غم و الم میں خفت و کمی کا باعث ہوں، استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن اپنے ایک صحابیؓ کو ملول اور رنجیدہ خاطر بیٹھے ہوئے دیکھ کر وجہ دریافت فرماتے ہیں تو وہ جواب دیتے ہیں کہ میرے کلیجے کا ٹکڑا، میری آنکھوں کا نور ہٹ گیا، میرا چھوٹا بچہ جس سے مجھے بہت محبت تھی فوت ہو گیا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ہی خوبصورت ارشاد فرمایا:

((اما تحب ان تاتى بابا من ابواب الجنة الا وجدته ينتظرک))[3]

"کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں کہ تم جنت کے کسی دروازے پر جاو اور تمہارا بچہ تمہیں تمہارے انتظار میں کھڑا ہوا ملے"۔

ایک اور مقام پر سیدنا جابر بن عبد اللہ انصاریؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

[1]۔ البانیؒ، **كتاب الجنائز**، (ایران، موسسۂ فرہنگی و اطلاع رسانی تبیان، 1387ھ) ص:70۔

[2]۔ بخاری، **صحيح البخاری، كتاب التوحيد**، ح:7377۔

[3]۔ احمد بن حنبل، **المسند**، 3/436۔

((صِغَارُهُمْ دَعَامِيصُ الْجَنَّةِ يَتلقَّى أَحَدُهُمْ أَبَاهُ، أَوْ قَالَ: أَبَوَيْهِ، فَيَأْخُذُ بِيَدِهِ كَمَا آخُذُ بِصَنِفَةِ ثَوْبِكَ هَذَا، فَلا يُفَارِقُهُ حَتَّى يُدْخِلَهُ اللَّهُ وَإِيَّاهُ الْجَنَّةَ))[1]

"یہ چھوٹے بچے اپنے باپ کا دامن پکڑلیں گے اور جب تک اُنہیں جنت میں نہ پہنچادیں اُن کا دامن نہ چھوڑیں گے"۔

سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب کسی مسلمان کا کوئی چھوٹا بچہ وفات پا جاتا ہے تو اس کی روح قبض کرنے والے فرشتوں سے اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کہ تم نے میرے ایک بندے کے بچے کی روح قبض کرلی، اس کے کلیجے کے ٹکڑے کو اُس سے چھین لیا۔ بتاو اس نے کیا کہا؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ اُس نے (اناللہ وانا الیہ راجعون) پڑھا اور تیری تعریفوں میں لگا رہا۔ اُس کی زبان سے تیری حمد ادا ہوئی۔ اُسی وقت اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے:

((ابْنُوا لِعَبْدِي بَيْتًا فِي الجَنَّةِ، وَسَمُّوهُ بَيْتَ الحَمْدِ))[2]

"میرے اس بندے کے لئے جنت میں ایک محل تعمیر کرو اور اس کا نام بیت الحمد رکھ"۔

اسی طرح مصیبت زدہ بھائی کے گھر والوں کے لئے کھانے پینے کا انتظام کرنا اور ان کے بچوں کی دیکھ بھال بھی سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن جعفرؓ روایت کرتے ہیں:

((اصنعوا لآلِ جَعْفَرٍ طعاماً، فإنه قد أتاهم أمرٌ يَشغَلُهم))[3]

"جب شہادت کے بعد میرے والد سیدنا جعفرؓ کی لاش آئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آل جعفر کے لئے کھانا تیار کرو کیونکہ ان کو ایسا حادثہ پیش آیا ہے جس نے ان کو مشغول کر دیا ہے"۔

جب سیدنا زید بن حارثہؓ کی وفات کی خبر آئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ان کے گھر پر تشریف لائے۔ زیدؓ کی بیٹی باہر آئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی رونے لگے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شدت گریہ کی حالت طاری ہوگئی، تو کہا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

[1]۔ ابو محمد حسین بن مسعود بغوی، شرح السنة، کتاب الجنائز، باب من مات له ولد فاحتسب، ح:1۔

[2]۔ ترمذی، السنن، ابواب الجنائز، باب فضل المصيبة اذا احتسب، ح:1021۔ (حدیث حسن)

[3]۔ ابوداود، السنن، کتاب الجنائز، باب صنعة الطعام لاهل الميت، ح:3132۔ (اسنادہ حسن)

"یہ محبوب کی اپنے محبوب کے لئے تڑپ اور آرزو ہے"۔[1]

ہمیں چاہئے کہ تعزیت کے لمحات اپنے بھائی کے ساتھ اس طرح گزاریں کہ وہ محسوس کرے کہ آپ اس کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ بھائیوں کے غموں میں شریک ہو کر آپ ان کے دل میں گھر کر جائیں گے۔ لہذا عصر حاضر میں اخوت کی تاسیس و تشکیل کے لئے بذریعہ اعمال محرک بننے والوں امور میں ایمانی اور حقیقی بھائیوں کی غمیوں، آفات ومصائب اور صدمات وغیرہ میں ان کے لئے حوصلہ و تسلی کے دو الفاظ بولنے کی ضرورت ہے اور عملی طور پر اس کے لئے اس دکھ کی گھڑی میں سہارا دینے کی ضرورت ہے تا کہ اس کو احساس تنہائی نہ ہو بلکہ خیر خواہ بھائیوں کی حوصلہ افزائی سے اس کی پریشانی کم ہو سکے۔

8۔اظہارِ تواضع وانکسار:

تواضع اور منکسر المزاجی محبت اور اخوت کے محرکات ب میں سے اہم ترین ہے۔ بظاہر اسے معمولی سمجھا جاتا ہے جبکہ حقیقت میں یہ انتہائی بلندیوں کا ذریعہ اور سبب ہے۔ جو لوگ سراپا انکسار و تواضع بن کر زندگی گزارتے ہیں اُن کا مقام بلند ہوتا ہے۔ وہ دوسروں کے ہر دلعزیز ہوتے ہیں۔ ان کی ہم نشینی سے سرور ملتا ہے اور ان کی گفتگو پاکیزہ ہوتی ہے۔ در حقیقت تواضع عزت و شرف کی کنجی ہے۔ قرآن کریم میں رحمن کے خاص بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے سب سے پہلی صفت یہی بیان کی گئی کہ ان کی چال ڈھال سے تواضع اور عاجزی کی شان نمایاں ہوتی ہے۔

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا﴾ [2]

"رحمٰن کے سچے بندے وہ ہیں جو زمین پر فروتنی سے (دبے پاوں) چلتے ہیں اور جب بے علم لوگ ان سے باتیں کرنے لگتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہے"۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

((مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ دَرَجَةً رَفَعَهُ اللهُ دَرَجَةً))[3]

"جو اللہ تعالیٰ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بلندی عطا فرما دیتا ہے"۔

سیدنا عیاض بن حمار جاشعیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((وَإِنَّ اللهَ أَوْحَى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا حَتَّى لَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ))[4]

---

[1]۔ابن ابی الدنیاؒ، موسوعة الامام ابن ابی الدنیا،کتاب الاخوان،ص:139۔

[2]۔الفرقان(25):63۔

[3]۔احمد بن حنبل،المسند، مسند ابی سعید الخدری،ح:11724۔

[4]۔قشیری، صحیح مسلم، کتاب الْجَنَّةِ وَصِفَةِ نَعِيمِهَا وَأَهْلِهَا ،بَابُ الصِّفَاتِ۔۔۔وَأَهْلُ النَّارِ،ح:2865۔

"اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی کہ تم (سب لوگ) انکسار و تواضع اختیار کرو، یہاں تک کہ کوئی شخص کسی شخص پر (علم، ہنر، مال، طاقت، حسن، اولاد اور سرداری میں) فخر نہ کرے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی تواضع و انکساری کی عملی تفسیر اور بے مثل نمونہ تھی۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھیلتے ہوئے بچوں کے پاس سے گزرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اور قدر و منزلت جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سرفراز کیا تھا، ان کو سلام کرنے، ان سے خندہ پیشانی سے ملنے اور خوش طبعی کرنے سے مانع نہ ہوتی تھی۔ سیدنا انس بن مالکؓ کچھ بچوں کے پاس سے گزرے تو ایسے ہی کیا اور فرمایا:

((كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَفْعَلُهُ))[1]

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا ہی کیا کرتے تھے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں تواضع اور انکساری کی اعلیٰ ترین مثالیں ملتی ہیں۔ ایک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرتبہ ایک آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو آپ کے رُعب سے تھر تھر کانپنے لگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((هَوِّنْ عَلَيْكَ، فَإِنِّي لَسْتُ بِمَلِكٍ، إِنَّمَا أَنَا ابْنُ امْرَأَةٍ تَأْكُلُ الْقَدِيدَ))[2]

"سکون سے رہو، میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں۔ میں تو قریش کی اُس خاتون کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت کھایا کرتی تھی"۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب سے مذاق کرتے تھے لیکن حق کے علاوہ کوئی بات نہیں کہتے تھے۔ مسجد بنانے اور خندق کھدوانے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنے اصحابؓ کے ساتھ کام کرتے تھے باوجودیکہ آپ عقل مند ترین انسان تھے پھر بھی اپنے اصحاب سے مشورہ کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مساکین سے محبت فرماتے اور ہمیشہ اپنے رب کے سامنے فقیری، مسکینی اور عاجزی کی حالت میں ہوتے۔ دُعا میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور یوں عرض گزار ہوتے:

((اللهم أحييني مسكينا وتوفني مسكينا واحشرني في زمرة المساكين))[3]

---

[1]۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب الاستئذان، باب التسلیم علی الصبیان، ح:6247۔

[2]۔ ابن ماجہ، السنن، ابواب الاطعمة، باب القدید، ح:3312۔ (حدیث صحیح)

[3]۔ بغوی، شرح السنة، باب فی فضل الفقر والفقراء، ح:16593۔

"اے اللہ! مجھے مسکین زندہ رکھ اور مجھے بطور مسکین ہی موت دے اور قیامت کے روز میرا حشر مسکینوں کے زمرے میں فرما"۔

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے روز (سواری کے لئے) تین تین آدمیوں کے لئے ایک ایک اونٹ تھا اور ہم باری باری (ایک اونٹ پر) سوار ہوتے تھے۔ سیدنا ابولبابہ رضی اللہ عنہ، سیدنا علی بن ابی طالبؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شریک تھے (چلتے چلتے) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیادہ چلنے کی باری آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہیوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار رہیں ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ پیدل چلتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (اونٹ سے اتر کر) فرمایا:

((مَا أَنْتُمَا بِأَقْوَى مِنِّي وَمَا أَنَا بِأَغْنَى عَنِ الْأَجْرِ مِنْكُمَا))[1]

"(اے ابولبابہ اور علی رضی اللہ عنہما! سنو) تم دونوں مجھ سے زیادہ طاقتور نہیں ہو اور میں تم دونوں میں سے اجر و ثواب کا کسی سے کم محتاج نہیں ہوں"۔

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکسار و تواضع بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین پر بیٹھ جاتے، زمین پر بیٹھ کر کھانا نوش فرماتے، بکریوں کو خود باندھتے، اونٹوں کی خبر گیری کرتے، بازار سے سودا سلف لے آتے، جوتا مرمت کر لیتے، کپڑے میں پیوند لگا لیتے اور غلام کی دعوت بھی قبول فرمالیتے۔ اگر صحابہ کرامؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احترام میں کھڑے ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں ڈانٹتے تھے کہ ایسا عمل تو عجمی اپنے بادشاہوں کے ساتھ کرتے ہیں۔[2]

دوسری جانب تکبر سے بڑھ کر کوئی چیز محبت اور اخوت کے لئے نقصان دہ نہیں۔ اس سے لوگوں کی ناراضگی میں اضافہ ہوتا ہے۔ روز محشر متکبروں کی ذلت کا نقشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان الفاظ میں کھینچا ہے:

"قیامت کے روز تکبر کرنے والے چھوٹی چیونٹیوں کی مانند اکٹھے کئے جائیں گے، ہر جگہ سے ذلت (جمع ہو ہو کر) ان کو ڈھانکے گی۔ پھر وہ دوزخ کے ایک قید خانہ کی طرف جس کا نام بولس ہے

---

[1]۔ بغوی، شرح السنة، کتاب الجهاد، باب آداب السفر، ح: 2967۔

[2]۔ بیہقی، شعب الایمان، 1/290۔

ہانکے جائیں گے جہاں ان پر آتشوں کی آتش غالب آئے گی اور انہیں دوذخیوں کا نچوڑ (کچ لہو اور پیپ) پینے کو دیا جائے گا، جس کا نام 'طینۃ الخبال' ہے"۔[1]

آپ کو چاہیئے کہ منکسر المزاج اور کشادہ دل بن کر رہیں، آپ کے بھائی آپ سے محبت کریں گے، لیکن یہ کام صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کریں۔ تواضع اور انکسار میں اس ستارے کی مانند ہوں جو خود بلند ہو کر پانی کی سطح پر چمکتا ہے۔ اس دھوئیں کی طرح مت بنیں جو فضا کے طبقات میں بلند ہوتا ہے لیکن خود ہیچ اور بے قیمت ہوتا ہے۔ سب سے بد نما اور قبیح چیز یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو بلند خیال کرتا ہو لیکن وہ دنیا کی نگاہ میں ہیچ اور حقیر ہو۔ گویا عصر حاضر میں اخوت کے فروغ کے لئے کرنے والا اہم کام یہ بھی ہے کہ اپنی اناء کو ختم کر کے بھائیوں ہر عزت دی جائے اور انہیں حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھا جائے بلکہ اپنے اندر تواضع وانکسار پیدا کیا جائے۔

9۔ تکریم و تعظیم:

اسلام تکریمِ انسانیت کا دین ہے۔ یہ انسان کی تکریم ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دوسری تمام مخلوقات پر تسلط عطا فرمایا اور تمام مخلوقات کو اس کے لئے مسخر کر دیا ہے۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مومن کی حرمت کو کعبے کی حرمت سے زیادہ محترم قرار دیا ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خانہ کعبہ کا طواف کے دوران دیکھا کہ آپ فرما رہے تھے:

((ما أطْيَبَكِ، وما أطْيَبَ رِيحَكِ؟ ما أعْظَمَكِ وما أعْظَمَ حُرْمَتَكِ. والذي نفسُ محمَّدٍ بيده لحرمَةُ المؤمِنِ عند الله أعْظَمُ حرمةً منكِ مالُه ودَمُهُ [وأن تظن به إلا خَيراً]))[2]

"(اے کعبہ!) تو کتنا عمدہ ہے اور تیری خوشبو کتنی پیاری ہے، تو کتنا عظیم المرتبت ہے اور تیری حرمت کتنی زیادہ ہے، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے! مومن کے جان ومال کی حرمت اللہ کے نزدیک تیری حرمت سے زیادہ ہے اور ہمیں مومن کے بارے میں نیک گمان ہی رکھنا چاہیئے"۔

یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ اگر کوئی انسان دوسروں کا احترام کرے گا تو وہ خود بھی محترم رہے گا اور اگر دوسروں کی توہین کرے گا تو خود بھی ذلیل ہو جائے گا۔ اسی لئے احادیث مبارکہ میں بھائی کی تعظیم وتکریم کی تاکید ہوئی ہے تاکہ روابط اور زیادہ مضبوط ہوں، دلوں میں صفائی آجائے اور محبت میں اضافہ ہو۔ یمنی سردار سیدنا جریر بن عبد اللہ

---

[1]۔ ترمذی، سنن الترمذی، أَبْوَابُ صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالرَّقَائِقِ وَالْوَرَعِ، ح:2492۔ (حدیث حسن)

[2]۔ البانی، صحیح الترغیب والترھیب، کتاب الحدود وغیرھا، باب الترھیب من قتل النفس، ح:2441۔

بجَلیؓ جب مدینہ منورہ پہنچے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلماس وقت خطبہ ارشاد فرمارہے تھے۔ ابھی یہ مسجد نبوی میں داخل نہیں ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو ان کی آمد کی اطلاع ان الفاظ میں دی۔ ارشاد فرمایا:

"اس دروازے یا اس راستے سے تمہارے پاس یمن والوں کا بہترین شخص داخل ہو گا"۔

وہ تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا اور بیعت کا شرف حاصل کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں پوشاک پہنائی اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے ساتھیوں کی تربیت فرمائی:

((إذا أتاكم كريم فأكرموه))[1]

"جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز سردار آئے تو اس کی عزت کیا کرو"۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی عبا ان کے لئے فرش پر بچھادی تھی۔[2]

سیدہ اُم معبد عاتکہ بنت خالدؓ جنہوں نے سفر ہجرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدنا ابو بکر صدیقؓ کی میزبانی کی تھی، کچھ عرصے کے بعد بکریاں فروخت کرنے کے لئے مدینہ منورہ آئیں۔ اُن کے بیٹے نے سیدنا ابو بکر صدیقؓ کو دیکھا تو کہنے لگا: امی جان! یہ تو وہی آدمی ہے جو اس بابرکت آدمی کے ساتھ تھا۔ سیدنا ابو بکر صدیقؓ انہیں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ (وفا اسے کہتے ہیں، اخلاق اس کا نام ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُم معبد کے خیمے میں اترنا اور ان کا برتائو بھولے نہیں) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں عزت واحترام سے نوازا، ان کی ضیافت کی، ان کو کھانا کھلایا اور ان کو تحائف دے کر رخصت فرمایا۔[3]

اسی طرح فتح مکہ کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمہ گیر اور ہمہ وقت ساتھی سیدنا ابو بکر صدیقؓ اپنے والد گرامی کو لئے ہوئے بیت اللہ کے صحن میں داخل ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ ابو بکرؓ اپنے ضعیف والد کو لئے حاضر ہو رہے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اعزاز اور تکریم دیتے ہوئے فرمایا:

((هَلَّا تَرَكْتَ الشَّيْخَ فِي بَيْتِهِ حَتَّى أَكُونَ أَنَا آتِيهِ))

"ان بزرگ کو گھر پر ہی رہنے دیتے، ہم خود وہاں جا کر ان سے مل لیتے"۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو قحافہ کے سینے پر ہاتھ پھیر کر فرمایا:

---

[1]۔ ابن سعد، طبقات الکبریٰ، 1/347۔

[2]۔ لنگرودی، اخلاق انبیاء علیہم السلام، ص:327۔

[3]۔ طبرانیؒ، المعجَم الکبیر، ح:3605۔

((اسلم))

"اسلام لے آو"۔

ابو قحافہ نے اسی وقت کلمۂ شہادت پڑھ لیا۔ ایک روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا ابو بکر صدیقؓ کو ان کے والد کے اسلام لانے پر مبارکباد بھی دی۔[1]

مذکورہ بالا نصوص سے پتہ چلا کہ عصری معاشرت میں کرنے والا اہم کام عزت و تکریم کا ہے کہ اپنے بھائی اور چاہنے والے کی عزت کا خیال رکھا جائے اسے حقیر نہ سمجھائے۔ یہ عزت و احترام ہی حقیقی اخوت کو فروغ دینے میں اہم محرک ہے۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ جدید دور میں اخوت کے عملی محرکات تو بہت سے ہیں مگر ان کی سر انجام دہی سے ہی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں، اسی ضرورت کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہاں پر اخوت اسلامی کے عملی محرکات مثلاً: اظہار مودت، سلام دعا، حسن گفتار و کردار، دعوت دینا، مریض کی عیادت کرنا، خوشی و غمی میں شرکت کرنا اور عزت واحترام کرنا وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ عصری معاشرت میں ان کو اپنا کر باہمی مواخات کو دوام بخشا جا سکے۔

اخوت کی تشکیل بذریعہ اسوہ حسنہ

اخوت کی تشکیل بذریعہ اسوہ حسنہ سے مراد یہ ہے کہ سیرت طیبہ اور اسوہ حسنہ کی روشنی میں بھائی چارے کے فروغ کی مناسبت سے ہم نے دیکھنا ہے کہ کیا اس میں عملی مثالیں موجود ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے پیش کی تھیں جن کی بدولت بھائی چارے کے تسلسل میں بتدریج اضافہ ہوا اور قرون اولی کے اصحاب نے واقعتاً حقیقی اخوت کو برقرار رکھا، ذیل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ ہی سے چند امثلہ کے ذریعہ عصر حاضر میں مواخات کی تشکیل کی ضرورت واہمیت اور محرکات کو واضح کیا جا رہا ہے۔

1۔ مسنون آداب ملاقات:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلام اور مصافحہ کرنے میں صحابہ کرامؓ پر ہمیشہ سبقت لے جاتے تھے اور جب کسی سے مصافحہ فرماتے تو جب تک وہ ہاتھ نہ چھوڑ دیتا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاتھ نہیں چھوڑتے تھے۔ سیدنا انسؓ کا بیان ہے:

[1]۔ ابن حبان، صحیح ابن حبان، باب ذکر ابی قحافة عثمان بن عامر، ح:8208۔

((كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَقْبَلَهُ الرَّجُلُ فَصَافَحَهُ لَا يَنْزِعُ يَدَهُ مِنْ يَدِهِ حَتَّى يَكُونَ الرَّجُلُ الَّذِي يَنْزِعُ))[1]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایسے عظیم الخلق تھے کہ) جب کسی شخص سے مصافحہ کرتے تو اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے نہ کھینچتے، جب تک کہ وہ شخص خود اپنا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ سے جدا نہ کرلیتا"۔

اسی طرح سیدنا انسؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے ملاقات کرے تو کیا اس کے احترام کے لئے جھکے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں! اس شخص نے عرض کیا: کیا اس سے گلے لگے اور اس کا بوسہ لے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں! اس نے پھر دریافت کیا: کیا اس کا ہاتھ پکڑے اور اس سے مصافحہ کرے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں![2]

اس حدیث مبارکہ سے یہ چیز بھی واضح ہوتی ہے کہ معانقہ اور بوسہ روز روز نہیں ہونا چاہیئے بلکہ مدت کی جدائی کے بعد یا سفر سے آنے پر یا کبھی کبھار محبت کے غلبہ کے تحت ہونا چاہیئے۔ مثال کے طور پر سیدنا جعفر بن ابی طالبؓ سے ان کے ارض حبشہ سے واپسی کے قصہ میں روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا:

((فَخَرَجْنَا حَتَّى أَتَيْنَا الْمَدِينَةَ فَتَلَقَّانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاعْتَنَقَنِي فَقَالَ: «مَا أَدْرِي أَنَا بِفَتْحِ خَيْبَرَ أَفْرَحُ أَوْ بِقُدُومِ جَعْفَرٍ))[3]

"ہم نکلے (حبشہ سے) یہاں تک کہ ہم مدینہ میں آئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے گلے لگا لیا پھر (کمال محبت سے) فرمایا۔ نہ معلوم مجھے فتح خیبر سے بہت خوشی ہوئی ہے یا جعفر (رضی اللہ عنہ) کے آنے سے اور اتفاق سے جعفر فتح خیبر کے موقع پر آئے"۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرطِ محبت سے جعفر بن ابی طالبؓ کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں:

---

[1]۔ترمذی، سنن الترمذی، أَبْوَابُ صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالرَّقَائِقِ وَالْوَرَعِ ،ح:2490۔(حدیث ضعیف)

[2]۔ترمذی، سنن الترمذی، أَبْوَابُ صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالرَّقَائِقِ وَالْوَرَعِ ،ح:2490۔(حدیث ضعیف)

[3]۔الطبرانی، المُعجَم الکبیر، حدیث جعفر بن ابی طالب، ح:2003۔

((تلقى جعفرَ بن أبي طالبٍ، فالتزمَهُ وقبَّلَ ما بين عَينَيهِ))[1]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جعفر بن ابی طالبؓ کو (جبکہ وہ سفر حبشہ سے مدینہ آئے) گلے لگایا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا"۔

سیدہ عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں کہ سیدنا زید بن حارثہؓ مدینہ میں وارد ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر میں تھے۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور دروازے پر دستک دی۔ اس کے بعد روایت کے الفاظ ہیں:

فَقَامَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرْيَانًا يَجُرُّ ثَوْبَهُ، وَاللَّهِ مَا رَأَيْتُهُ عُرْيَانًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ، فَاعْتَنَقَهُ وَقَبَّلَهُ))[2]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (استقبال کے لئے) کھڑے ہوئے اور ان کی طرف (وفورِ محبت سے) ننگے بدن ہی چل دیئے (یعنی تہبند کے سوا کوئی اور کپڑا بدن مبارک پر نہ تھا)۔ اللہ کی قسم میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے پہلے اور اس کے بعد (بصورت مذکور) عریاں نہیں دیکھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دروازہ کھول کر زیدؓ کو گلے لگایا اور ان کا بوسہ لیا"۔

ایک مرتبہ اظہار محبت کے لئے سیدنا عمرؓ نے سیدنا علیؓ کے سر کو بوسہ دیا اور فرمایا:

((لا ابقانی اللہ ارضا لیس فیھا ابو الحسن))[3]

"اللہ! مجھے ایسی سرزمین پر زندہ نہ رکھے جہاں علیؓ نہ ہوں"۔

مولانا محمد صادق سیالکوٹیؒ نے بوسہ کی پانچ اقسام بیان کی ہیں:

1. بوسۂ مودّت: یہ بوسہ والدین کا ہے اولاد کے رخسار و جبیں پر۔
2. بوسۂ رحمت: یہ بوسہ اولاد کا ہے والدین کے سر وغیرہ پر۔
3. بوسۂ شہوت: یہ شوہر کا بوسہ ہے بیوی کے عارض عضبان پر یا بیوی کا خاوند کو۔ یاد رہے کہ یہ بوسۂ شہوت سوائے میاں بیوی کے کہیں بھی جائز نہیں بلکہ اپنے غیر محل میں قطعاً حرام ہے۔

---

[1]۔ ابوداود، ابواب النوم، السنن ،باب فی قبلة ما بین العینین، ح:5220۔

[2]۔ ترمذی، سنن الترمذی، ابواب الاستئذان والاداب، باب ما جاء فی المعانقة والقبلة، ح:2732۔ (حدیث ضعیف)

[3]۔ عبد المالک مجاہد، قصص ذھبیة من حیاة سیدنا عمر الفاروق رضی اللہ عنه (الریاض: مکتبۃ دار السلام، 1432ھ) ص:157۔

4. بوسۂ اخوت: یہ بوسہ ہمشیرہ کا ہے بھائی کی پیشانی پر۔

5. بوسۂ تحیت: یہ بوسہ مسلمانوں کا آپس میں ہے دونوں آنکھوں کے درمیان۔

جس طرح معانقہ وہی زیبا ہے جو سفر سے مراجعت یا طویل جدائی کے بعد ہو اسی طرح بھائیوں اور دوستوں کے مابین بوسۂ تحیت بھی امتدادِ اوقات اور مرورِ زمان کے ساتھ ہونا چاہیئے۔[1]

مذکورہ بالا روایات اور سیرت طیبہ کی مثالوں سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ عصر حاضر میں اخوت کی تشکیل بذریعہ اسوہ حسنہ تب ہی ممکن ہے جب ہم ملاقات کے آداب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت سے لیں گے جن میں الفت و محبت کی چاشنی موجود ہے لہذا ہمیں چاہئے کہ ہم ملاقات کے مسنون عمل کو اپنا کر بھائی چارے کے فروغ میں تسلسل برقرار رکھیں اور باہمی مصافحہ و معانقہ کے ذریعہ پیغامِ محبت عام کریں۔

2۔زیارت اور ملاقات:

آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، انصارؓ سے ملنے کے لئے کبھی انفرادی طور پر اور کبھی جماعت کے ہمراہ تشریف لے جاتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انفرادی طور پر جاتے تو ان کے گھر تشریف لے جاتے اور جب جماعت کے ہمراہ ان سے ملنا چاہتے تو مسجد میں چلے جاتے۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح صحابہ کرامؓ بھی اپنے رفقاء سے ملاقات کے لئے جانے کے اس مبارک عمل کو جاری رکھا حتیٰ کہ اس وقت بھی جب وہ مختلف علاقوں میں رہتے تھے، رضائے الٰہی کے لئے طویل فاصلے طے کرکے ایک دوسرے سے ملنے تشریف لے جاتے۔ اگرچہ اس دور میں سفر کرنا مشکلات سے بھرپور تھا۔

سیدنا ابورزین عقیلیؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((يَا أَبَا رَزِينٍ، إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا زَارَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ شَيَّعَهُ سَبْعُونَ أَلْفِ مَلَكٍ يُصَلُّونَ عَلَيْهِ يَقُولُونَ: اللَّهُمَّ، كَمَا وَصَلَهُ فِيكَ فَصِلْهُ)) [3]

---

[1]۔ حکیم محمد صادق سیالکوٹیؒ، ریاض الاخلاق، تخریج و تحقیق، الشیخ عبدالمحسن (لاہور: نعمانی کتب خانہ،2004ء) ص:56۔

[2]۔ کاندھلویؒ، حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم،3/1115۔

[3]۔ الطبرانی، المُعجَم الاوسط، ح:8320۔

"اے ابورزین! جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے ملنے جاتا ہے تو اسے ستر ہزار فرشتے رخصت کرتے ہیں اور اس کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ اے اللہ! جس طرح اس نے تیری خاطر صلہ رحمی کی ہے تو بھی اسے اپنی رحمت سے بہرہ ور فرما"۔

سیدنا معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّينَ فِيَّ، وَالْمُتَجَالِسِينَ فِيَّ، وَالْمُتَزَاوِرِينَ فِيَّ، وَالْمُتَبَاذِلِينَ فِيَّ))[1]

"(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) میری محبت ان لوگوں کے لئے واجب ہو چکی ہے جو میری خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں یا ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں یا ایک دوسرے سے ملنے جاتے ہیں یا وہ ایک دوسرے پر میری خاطر خرچ کرتے ہیں"۔

یہ درجات اور کثیر ثواب ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنے مومن بھائی کی زیارت اور ملاقات کے لئے جاتے ہیں۔ مسلمان جب اپنے دینی بھائی سے ملاقات کے لئے جاتا ہے تو وہ اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اور ثواب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ میل ملاقات خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو اور دنیوی اغراض و مقاصد سے پاک ہو۔ سیدنا ابو ایوب انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، يَلْتَقِيَانِ: فَيُعْرِضُ هَذَا وَيُعْرِضُ هَذَا، وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ)) [2]

"کسی شخص کے لئے یہ حلال نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک ملاقات کرے۔ کہ جب (آتے جاتے) دونوں ملیں۔ پھر منہ پھیر لے یہ ایک طرف اور وہ دوسری طرف۔ اور ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو کہ ابتدا کرے سلام کے ساتھ"۔

ملاقات کے لئے مناسب وقت کا انتخاب بھی بے حد ضروری ہے۔ بار بار ملاقات سے اجتناب کرنا چاہیئے۔ کوشش کریں کہ جب دعوت ملے تب بھائی کی ملاقات کے لئے جائیں اور حتی المقدور لطیف اور خفیف ثابت ہوں۔ ہو سکتا ہے آپ کے میزبان کو کئی ضروری کام کرنے ہوں لیکن وہ آپ سے کھل کر کہنے میں شرمندگی محسوس کرتا ہو۔ اس طرح آپ اس کی نگاہ میں ثقیل اور بوجھل بن جائیں گے۔

---

[1]۔ مالک بن انس، الموطا، باب المتحابین فی اللہ، ح:2007۔

[2]۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب الادب، باب الهجرة، ح:6077۔

درج بالا نصوص سے یہ بات عیاں ہوئی کہ عصر حاضر میں اخوت کی تشکیل کے لئے اسوہ حسنہ اور سیرت طیبہ کی روشنی میں مواخات کو انہی اصولوں پر پروان چڑھایا جاسکتا ہے جن کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عمل کے ذریعہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مابین فروغ دیا۔

3۔ تحائف کا باہمی تبادلہ:

اخوت کے رشتے کو مضبوط کرنے کے اسباب و محرکات میں ایک اہم سبب تحائف کا باہمی تبادلہ ہے۔ ایسا کرنے سے دل کینہ و عداوت، رنجش اور بغض و عناد سے پاک ہو جاتے ہیں۔ تحفہ نہ صرف دل کے ان روگوں کو مٹاتا ہے بلکہ آپس میں الفت و محبت اور یگانگت پیدا کرتا ہے اور ایک دوسرے کے درمیان میل ملاپ اور محبت کی راہیں کھولتا ہے۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پہلو کو بھی تشنہ نہیں چھوڑا بلکہ لوگوں کو اس کی طرف دعوت دی اور اس امر کی اہمیت اور اس کے فوائد کی وضاحت فرمائی۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تَهَادُوا فَإِنَّ الْهَدِيَّةَ تُذْهِبُ الضَّغَائِنَ))[1]

"آپس میں ایک دوسرے کو تحفے بھیجا کرو کہ تحفے بھیجنا کینوں کو دور کرتا ہے"۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحفہ قبول بھی فرماتے اور اس کا بدلہ بھی دیا کرتے تھے۔

بنو اشجع کے ایک بدوی سیدنا زاہر بن حرامؓ مدینہ منورہ سے کچھ فاصلے پر رہتے تھے، وہ جب بھی مدینہ آتے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کچھ دیہاتی تحفے مثلاََ تازہ سبزیاں، پھل، ستو اور شہد وغیرہ لے کر آتے۔ اور جب واپس جانے لگتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی انہیں شہری سوغاتیں دے کر رخصت فرماتے۔ اُن کے اعزاز میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((ان لكل حاضرة بادية و بادية ال محمد زاهر بن حرام))[2]

"یقیناََ ہر شہری خاندان کا ایک دیہاتی دوست ہوتا ہے اور آل محمد علیہم السلام کا دیہاتی دوست زاہر بن حرام ہے"۔

روایات میں ہے کہ سیدنا علیؓ، طلب گاریٔ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اپنی زرہ بیچ ڈالئے اور جو رقم حاصل ہو میرے پاس

---

[1]۔ الخطیب، مشکوٰۃ المصابیح، باب العطایا، ح:3027۔

[2]۔ ابی الحسین عبد الباقی بن مرزوق قانعؒ، معجم الصحابۃ (مکتبۃ الغرباء الاثریہ، المدینۃ المنورۃ، 1418ھ) 2/292۔

لائیے تاکہ آپ کے گھر کے لئے جو ضرورت کی چیزیں ہوں ان کی تیاری کی جائے۔ سیدنا علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے زرہ اٹھالی اور مدینہ طیبہ کے بازار میں چلا گیا۔ یہ زرہ میں نے سیدنا عثمان بن عفانؓ کے ہاتھ چار سو درہم میں فروخت کر دی۔ جب میں نے یہ دام لے لئے اور سیدنا عثمانؓ نے زرہ اپنے قبضے میں لے لی تو بولے: اے علی رضی اللہ عنہ! یہ زرہ میری طرف سے آپ کے لئے ہدیہ ہے۔[1]

سیدنا علیؓ زرہ اور درہم دونوں چیزیں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا عثمانؓ کے حق میں دعا خیر کے کلمات فرمائے۔ اس رقم سے شادی کے تمام اخراجات پورے ہوئے۔ سیدنا عثمان اور سیدنا علیؓ کے مابین الفت ومحبت کا یہ زبردست ثبوت ہے۔

ضروری نہیں کہ تحفہ بڑا قیمتی ہی ہو بلکہ کم قیمت تحائف نہ ہی لینے والے پر گراں گزرتے ہیں اور نہ دینے والے کی جیب پر بوجھ پڑتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اگر ایک پڑوسن دوسری پڑوسن کو بکری کے کھر کا ایک ٹکڑا (مراد نہایت کم قیمت) تحفہ بھی بھیجے تو اسے حقیر نہ جاننا چاہیئے"۔[2]

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمنے سیدنا عمر بن خطابؓ کی طرف ایک ریشمی حلہ بھیجا۔ سیدنا عمرؓ اسے اٹھائے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پیش ہوئے اور عرض کیا:

((بَعَثْتَ إِلَيَّ بِهَذِهِ، وَقَدْ قُلْتَ بِالْأَمْسِ فِي حُلَّةِ عُطَارِدٍ مَا قُلْتَ))

"آپ نے یہ لباس مجھے بھیجا دیا، حالانکہ آپ نے عطاردی ریشمی حلے کے بارے میں یہ اور یہ الفاظ ارشاد فرمائے تھے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((وَلَكِنِّي بَعَثْتُ بِهَا إِلَيْكَ لِتُصِيبَ بِهَا))[3]

"میں نے اس لئے یہ بھیجا کہ تم اس کے ذریعے کچھ مال حاصل کر سکو"۔

ایک روایت میں ہے کہ سیدنا عمرؓ نے اسے اپنے ایک غیر مسلم بھائی کو (تحفے کے طور پر) مکہ مکرمہ ارسال کر دیا۔

ایک روایت میں خوشبودار پھول کے تحفے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

[1]۔ غلام قادرؒ، صراط مستقیم (کراچی، زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز، 2007ء) ص:124۔

[2]۔ ترمذی، سنن الترمذی، ابواب الولاء والهبة، باب فی حث النبی ﷺ علی التهادی، ح:2130۔ (حدیث ضعیف)

[3]۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة، ح:2068۔

((مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ رَيْحَانٌ فَلَا يَرُدُّهُ، فَإِنَّهُ خَفِيفُ الْمَحْمِلِ طَيِّبُ الرِّيحِ))[1]

"جس شخص کو خوشبو دار پھول (تحفہ) دیا جائے تو اسے واپس نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ اس میں احسان تھوڑا ہے اور خوشبو بہت ہے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی خوشبو کا تحفہ ضرور قبول فرما لیا کرتے تھے۔ بعض روایات سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ کاشانۂ نبوی کے عطر دان میں ہمہ وقت بہترین خوشبو موجود رہتی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مشک، کافور، عود اور ریحان کی خوشبو استعمال فرماتے تھے۔[2]

ایک روایت میں سیدنا انس بن مالکؓ کے متعلق آتا ہے:

((أَنَّهُ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ، وَزَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ))[3]

"بے شک وہ خوشبو کا تحفہ رد نہیں کیا کرتے تھے اور اس کے ساتھ ان کا یہ بھی خیال تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی خوشبو کا تحفہ رد نہیں فرماتے تھے"۔

سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"تین چیزوں کا تحفہ واپس نہ کیا جائے: تکیہ، خوشبو اور دودھ"۔[4]

دودھ دینے والے جانور کا تحفہ بھی بہترین اور عمدہ قرار دیا گیا ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((أَرْبَعُونَ خَصْلَةً أَعْلَاهُنَّ مَنِيحَةُ العَنْزِ، مَا مِنْ عَامِلٍ يَعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِنْهَا رَجَاءَ ثَوَابِهَا، وَتَصْدِيقَ مَوْعُودِهَا، إِلَّا أَدْخَلَهُ اللَّهُ بِهَا الجَنَّةَ))[5]

"چالیس کام ایسے ہیں کہ جو ثواب کی غرض سے ان میں سے کسی ایک کو بھی اپنا لے اور اس پر ملنے والے اجر و ثواب کا اسے یقین ہو، اللہ تعالیٰ اس کام کی وجہ سے اسے جنت میں داخل فرما دے گا۔ ان کاموں میں سب سے عمدہ اور بلند ترین کام (دودھ دینے والی) بکری کا عطیہ کرنا ہے"۔

---

[1]۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب الالفاظ من الادب وغیرها، باب استعمال المسک۔۔۔، ح:2253۔

[2]۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها واهلها، باب یدخل الجنة۔۔:2841۔

[3]۔ بخاری، صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب من لم یرد الطیب، ح:5930۔

[4]۔ ترمذی، سنن الترمذی، ابواب الادب، باب ما جاء فی کراهیةردالطیب، ح:2790۔ (حدیث حسن)

[5]۔ بخاری، صحیح البخاری، کتاب الهبة وفضلها، باب فضل المنیحة، ح:2631۔

تحفہ اس نیت سے دینا کہ اسے بھی دیا جائے گا یا زیادہ طلب کا ارادہ ہو تو ناجائز ہے کیونکہ ہدیہ کا معنی ہی یہ ہے کہ بغیر عوض کے کسی چیز کو دیا جائے۔ سیدنا ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ بنو فزارہ کا ایک آدمی غابہ سے ملنے والے اونٹوں میں سے ایک اونٹنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ لایا، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدلے میں اسے کچھ لوٹا دیا، تو وہ (تھوڑا عوض ملنے پر) ناراض ہو گیا، پس میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا:

"عرب کے کچھ آدمیوں میں سے کوئی ہدیہ پیش کرتا ہے تو میرے پاس جو موجود ہوتا ہے میں اس میں سے بدلے میں اسے کچھ دے دیتا ہوں تو وہ ناراض ہو جاتا ہے۔ اللہ کی قسم! اب کے بعد میں کسی قریشی یا کسی انصاری یا کسی ثقفی یا کسی دوسی کے علاوہ کسی اور عرب سے ہدیہ قبول نہیں کروں گا"۔[1]

تحفہ اگرچہ مادی چیز ہے، لیکن اس کے پیچھے جو روحانی اور غیر مادی عوامل کار فرما ہیں، ان کی اہمیت بے پناہ ہے۔ چنانچہ تحفہ ایک معنوی اور روحانی چیز بھی ہو سکتی ہے۔ اپنے بھائی کو کوئی ایسی بات بتا دینا جس سے اسے روشنی ملے، ضرورت کی معلومات فراہم ہوں یا ایسی نصیحت کرنا جو اسے راہ راست کی طرف لے جائے۔

اسی طرح اپنے پاس آنے والے تحائف میں دوسروں کو بھی شریک کرنا چاہیئے۔ سیدنا حسین بن علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((من أتته هدية وعنده قوم جلوس فهم شركاؤه فيها))[2]

"اگر کوئی شخص چند لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہو اور اس کے لئے تحفہ لایا جائے تو ساتھ بیٹھنے والے اس کے ہدیہ میں شریک ہیں"۔

---

[1]۔ ابو یعلیٰؒ احمد بن علی الموصلی، مسند ابی یعلی الموصلی، ح6579، (بیروت:، موسسہ علوم القرآن، سن ندارد)

[2]۔ علاو الدین علی المتقی بن حسام الدین الھندی، **کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال**، ح:15065، (دکن، حیدر آباد)

امام شعبیؒ[1] فرماتے ہیں کہ سیدنا اشعث بن قیسؓ نے ایک شخص کو سیدنا عدی بن حاتمؓ کی طرف عاریۃ ہانڈی لینے بھیجا تو سیدنا عدیؓ نے فرمایا: ہانڈی کو بھر دو۔ پھر اسے سیدنا اشعثؓ کی طرف بھیج دیا۔ سیدنا اشعثؓ نے اسے واپس لوٹا دیا اور فرمایا: میں نے تو خالی ہانڈی مانگی تھی۔ سیدنا عدیؓ نے یہ کہہ کر ہانڈی دوبارہ بھیج دی کہ ہم خالی برتن نہیں دیتے۔[2]

تحفہ دینے کی ایک اہم شرط یہ بھی ہے کہ اس میں حیرانی اور ناگہانی کا عنصر موجود ہو، کیونکہ جب انسان کو کوئی چیز اچانک اور خلاف توقع ملتی ہے تو وہ بڑا امتاثر ہوتا ہے۔ اسی طرح خوبصورت پیکنگ اور خوبصورت الفاظ تحریر کرنا جو آپ کے احساسات کی ترجمانی کر رہے ہوں، بھائیوں کے دلوں کے دروازے کھول دیتا ہے اور وہ ایک دوسرے کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ اپنے دینی بھائیوں کو ضرور ضرور تحفے بھیجا کریں اور اس مسنون طریقے کو معاشرے میں رواج دیں۔ تحائف بھیجنے کی رسم کو عام کریں۔ تاکہ اسلامی معاشرہ سینے کی بیماریوں سے پاک ہو جائے، بھائیوں کے چہروں پر خوشیاں بکھر جائیں اور ان کے مابین اتحاد واُلفت کی نسیم جاں فزا رواں دواں ہو۔

ہدیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے سب سے پسندیدہ چیز خوشبو تھی، آج کے حالات میں اسی صف میں کسی نادر اور منفرد کتاب اور دینی رسائل کو بھی رکھا جاسکتا ہے۔ بدلہ ملنے کی اُمید پر تحفہ نہ دیں بلکہ یہ سب کچھ اپنی جود وسخا کی بنا پر اور نیکی کا فریضہ بجالاتے ہوئے سرانجام دیں۔

مذکورہ بالا روایات وواقعات سے واضح ہوا کہ اخوت کی تشکیل کے لئے ایک اہم چیز جس کا بھائی چارے میں لحاظ رکھنا چاہیئے وہ باہمی تحائف کا تبادلہ ہے جس کی بدولت بھائیوں میں نفرت وبغض کو ختم کرنے اور اس کی جگہ محبت والفت کے پیدا کرنے میں معاونت ملتی ہے۔ لہذا سیرت طیبہ سے کئی مواقع پر یہ عملی مثالیں ملتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دینی بھائیوں میں اخوت کے فروغ کے لئے اکثر وبیشتر تحائف کا لین دین جاری رکھتے تھے۔

4۔ عفوودرگزر اوراحسان:

احسان ایک عظیم المرتبت صفت ہے جو نہایت اعلیٰ اخلاق کے مالک انسان میں ہو سکتی ہے جس کا نفس پاکیزہ اور دل صاف وشفاف ہو۔ ایک مطلب تو اس کا یہ ہے کہ عبادت کی وہ کیفیت جس میں انسان اللہ تعالیٰ کو اپنے پاس پائے اوراس کا ایک عام مفہوم دوسروں پر انعام، دین اور دنیا کے ہر معاملے میں عمدگی برتنا اور مخلوق کے ساتھ اپنے تمام

[1]۔ صحاح ستہ کے مشہور راوی عامر بن شراحیل الشعبی کو ہی امام شعبی کہا جاتا ہے، جو 21ھ کو کوفہ میں پیدا ہوئے اور 109ھ کو کوفہ میں فوت ہوئے۔ آپ اپنے دور کے مشہور فقیہہ، مورخ، قاضی اور محدث تھے۔

[2]۔ ابن الاثیرؒ، أسد الغابة فی معرفة الصحابة، 4/12۔

اقوال و افعال میں حسن اخلاق سے پیش آنا ہے، سوائے ان لوگوں کے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنا حرام قرار دے دیا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ﴾[1]

"وہ بھلائی کے ذریعے برائی کو دور کرتے ہیں"۔

ایک مرتبہ ایک شخص، سیدنا ابو بکر صدیقؓ سے گستاخی کر رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی وہاں موجود تھے۔ جب اس شخص نے گستاخی کی تو سیدنا ابو بکرؓ سنتے رہے مگر کوئی جواب نہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (یہ منظر دیکھ کر) مسکرا رہے تھے۔ بالآخر سیدنا ابو بکرؓ سے ضبط نہ ہو سکا اور انہوں نے ایک تلخ جواب دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے کے تاثرات تبدیل ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلموہاں سے رخصت ہو گئے۔ سیدنا ابو بکرؓ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے گئے تا کہ آپ کے چلے جانے کا سبب جان سکیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جب تک تم خاموش تھے تو تمہاری جگہ ایک فرشتہ جواب دے رہا تھا مگر جیسے ہی تم نے منہ کھولا تو شیطان ظاہر ہوا۔ میں شیطان کے ساتھ ایک جگہ موجود نہیں رہ سکتا"۔[2]

احسان، کتاب و سنت کی نصوص کے مطابق انسان کے اپنے بھائی سے حسن معاملات کا جوہر ہے۔ احسان کا دائرہ کار انسان کے خود اپنے آپ پر، اپنے ماتحتوں پر، اپنے خاندان، عزیز و اقارب اور بھائیوں پر اور اس کے بعد تمام انسانی معاشرے پر پھیلا ہوا ہے۔ تمام تر حالات اور معاملات میں احسان اختیار کرنے کا حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس بات کی دعوت دی ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ﴾[3]

"یقیناً اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے"۔

حدیث مبارکہ میں اس شخص کا ذکر ہے جو سفر پر جا رہا تھا، اس کو سخت پیاس لگی تو پیاس بجھانے کے لئے ایک کنویں میں اترا اور جی بھر کر پانی پیا۔ جب باہر نکلا تو ایک کتے کو دیکھا جو پیاس کی وجہ سے گیلی مٹی کو چاٹ رہا تھا۔ اس پر یہ کیفیت

---

[1]۔ الرعد(13):22۔

[2]۔ ابو داود، السنن، کتاب الادب، باب فی الانتصار، ح:4896۔ (حدیث حسن لغیرہ)

[3]۔ النحل(16):90۔

گراں گزری۔ واپس پلٹا، اپنے موزے میں پانی بھر کر لایا اور کتے کو پلا دیا۔ یہ شخص بہت گناہ گار تھا لیکن اللہ تعالیٰ کو اس کی رحمدلی اور احسان اس قدر پسند آیا کہ اس کے زندگی بھر کے گناہوں کو معاف فرمادیا۔[1]

احسان کرنے والے ہی اللہ تعالیٰ کی محبت سے سرفراز ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ﴾[2]

"یقیناً اللہ تعالیٰ تقویٰ اختیار کرنے والوں اور احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے"۔

اور اگر یہ احسان اس شخص کے ساتھ ہو جس نے آپ کے ساتھ برائی کی ہے تو یہ انسانی عظمت کی علامت اور بہت ہی اہم اخلاقی ہدایت ہے۔ عفو و درگذر ایک ایسا پانی ہے جو غضب، کینہ اور انتقام کی آگ کو بجھا دیتا ہے اور انسان کو روحانی سکون، اطمینان اور زندگی سے لذت حاصل کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ عفو و درگذر میں ایک ایسی لذت ہے جو انتقام میں نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دشمن، بھائی بن جاتا ہے، دور رہنے والا قریب ہو جاتا ہے اور خون کا پیاسا آپ کا گرویدہ اور جانثار ہو جاتا ہے۔

5۔ پرخلوص دُعائیں:

وہ انسان جس کے دل میں ایمانی بشاشت رچ بس گئی ہو اپنے دینی بھائی کے لئے وہی چیز پسند کرتا ہے جو اپنی ذات کے لئے پسند کرتا ہے۔ لہٰذا وہ اس کی عدم موجودگی میں اس کے لئے دعائیں کرنا نہیں بھولتا، ایک غائب کی دوسرے غائب کے لئے دعا، جو اخوت کی سچی حرارت سے لبریز ہوتی ہے اور جو مخلص اور محبت کرنے والے دل سے نکلتی ہے۔ بھائیوں کے لئے پرخلوص دعاؤں سے بڑھ کر کوئی سوغات نہیں۔ ہمیشہ اپنے رفقاء کو اپنی تنہائی کی نیک دعاوں میں یاد رکھنا ظاہر و باطن دونوں میں اخوت کی صداقت پر بہترین دلیل ہے۔ بھائی چارے میں محبت اور خلوص کی کوئی علامت اس سے بہتر نہیں ہو سکتی، جس میں اپنے بھائی کے لئے اللہ تعالیٰ سے خیر اور توفیق طلب کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾[3]

"اپنے گناہوں کی بخشش مانگا کریں اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے حق میں بھی"۔

قرآن کریم میں تلقین فرمائی گئی ہے کہ آپس میں ناگواری یا کدورت کے دور ہونے کے لئے دعا مانگیں:

---

[1]۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب المساقاة، باب فضل سقی الماء، ح:2363۔

[2]۔ النحل (16):128۔

[3]۔ محمد (47):19۔

﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ﴾[1]

"اے ہمارے رب! ہم کو اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ایمان میں ہم سے سبقت لے گئے اور ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کی طرف سے کینہ نہ رہنے دے"۔

اگر اپنے بھائی کا نام لے کر یا اس کا خیال کر کے دعا کی جائے تو اس سے مزید تعلق پیدا ہوتا ہے۔ نیز بھائی کی دعا قبول ہو تی ہے کیونکہ یہ صدق دل سے نکلتی ہے، اس میں خلوص ہو تا ہے اور اللہ تعالیٰ سچوں کی دعا قبول فرماتا اور مخلصین کی اُمیدیں بر لاتا ہے۔

سیدنا عمر بن خطابؓ ایک دفعہ عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ روانہ ہونے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((لا تَنسَنَا يا أخي مِنْ دُعائك))

"اے میرے پیارے بھائی! ہمیں اپنی دعاوں میں یاد رکھنا"۔

سیدنا عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے روئے زمین کی تمام قیمتی اشیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس لفظ 'یا اخی' کے مقابلے میں ہیچ نظر آتی ہیں۔[2]

اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں اس کے لئے دعا کرنا بہت عظمت کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے دعا مانگنے والے کو بھی وہی کچھ عطا فرما دیتا ہے جو اس نے اپنے بھائی کے لئے مانگا ہے۔ سیدنا ابو الدرداؓ نے سیدنا صفوانؓ کو سفر حج پر روانہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں بھی اپنی خیر کی دعاوں میں یاد رکھنا، ہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

((دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ، عِنْدَ رَأْسِهِ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ كُلَّمَا دَعَا لِأَخِيهِ بِخَيْرٍ، قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهِ: آمِينَ وَلَكَ بِمِثْلٍ)) [3]

"مسلمان آدمی کی عدم موجودگی میں اپنے بھائی کے حق میں دعا قبول کی جاتی ہے۔ اس کے سر کے قریب ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے۔ جب بھی وہ اپنے بھائی کے لئے دعا کرتا ہے تو مقرر کردہ فرشتہ کہتا ہے آمین! اور اللہ تعالیٰ تجھے بھی اس کے مثل عطا فرمائے"۔

---

[1]۔ الحشر (59):10۔

[2]۔ ابوداود، السنن، ابواب فضائل القرآن، باب الدعاء، ح:1498۔ (اسنادہ ضعیف)

[3]۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الدعاء للمسلمین بظهر الغیب، ح:2733۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ دعاوں میں مشغول رہتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی بھی دعاترک نہیں فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا عمر بن خطابؓ کی ہدایت کے لئے دعا فرمائی، دعا قبول ہوئی اور وہ ایسے دن اسلام لے آئے، جس دن ان کے اسلام قبول کرنے کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ یہ سب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاہی کی برکت تھی۔[1]

سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ، ایک غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گئے۔ وہ فرماتے ہیں:

((فبصربی ودعا لی بدعوات ما یسرنی بها الدنیا وما فیها))[2]

"آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری طرف نظر مبارک کی اور مجھے اتنی دعائیں دیں کہ دنیا اور جو کچھ اس کے اندر رہے، اگر مجھے بدلے میں مل جائے تو اتنی خوشی نہ ہو گی"۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا علی بن ابی طالبؓ کے لئے یوں دعا فرمائی:

((اللهم وال من والاه و عاد من عاداه-- یعنی علیا))[3]

"اے اللہ! جو ان سے دوستی رکھے تو بھی اس سے دوستی رکھ اور جو ان سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ"۔

سیدنا جابر بن عبد اللہؓ بیان کرتے ہیں:

((اسْتَغْفَرَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ البَعِيرِ خَمْسًا وَعِشْرِينَ مَرَّةً))[4]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لیلۃ البعیر کو میرے لئے پچیس مرتبہ دعائے استغفار فرمائی"۔

سیدنا طفیل بن عمروؓ قبیلہ دوس میں اسلام کی دعوت دیتے رہے مگر انہوں نے بتوں کی پوجا چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے رخت سفر باندھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ کر آپ سے ملے اور عرض کیا:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! دوس کے لوگوں نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان پر بد دعا کیجئے"۔

---

[1] ۔ہیثمی، مجمع الزوائد، 368/9۔

[2] ۔شمس الدین محمد بن احمد الذہبیؒ، سیر اعلام النبلاء (بیروت: موسسۃ الرسالۃ، 1414ھ) 461/1۔

[3] ۔سیوطیؒ، جمع الجوامع المعروف بالجامع الكبير، (مجمع البحوث الاسلامیہ، الازہر الشریف، 1426ھ)، 5163/1۔

[4] ۔ترمذی، سنن الترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب جابر، ح: 3852۔ (حدیث ضعیف)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیئے۔ سیدنا طفیلؓ نے دل میں کہا: "دوس کی شامت اعمال آگئی!" لیکن رحم دل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گویا ہوئے:

((اللَّهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَأْتِ بِهِمْ))[1]

"اے اللہ! دوس کو ہدایت دے۔ اے اللہ! دوس کو ہدایت دے"۔

پھر سیدنا طفیلؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

"آپ اپنی قوم کے پاس واپس جایئے اور انہیں نرم گفتاری سے اسلام کی طرف بلایئے"۔

وہ واپس گئے اور قوم کو اسلام کا پیغام سناتے رہے، یہاں تک کہ سب لوگ مسلمان ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے بھائی کے حق میں ہمیشہ اچھی دعائیں کرنا چاہیئیں اور مایوس ہوئے بغیر ان کی ہدایت کی حکیمانہ کوشش اور خیر خواہی کا اہتمام کرنا چاہیئے۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ سیرت طیبہ اور اسوہ حسنہ میں اخوت کی تاسیس و تشکیل کو فروغ دینے کے لئے اپنے بھائیوں کو پر خلوص دعاوں میں یاد رکھنا بہت ضروری ہے، کیونکہ کسی بھائی کی عدم موجودگی میں اس کے لئے دعائیں کرنا یہ قبولیت کا باعث ہے اور بھائی کی محبت اور خیر خواہی کا سب سے بڑا ثبوت یہی ہے کہ آپ ہمیشہ اس کی پریشانیوں اور بیماریوں کے ازالہ کے لئے اکثر و بیشتر دعائیں کرتے رہتے ہیں اور یہ بات ہمیں اسوہ حسنہ سے ملتی ہے کہ دینی بھائی کے دنیوی اور اخروی فوائد کے لئے اس کو اپنی دعاوں میں ضرور یاد رکھنا چاہئے۔ اس کے علاوہ آدابِ ملاقات کا لحاظ، عفو درگزر، تحائف وغیرہ بھی عصری معاشرت میں بھائی چارے کی تاسیس میں اہم محرکات ہیں۔

اخوت کی تشکیل کے دیگر محرکات

عصر حاضر میں اخوت کی تشکیل کے بہت سے محرکات ہیں مذکورہ عوامل سے ملتے جلتے ہیں تاہم یہ بھی بھائی چارے کو فروغ دینے کے لئے اہم ہیں، اسی لئے ذیل میں ان کو درج کیا جا رہا ہے:

1۔ زُہد واستغنا اور عفت:

عصری معاشرت میں بھائی چارے کے فروغ اور تسلسل کو برقرار رکھنے کے لئے ایک اہم محرک اپنے چاہنے والوں کے مال و متاع سے زہد و استغناء حاصل کرنا ہے اور بلا ضرورت و مجبوری کے سوالات کرنے سے گریز کرنا ہے کیونکہ جو شخص دوسروں کے مال و منال پر نظر رکھتا ہے اور حرص و طمع اسے مال کی زیادتی پر ابھارتی ہے وہ لوگوں کی نظروں

---

[1]۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء للمشرکین، ح:6397۔

سے گر جاتا ہے۔ اس لئے کہ حرص و طمع ذلت کا سبب ہے اور اس سے نجات، عزت بخش اور محبوبیت کا باعث ہے۔ جو شخص دوسروں کی چیزوں سے بے نیاز ہو، وہ عزت دار اور بارعب زندگی گذارتا ہے اور جس کا دل دوسروں کی چیزوں میں الجھا ہوا ہو، وہ ذلت اور اہانت کی زندگی بسر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَى مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ﴾[1]

"آپ ہرگز اپنی نظریں اس چیز کی طرف نہ اٹھائیں جس سے ہم نے ان میں سے کئی لوگوں کو بہرہ مند کر رکھا ہے"۔

جس انسان کا دل اللہ کے ساتھ جڑا ہوا ہو، اللہ سے اُمید لگائے، اللہ ہی سے اپنی مرادیں مانگتا ہو اور اللہ کے علاوہ کسی اور پر بھروسہ نہ رکھتا ہو، اس کے لیے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں کافی ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ﴾[2]

"کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟"

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾[3]

"جو شخص اللہ پر بھروسہ کرے گا اللہ اس کے لیے کافی ہو گا"۔

سیدنا عقبہ بن عامر الجہنیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (دنیا کے مال و متاع میں رغبت کرنے سے خبردار کرتے ہوئے) فرمایا:

"اللہ کی قسم! مجھے اس بات کا اندیشہ نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے، لیکن مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئی ہیں، پس مجھے تمہارے متعلق اندیشہ ہے کہ تم اس پر باہم مقابلہ بازی کرو گے (اس میں شدید رغبت کرنے لگو گے)"۔[4]

درحقیقت زہد سے متصف ہوئے بغیر لوگوں کے قلوب متوجہ ہو ہی نہیں سکتے، جس میں بھی ذرا برابر لالچ کا شبہ ہو تو دینی منصب کی عزت بھی داغ دار ہو جاتی ہے۔ اچھے بھائی کی ایک اہم ترین صفت یہ بھی ہے کہ وہ دنیا سے اور اہل دنیا

---

[1] ۔طٰہٰ (20):131۔

[2] ۔الزمر (39):36۔

[3] ۔الطلاق (65):3۔

[4] ۔بخاری، صحیح بخاری، باب احداد المراۃ علی غیر زوجھا، ح:1279۔

سے بے رغبتی کا معاملہ کرے تو خود بخود دنیا ایسوں کی تلاش میں رہے گی، اور ان کی ہم نشینی سے فیض حاصل کرے گی، جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمنے فرمایا:

"دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنالے گا، اور لوگوں کے مال و دولت سے نظریں پھیر لو تو لوگوں کی نگاہ میں محبوب بن جاؤ گے"۔[1]

سیدنا سعد بن ابی وقاصؓ کا بیان ہے کہ ایک شخص، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے مختصر الفاظ میں نصیحت فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((علیک بالایاس مما فی ایدی الناس و ایاک والطمع فانه فقر حاضر و ایاک وما یعتذر منه))[2]

"جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے اعراض کرو، حرص و طمع سے بچو کیونکہ یہ نقد محتاجی ہے اور اس کام سے بچو جس کے بعد معذرت کرنی پڑے"۔

روح کی بے نیازی، بلند ہمتی، قناعت اور پرہیز گاری کا جذبہ انسان کو لالچ کا غلام بننے سے بچاتا ہے اور دوسروں کے مال و ثروت پر نظر رکھنا باعث ذلت ورسوائی بھی ہے اور روحی و وجدانی عذاب کا سبب بھی۔

مذکورہ بالا روایات و آثار سے پتہ چلا کہ اگر ہم عہد نبوی کی مواخات کی طرح عصر حاضر میں بھی اخوت کو فروغ دینا چاہتے ہیں تو اس کے لئے ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کی روشنی میں اپنے اندر حرص و طمع کو ختم کرنے اور عفتِ سوال کے پہلو کو اپنانے کی ضرورت ہے تاکہ بھائی چارے کے دوام و تسلسل کے منافی ایک اہم رکاوٹ کہ بھائیوں کے مال و متاع اور جیب کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے کی بجائے خود داری اور زہد و استغناء کو اپنے اندر پیدا کر کے اخوت کے تسلسل کو برقرار رکھا جاسکے۔

2۔ باہمی اعتماد:

جدید دور میں عہد نبوی کی طرح اخوت کی تشکیل کے محرکات میں سے ایک اہم امر باہمی اعتماد کی فضاء کو قائم کرنا اور بحال رکھنا ہے کیونکہ انسانی زندگی کا تقاضا ہے کہ انسان کو دوسرے انسان پر اعتماد کرنا پڑتا ہے۔ اگر انسان اپنے بھائی اور دوست واحباب پر اعتماد نہیں کرتا تو وہ اپنے آپ کو خطرے میں ڈال لیتا ہے۔ باہمی اعتماد کا تبادلہ ہی وہ مضبوط بنیاد

---

[1]۔ ابن ماجہؒ، السنن، کتاب الزھد، باب الزھد فی الدنیا، ح:4102۔ (اسنادہ ضعیف جدا)

[2]۔ الحاکمؒ، المستدرک، ح:7928۔

ہے جس پر مضبوط تعلقات کا قصر تعمیر کیا جا سکتا ہے، اس اساس کے بغیر ساری عمارت خطرے پر کھڑی ہوتی ہے اور کسی بھی وقت گر سکتی ہے۔ خرم مرادؒ[1] لکھتے ہیں:

"اعتماد کا پورا پورا تصور ولایت کا وہ لفظ اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے جو قرآن نے مسلمانوں کے باہمی تعلقات کی تعمیر کے لئے استعمال کیا ہے۔ دراصل ولی کہتے ہی اس کو ہیں جو کاملاً قابل اعتماد ہو"۔[2]

اعتبار اور اعتماد، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں آپ کے بچپن سے لے کر بعد کے سالوں تک دو مشہور ترین خصوصیات رہیں۔ ہر شخص بشمول مشرکین، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمکو "امین" کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ انصار کے علمبردار سیدنا سعد بن معاذؓ نے غزوۂ بدر کے موقع پر انصار کی ترجمانی کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا:

"اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ اپنی مرضی کے مطابق آگے قدم بڑھایئے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو برحق مبعوث فرمایا، اگر ہمارے راستے میں سمندر بھی آجائے تو ہم آپ کے ساتھ اس میں کود جانے سے بھی گریز نہ کریں گے۔ ہمارا کوئی آدمی بھی پیچھے نہ رہے گا۔ ہم دشمن کے ساتھ جنگ کرنے کو برا خیال نہیں کرتے۔ ہم تو جنگ میں ڈٹ جانے والے اور دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہنے والے ہیں۔ ممکن ہے اللہ ہم سے ایسا کام لے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر وبرکت پر آگے بڑھیئے"[3]

سیدنا سعد بن معاذؓ کی یہ گفتگو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے انتہائی خوش کن تھی۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اندر تر و تازگی کی لہر دوڑ گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

[1]۔ خرم مرادؒ 1932ء کو بھوپال، ہندوستان میں پیدا ہوئے اور 1996ء کو فوت ہوئے، آپ اپنے زمانہ کے مشہور اسلامی سکالر اور بہترین مولف تھے۔

[2]۔ خرم مرادؒ، کارکنوں کے باہمی تعلقات، (لاہور، ادارہ مطبوعات طلبہ، 2014ء) ص: 37۔

[3]۔ ابن ہشامؒ، **السيرة النبويه**، 2/267۔

((سيروا و ابشروا، فان الله تعالیٰ قد وعانی احدی الطائفتين، والله! لکانی الان انظر الیٰ مصارع القوم))[1]

"آگے بڑھو اور خوش ہو جاو، یقیناََ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے (کفار کے تجارتی قافلے یا جنگی گروہ) دونوں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ کی قسم! مجھے اب ایسا لگ رہا ہے کہ میں کفار کی قتل گاہیں دیکھ رہا ہوں"۔

اسی موقع پر سیدنا مقداد بن اسودؓ مشرکین کو بد دعائیں دیتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس عرض گزار ہوئے:

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم! ہم اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا:

﴿فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ ﴾[2]

"تو اور تیرا رب جائے، پھر تم دونوں ان سے لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں"۔

بلکہ ہم تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے دفاع کرتے ہوئے مشرکین سے جنگ کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ مبارک سیدنا مقدادؓ کی بات سن کر خوشی سے دمکنے لگا۔[3]

بھائی پر بے مثال اعتماد کی جھلک اس حدیث میں ملاحظہ ہو کہ سیدنا ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز فجر ادا کی، پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

((وَبَيْنَمَا رَجُلٌ يَسُوقُ بَقَرَةً قَدْ حَمَلَ عَلَيْهَا، فَالْتَفَتَتْ إِلَيْهِ فَكَلَّمَتْهُ، فَقَالَتْ: إِنِّي لَمْ أُخْلَقْ لِهَذَا وَلَكِنِّي خُلِقْتُ لِلْحَرْثِ))

"ایک آدمی نے اپنے بیل پر بوجھ لادا ہوا تھا اور اسے ہانک رہا تھا۔ بیل نے اس کی طرف دیکھا اور اس سے بات کرتے ہوئے کہا: بلاشبہ مجھے بار برداری کے لئے تو نہیں پیدا کیا گیا بلکہ مجھے تو صرف کھیتی باڑی کا کام کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے"۔

---

[1]۔ البیہقیؒ، دلائل النبوۃ، 3/34۔

[2]۔ المائدۃ(5):24۔

[3]۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب المغازی، ح:3952۔

لوگوں نے یہ سن کر اظہار تعجب کرتے ہوئے کہا: سبحان اللہ! عجیب بات ہے کیا بیل بھی کلام کرتا ہے؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((فَإِنِّي أُومِنُ بِذَلِكَ، وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا))

"بے شک میں اس بات پر ایمان رکھتا ہوں اور ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنہما) بھی اس پر ایمان رکھتے ہیں"۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بات جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

((بَيْنَمَا رَاعٍ فِي غَنَمِهِ عَدَا عَلَيْهِ الذِّئْبُ، فَأَخَذَ مِنْهَا شَاةً فَطَلَبَهُ الرَّاعِي، فَالْتَفَتَ إِلَيْهِ الذِّئْبُ فَقَالَ: مَنْ لَهَا يَوْمَ السَّبُعِ، يَوْمَ لَيْسَ لَهَا رَاعٍ غَيْرِي؟))

"ایک چرواہا اپنی بکریوں میں موجود تھا، اسی اثنا میں ایک بھیڑیا اس کے ریوڑ پر حملہ آور ہوا اور اس نے اس میں سے ایک بکری دبوچ لی۔ چرواہے نے بکری کے حصول کے لئے اس کا تعاقب کیا حتیٰ کہ اپنی بکری اس سے چھڑا لی۔ بھیڑیئے نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا: "درندوں کے دن ان بکریوں کا کون محافظ ہو گا اور وہ دن ایسا ہو گا کہ اس دن میرے علاوہ کوئی بکریوں کو چرانے والا نہ ہو گا"۔

لوگوں نے پھر تعجب سے کہا: سبحان اللہ! بھیڑیا باتیں کرتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((فَإِنِّي أُومِنُ بِذَلِكَ، وَأَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا))[1]

"یقیناً میں اس پر ایمان رکھتا ہوں اور ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنہما) بھی اس پر ایمان رکھتے ہیں"۔

حالانکہ سیدنا ابو بکر صدیق اور سیدنا عمر فاروقؓ اس مجلس میں حاضر نہیں تھے۔

مطلب یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابو بکر و عمرؓ پر اتنا اعتماد تھا کہ جس چیز کی تصدیق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں، صدیق و فاروق بھی دیکھے بنا ہی اس کی تصدیق کر دیتے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ قابل اعتماد بھائی کا ساتھ نصیب ہو جانا دنیا کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے۔ قابل اعتماد بھائیوں کی قلت کا شکوہ کرتے ہوئے شاعر کہتا ہے:

ما كدت افحص عن اخی ثقه　　　الاندمت عواقب الفحص[2]

---

[1]۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب اصحاب النبیﷺ، باب قول النبی ﷺ: لوکنت متخذا خلیلا، ح:3663۔

[2]۔ الماوردی، البغیۃ العلیا فی ادب الدنیا والدین، ص:299۔

"میں جب بھی کوئی بااعتماد دوست ڈھونڈنے لگا مجھے اس کے انجام سے شرمندگی ہی ہوئی"۔

باہمی اعتماد اور بھروسہ ایک طرف بھائیوں کے دل میں والہانہ محبت ڈالنے کا ذریعہ بنتا ہے تو دوسری طرف ان کو یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ حفظ و امان میں اور محفوظ پناہ گاہ میں ہیں، یہ احساس اپنی نظروں میں اور پوری دنیا کے سامنے فخر کا باعث ہے۔ لہٰذا اخوت کی تاسیس و تشکیل کے بعد اس کو دائمی بنانے کے لئے اسے باہمی اعتماد و اعتبار کی بنیادوں پر برقرار رکھنا ضروری ہے کیونکہ جب کسی بھائی سے اعتماد اور بھروسہ ختم ہو جائے تو بھائی چارہ باقی نہیں رہتا۔

3۔ صحیح اور مکمل نام سے پکارنا:

جب انسان کسی کو اپنا نام پکارتے سن لے تو اس کی ساری توجہ اس کی طرف مبذول ہو جاتی ہے اور پکارنے والے کی محبت کا نقش اس کے دل پر بیٹھ جاتا ہے۔ ہر انسان اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اسے اس کے نام سے مخاطب کیا جائے کیونکہ اسے تمام ناموں میں سب سے زیادہ اپنا نام ہی پسند ہوتا ہے۔ اسی طرح اپنے باپ، اولاد، قوم اور دیگر ذاتی امور سے نہایت دلچسپی ہوتی ہے اور یہ بار بار اس کی زبان پر آتے رہتے ہیں۔ قرآن کریم میں جابجا اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو ان کے ناموں سے مخاطب فرمایا ہے۔ چند آیات کریمہ حسب ذیل ہیں:

﴿يَا إِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا﴾[1]

"اے ابراہیم! اس سے اعراض کر"۔

﴿يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ﴾[2]

"اے نوح! بے شک یہ تیرے اہل سے نہیں"۔

﴿يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ﴾[3]

"اے داؤد! بے شک ہم نے تجھے زمین پر خلیفہ بنایا ہے"۔

جو شخص بھی انسانی نفسیات سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ جتنے محبت بھرے لہجے اور یگانگت کے انداز میں بھائی کو مخاطب کیا جائے گا، اتنا ہی اس کا دل پکارنے والے کی محبت اور خلوص سے متاثر ہو گا۔ یہ بھی ضروری ہے کہ جب بھی بھائی سے ملاقات ہو تو اس کا صحیح اور مکمل نام، اس کے والد کا نام اور اولاد کا نام لیا جائے تو اس سے یہ عندیہ ملتا ہے کہ آپ اسے چاہتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1]۔ ھود(11):76۔

[2]۔ ھود(11):46۔

[3]۔ ص(38):26۔

((إِذَا آخَى الرَّجُلُ الرَّجُلَ فَلْيَسْأَلْهُ عَنْ اسْمِهِ وَاسْمِ أَبِيهِ وَمِمَّنْ هُوَ فَإِنَّهُ أَوْصَلُ لِلْمَوَدَّةِ))[1]

"جب کوئی شخص آپ کے پاس آئے تو اس کا اور اس کے والد کا نام پوچھیں اور یہ کہ اس کا تعلق کس خاندان سے ہے۔ کیونکہ یہ بات رشتۂ محبت قائم کرنے کے لئے زیادہ موثر ہے"۔

صحابہ کرامؓ آپس میں الفت و محبت اور فطری لگاو کی وجہ سے نہ صرف ایک دوسرے کو اچھے ناموں سے پکارتے بلکہ اپنی اولاد کے نام اپنے بھائیوں کے ناموں پر رواج دیتے تھے۔ جیسے سیدنا علی بن ابی طالبؓ نے اپنے بیٹوں کے نام سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا عمر فاروق اور سیدنا عثمان غنیؓ کے مبارک ناموں پر رکھے۔[2]

اسی طرح چاہنے والوں کا نام یاد رکھنا گویا اس امر کا اظہار ہے کہ آپ نے اسے اہمیت دی ہے۔ اپنے بھائی کا نام یاد رکھیں۔ اپنے نزدیک اس کی اہمیت جتائیں تاکہ وہ بھی آپ سے محبت کرے۔ اسی طرح جب بھائی کا وہ نام لے کر مخاطب کیا جائے جس سے اس کی ذاتی شخصیت، خاندانی شرافت، قومی عزت یا ملکی وقار کا اظہار ہوتا ہو، تو اس کی مسرت دوچند ہو جاتی ہے، کیونکہ ایسے نام سے پکارا جانا کسی طرح اس کی تعریف سے کم نہیں ہوتا۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ آپ اپنے بھائی کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔

عصر حاضر میں اخوت میں باہمی محبت و الفت کی راہ میں حائل ایک بڑی رکاوٹ باہم ایک دوسرے کو الٹے ناموں سے پکارنا ہے، الٹے ناموں سے پکارنا یا کسی ایسے جسمانی عیب کو ملحوظ رکھ کر اسے آواز دینا ہے جو بھائی کو پسند نہ ہو تو اس سے بھی باہمی نفرت پروان چڑھتی ہے لہذا مواخات کے ماحول کو فروغ دینے کے لئے ہمیں ایک دوسرے کے اچھے اور مکمل ناموں کے ساتھ مخاطب کرنا چاہئے۔ تاکہ اخوت کی تاسیس میں ہم بذریعہ گفتار و حسن اخلاق کے حصہ ڈال سکیں۔

4۔ باہمی خیر خواہی اور تربیت:

بھائیوں کے دلوں میں جگہ بنانے کے لئے ضروری ہے کہ باہمی خیر خواہی اور تربیت کا کام اپنی ذات سے شروع کرے۔ لوگوں کا محاسبہ اور ان کی لغزشوں کا تعاقب کرنے کی بجائے اپنے عیوب اور نقائص ختم کرنے کی کوشش کرے۔ اپنی انسانیت کی جانب توجہ کرے اور اپنے نفس کے ساتھ لڑ جھگڑ کر ان مشکلات کو حل کرے جو اس کے اور اس کے نفس کے درمیان ہیں۔ اس بات کی اہمیت کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نفس کے خلاف

---

[1]۔ ترمذی، سنن الترمذی، ابواب الزهد، باب ما جاء فی اعلام الحب، ح:2392۔ (حدیث صحیح)

[2]۔ ابن کثیرؒ، البداية والنهاية، 7/331۔

جہاد کو جہاد اکبر سے تعبیر فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک جنگ سے واپس آنے والے غازیوں سے فرمایا:

"تم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹے ہو"۔

تو انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بڑا جہاد کیا ہے؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"بندے کا اپنی خواہشات کے خلاف جہاد"۔[1]

لیکن انسان دوسروں کی طرف زیادہ اور اپنی ذات کی طرف کم متوجہ ہوتا ہے اور بہت سی باتوں کو دوسروں کے لئے نامناسب اور اپنے لئے مناسب تصور کرتا ہے۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((طُوبَى لِمَنْ شَغَلَهُ عَيْبُهُ، عَن عُيُوبِ النَّاسِ))[2]

"اے لوگو! لائق مبارک باد وہ شخص ہے جسے اپنے عیوب دوسروں کی عیب گیری سے باز رکھیں"۔

اچھا بھائی سمجھدار اور دانا ہوتا ہے، وہ اپنے بھائی کی کوتاہی کی تاک میں نہیں رہتا کیونکہ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ یہی تو اس شیطان کا مقصد ہے جو باہم محبت کرنے والے بھائیوں کے درمیان چپقلش پیدا کرنے کی کوشش میں رہتا ہے۔

جب دل میں خشیت آتی ہے، تو اس کا اثر احوال اور افعال پر بھی ظاہر ہوتا ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جانب توجہ مبذول کراتے ہوئے فرمایا:

"اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا، تو اس کے اعضا میں بھی خشوع ہوتا"۔[3]

عقل مند اور ہوشیار آدمی گھر کی دیوار میں رخنے نہیں چھوڑتا کہ لوگوں کی نظر گھر کے اندر پڑے۔ دوسرے لفظوں میں وہ لوگوں کو موقع نہیں دیتا کہ وہ اس کی ذات کے بارے میں شکوک وشبہات کا شکار ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اعتکاف کے لئے بیٹھے تھے اور اُم المومنین سیدہ صفیہ بنت حیی ؓ اُن سے رات کو

---

[1]۔ بیہقی، شعب الایمان، 1/ 165۔

[2]۔ ابو بکر احمد بن عمرو البزار، **مسند البزار/البحر الزخار** (المدینۃ المنورہ: مکتبۃ العلوم والحکم، 2009ء) **مسند ابی ذر الغفاری**، ح: 6237۔

[3]۔ علی المتقی، **کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال**، ح: 22520۔

ملنے آیا کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ یہ آئیں اور بات کر کے واپس جانے لگیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو رخصت کرنے کے لیے ان کے ساتھ چلے اور یہ سیدنا اُسامہ بن زیدؓ کے گھر میں رہائش پذیر تھیں۔ اس دوران انصار کے دو آدمی گزر رہے تھے۔ جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو تیز تیز چلنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا:

((عَلَى رِسْلِكُمَا، إِنَّمَا هِيَ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ))

"یعنی اپنی چال پر چلو (کوئی بات نہیں) یہ میری زوجہ صفیہؓ ہیں"۔

انصاری کہنے لگے:

((سُبْحَانَ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَكَبُرَ عَلَيْهِمَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ))

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ الشَّيْطَانَ يَبْلُغُ مِنَ الإِنْسَانِ مَبْلَغَ الدَّمِ، وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمَا شَيْئًا))[1]

"شیطان انسان میں خون کی طرح دوڑتا ہے۔ مجھے خدشہ ہوا کہیں وہ آپ کے دلوں میں وسوسہ نہ ڈال دے"۔

مذکورہ بالا نصوص سے واضح ہوا کہ اخوت کے رشتہ سے منسلک ہونے کے بعد اس کو محبت والفت سے برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اپنی خیر خواہی اور تربیت کے ساتھ بھائی کی خیر خواہی اور تربیت کی بھی عملی کوشش کی جائے تاکہ جو فوائد ہم خود حاصل کرنا چاہتے ہیں اور جن نقصانات سے بچنا چاہتے ہیں ویسے فوائد بھائی کو بھی حاصل ہوں اور ویسے نقصانات سے بھائی کو بھی بچایا جاسکے۔ لہذا عصر حاضر میں اخوت کی تشکیل کے لئے ایک اہم محرک باہمی خیر خواہی اور تربیت بھی ہے۔

5۔احساس خوشی:

بھائیوں کی خوشی وغمی کا خیال رکھنا اور ان کے ساتھ مسرت کن باتیں کرنے سے ان کے دل آپ کی طرف جذب ہو جاتے ہیں۔ دنیا میں ہر شخص وہ چیز پسند کرتا ہے جو اسے خوش رکھے۔ وہ ایسی فرحت بخش چیزوں سے زیادہ مانوس ہوتا ہے جن سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور دل کو سرور ملے۔ نیز اس کا لازمی نتیجہ خوشی فراہم کرنے والے بھائیوں سے محبت ہے۔ اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پسندیدہ امر کی ترغیب دی ہے کہ بھائی ایک دوسرے کے دل میں سرور ڈالیں تاکہ محبت میں اضافہ ہو اور ربط بڑھے۔

---

[1]۔بخاری، صحیح بخاری، کتاب الاعتکاف، باب هل یخرج المعتکف لحوائجه الی باب المسجد، ح:2035۔

اللہ تعالیٰ نے سیدنا داود علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ بندوں میں سے ایک بندے نے نیکی کے ساتھ ملاقات کی، میں نے اس کے لئے جنت حلال کر دی۔ اس پر سیدنا داود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا: یا اللہ! کون سی نیکی کے ساتھ اس نے ملاقات کی کہ تو نے جنت اس کے لئے مباح کر دی؟ جواب آیا: میرے مومن بندے کو خوش کرنے کی وجہ سے۔[1]

بھائی کو خوش کرنے کا ایک ذریعہ خوش طبعی ہے۔ لیکن خوش طبعی بھی صرف وہی جائز ہے جس میں جھوٹ اور مبالغہ آمیزی نہ ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گاہے بگاہے حقیقت و صداقت پر مبنی خوش طبعی فرمایا کرتے تھے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سواری طلب کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تجھے سواری کے لئے اونٹنی کا بچہ دوں گا۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم! میں اونٹنی کے بچے کو لے کر کیا کروں گا؟ (بچے نے سواری کا کام تھوڑا دینا ہے؟) اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((وَهَلْ تَلِدُ الإِبِلَ إِلاّ النُّوقُ))[2]

"اونٹ بھی تو اونٹنی کا بچہ ہی ہوتا ہے"۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

((يا ذا الأُذُنَينِ))[3]

"اے دو کان والے!"۔

اس جملے سے طبیعت کے دریا میں ظرافت کی ہلکی ہلکی لہریں اٹھنے لگتی ہیں۔ اور مزاح کے رکاؤ میں روانی سی آجاتی ہے۔ اس میں مزاح بھی ہے اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی سماعت، ذہانت، زیرکی اور عقل و شعور کی تعریف بھی۔ افسوس آج کل بھائیوں کے درمیان خوش طبعی عام طور پر اخلاق و تہذیب کی قید سے آزاد ہوتی ہے۔ جھوٹ، مبالغہ، ادب و اخلاق کے خلاف باتیں ان کے مزاح کا لازمہ ہوتی ہیں اور بعض اوقات ان کی خوش طبعی بڑھتے بڑھتے ہاتھا پائی تک نوبت لے آتی ہے پھر اخوت اور صداقت کا سارا ڈھانچہ زمیں بوس ہو جاتا ہے۔

---

[1]۔ ابن جوزی رحمہ اللہ، کتاب البر والصلۃ، ص:205۔

[2]۔ ترمذی، السنن الترمذی، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی المزاح، ح:1991۔ (حدیث صحیح)

[3]۔ ابو داود، السنن، کتاب الادب، باب من یاخذ الشئی علی المزاح، ح:5002۔ (حدیث حسن)

اچھا بھائی حسن معاشرت کی بدولت اپنا جادو چلا دیتا ہے۔ اسے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ وہ کس طرح سے اپنے بھائی سے پیش آئے گا تو اس کا قلب و جگر اس کی قید میں آ جائے گا اور اس کے لئے اس کی محبت کے جذبات برانگیختہ ہوں گے۔

درج بالا روایات و آثار سے یہ بات واضح ہوئی کہ عصر حاضر میں اخوت کی تاسیس کے لئے بھائیوں کی خوشی و غمی کا خیال رکھنا بھائی چارے کو دوام بخشنے کے مترادف ہے اس لئے ہمیں اپنے عزیز واقارب کی خوشیوں کا احساس ہونا چاہئے کہ وہ کن امور سے خوش رہتے ہیں اور ہماری کن حرکتوں سے ان کو اذیت پہنچتی ہے جس کی وجہ سے وہ ناراض ہو جاتے ہیں۔ لہذا اخوت کی بقاء کے لئے بھائیوں کی خوشیوں کا ہمیں خون نہیں کرنا چاہئے۔

6۔ مفید مشاورت اور حکیمانہ نصیحتیں:

مشورے سے دوسرے عقلمند لوگوں کے تجربات سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملتا ہے، انسان کو سوچ بچار کرنے کے لمحات میسر آتے ہیں اور صحیح اور درست رائے تک رسائی آسان ہو جاتی ہے۔ جب کہ دوسرے جانب اپنی مرضی اور جلد بازی میں کیے ہوئے کام میں خیر وبرکت کم اور نقصان اور پریشانی کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔

اپنے بھائی سے محبت کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اسے اچھا مشورہ دیا جائے اور خیر خواہی اور خلوص کا برتاو کیا جائے۔ ان کو قرآن وحدیث سنایا جائے، صراط مستقیم کی طرف بلایا جائے، دین و دنیا کی بھلائیوں سے آگاہ کیا جائے، ان کو فائدہ پہنچایا جائے اور ہر قسم کے ضرر سے بچایا جائے۔ مشورے کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی مشورہ کرنے کا حکم دیا، حالانکہ آپ کے پاس اللہ کی طرف سے وحی آتی تھی۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ﴾[1]

"اور معاملات میں ان سے مشورہ کر لیا کریں، پھر جب آپ عزم کر لیں تو اللہ پر بھروسہ کریں"۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختلف مواقع پر اپنے صحابہ کرامؓ سے مشورہ طلب فرماتے۔ غزوۂ بدر سے قبل جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تجارتی قافلے کے بچ نکلنے اور قریشی سرداروں کی لڑائی پر ضد کرنے کی خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے مشورہ طلب فرمایا:

((أَشِيرُوا عَلَيَّ أَيُّهَا النَّاسُ))[2]

---

[1]۔ آل عمران (3):159۔

[2]۔ صہیب عبد الجبار، الجامع الصحیح للسنن والمسانید، غزوہ بدر، باب اسباب غزوہ بدر، 14/411۔

"اے لوگو! مجھے مشورہ دو"۔

تو مہاجرین کی جانب سے سیدنا مقداد بن اسودؓ نے عرض کیا:

"اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا:

﴿اذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ﴾[1]

"تو اور تیرا رب جائے، پھر تم دونوں ان سے لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں"

"بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قدم بڑھایئے ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہیں"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا محسوس ہوا جیسے بہت بڑا بوجھ سر سے اتر گیا ہو"۔[2]

ایک مرتبہ سیدنا عمر بن خطابؓ نے بنفس نفیس فارسیوں سے قتال کے لئے جانے کا ارادہ فرمایا۔ انہوں نے اس بارے میں سیدنا علیؓ سے مشورہ کیا تو آپ نے وہی مشورہ دیا جو ایک سچا خیر خواہ اور والہانہ چاہت رکھنے والا شخص دے سکتا ہے کہ اُمت کو آپ کی ضرورت ہے، آپ بذات خود محاذ جنگ پر تشریف نہ لے جائیں۔ سیدنا علیؓ زندگی بھر اسی فکر میں رہتے تھے کہ کہیں سیدنا عمرؓ کسی پریشانی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔[3]

آپ کو چاہیئے کہ اپنے بھائیوں کے لئے بارش کے قطرے کی طرح فیض رساں بنیں۔ جو کتنا چھوٹا ہوتا ہے لیکن اپنی عطاو بخشش کے اعتبار سے بہت بڑا ہوتا ہے۔ انہیں اچھے اور مفید مشوروں سے نوازیں، جتنے لوگ آپ سے مستفید ہوں گے، اتنی ہی خوشی اور اطمینان آپ کو نصیب ہو گا اور آپ ان کے دلوں میں گھر کر جائیں گے۔

اسی طرح بھائی کو نصیحت کرنا بھی محبت کا اہم جزو ہے۔ جب تک نصیحت درمیان میں نہ ہو، کوئی اخوت قائم نہیں رہ سکتی۔ جو اپنے بھائی کے لئے ناصح نہ بنے وہ بھائی ہی نہیں ہے۔ بھائی میں اگر کوئی نقص وعیب ہو تو پوری نرمی اور لطافت سے اس عیب کی طرف اس کی توجہ مبذول کروائی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنین و مومنات کی صفات حمیدہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ ایک دوسرے سے دلی محبت کرتے ہیں، اس لئے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کا یہی تقاضا ہے۔ لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

---

[1]۔ المائدۃ(5):24۔

[2]۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب تفسیر القرآن، ح:4609۔

[3]۔ مجاہد، قصص ذهبية من حياة سيدنا عمر الفاروق رضی الله عنه، ص:218۔

﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾[1]

"اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہوتے ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نصیحت کرتے وقت ایسا انداز اختیار کرتے تھے کہ لوگ اسے قبول کیے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا معاذ بن جبلؓ کو نماز کے بعد ذکر سکھانا چاہا تو معاذؓ کے پاس آئے اور فرمایا: معاذ! واللہ! میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ تم ہر نماز کے بعد یہ کہا کرو:

((اللهُمَّ أعني على ذِكْرِكَ وشُكْرِكَ وحُسْنِ عِبادَتك))[2]

"اے اللہ! اپنے ذکر و شکر اور حسن عبادت پر میری مدد فرما"۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ انداز نصیحت (واللہ! میں تم سے محبت کرتا ہوں) سچے جذبات پر مبنی تمہید ہے جو قبول نصیحت کے لئے قائم کی گئی ہے۔ اسی طرح ایک مرتبہ سیدنا عمر بن خطابؓ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے حجر اسود کے قریب پہنچے تو وہاں لوگوں کا ہجوم تھا۔ خوب دھکم پیل ہوئی۔ سیدنا عمرؓ مضبوط اور قوی الجثہ آدمی تھے۔ وہ ہجوم میں گھس گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ منظر دیکھا تو تمہید کے طور پر کہا:

"عمر! آپ بلاشبہ مضبوط آدمی ہیں" سیدنا عمرؓ اس تعریف پر یقیناً خوش ہوئے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "حجر اسود کے پاس دھکم پیل نہ کیا کیجئے"۔

سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ کو تہجد کی نماز کے متعلق نصیحت کرنا چاہی تو فرمایا:

"عبد اللہ! فلاں کی طرح نہ ہونا۔ وہ رات کو نماز تہجد پڑھتا تھا، پھر اس نے رات کی نماز ترک کر دی"۔[3]

مخلص انسان اپنے بھائی کی نگاہ میں اس کا رہنما، آئینہ اور لباس کی طرح ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ میل جول انسان کی شخصیت کی نشوونما اور اس میں اخلاقی و معنوی اقدار کی تقویت کا ذریعہ ہوتا ہے۔ رضا فرہادیان لکھتے ہیں:

"اچھے بھائی ایک دوسرے کی خامیوں کو دور کرنے کے لئے ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں، کیونکہ باہمی اصلاح کی مخلصانہ کوشش خود اپنے میں اور دوسروں میں اخلاقی بلندی پیدا کرنے کا

---

[1]۔ التوبۃ(9):71۔

[2]۔ ابوداود، السنن، ابواب فضائل القرآن، باب فی الاستغفار، ح:1522۔(اسنادہ صحیح)

[3]۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب التہجد، باب ما یکرہ من ترک قیام اللیل لمن کان یقومہ، ح:1152۔

ذریعہ ہوتی ہے۔اس کے برعکس اخلاقی برائیوں میں آلودہ، پست اور بدقماش افراد سے اخوت انسان کی ترقی اور ارتقاء میں مضر اثرات کی حامل ہوتی ہے"۔[1]

امام ابن حزمؒ[2] فرماتے ہیں:

"جس شخص نے آپ کو خامی سے آگاہ کیا اس نے آپ کو بھائی بنانے کی کوشش کی اور جس نے آپ کی غلطیوں اور کوتاہیوں کو معمولی سمجھا اس نے آپ سے بے نیازی کا اظہار کیا۔ بھائی کی سرزنش ایسے ہی ہے جیسے سونے کی ڈلی کو بھٹی میں ڈالا جائے یا تو وہ نکھر کر سامنے آئے گی یا ختم ہو جائے گی"۔[3]

ایسے بھائی میں کوئی بھلائی نہیں جو غلطی اور بدعملی کی صورت میں نصیحت اور رہنمائی نہیں کرتا۔ اگر اپنے بھائی میں کوئی برائی دیکھے تو اسے نصیحت کرے۔ سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"لوگو! تم اس آیت کریمہ کو پڑھتے ہو اور اس کی وہ تفسیر بیان کرتے ہو جو اللہ تعالیٰ کو مراد نہیں، فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾[4]

"اے ایمان والو! تم اپنے ذمہ دار ہو اگر تم پر ہدایت ہو تو پھر کوئی گمراہ شخص تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا، لوگ جب برائی دیکھتے ہیں تو اسے بدلتے نہیں، قریب ہے کہ وہ سب اس کی لپیٹ میں آ جائیں"۔[5]

---

[1]۔ فرہادیان، رضا، نوجوانوں کے لئے جاننے کی باتیں (کراچی، مطبوعات توحید، 1997ء) ص:47۔

[2]۔ امام ابن حزمؒ کا پورا نام علی بن احمد بن سعید ہے جو اندلس کے شہر قرطبہ میں 452ھ کو فوت ہوئے، آپؒ فقہ ظاہری کی مناسبت اور اپنی کتاب "المحلی" کی وجہ سے بہت مشہور ہوئے۔

[3]۔ ابن حزمؒ، الاخلاق والسیر، ص:70۔

[4]۔ المائدۃ(5):105۔

[5]۔ ابن حبان، صحیح ابن حبان، باب الصدق والامر بالمعروف والنھی عن المنکر، ح:305۔

انسان خطا و نسیان کا پیکر ہے اس کی زندگی میں کچھ ایسے موڑ آتے ہیں جہاں وہ غلطی اور خطا کا مرتکب ہو جاتا ہے ،دو مسلمان بھائی بھی معاشرتی پریشانیوں کی وجہ سے آپسی اختلاف کے شکار ہو جاتے ہیں ایسے عالم میں انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دینا نقصان دہ ہے ان کی اصلاح اور ان کے درمیان صلح و آشتی کرانا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴾[1]

"مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں لہٰذا اپنے دو بھائیوں میں صلح کرادو۔ پرہیز گاری کو اپنا شعار بناو، ممکن ہے تم بخشے جاو"۔

یہ بھی ذہن نشین رکھیں کہ آپ کو ایک ایسے بھائی کی ہمیشہ ضرورت ہے جو ہر وقت نصیحت اور رہنمائی کرتا رہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے سے پہچان لیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کوئی چیز پیش آئی ہے، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو کیا اور کسی سے کلام نہ فرمایا، میں حجرے کے ساتھ لگ کر غور سے سننے لگی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا فرماتے ہیں، پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر بیٹھ گئے، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا:

"لوگو! اللہ تعالیٰ تمہیں حکم فرماتا ہے کہ تم نیکی کا حکم کرو اور برائی سے منع کرو، اس سے پہلے کہ تم دعائیں کرو اور میں تمہاری دعائیں قبول نہ کروں، تم مجھ سے مانگو اور میں تمہیں عطا نہ کروں، تم مجھ سے مدد طلب کرو اور میں تمہاری مدد نہ کروں۔

پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید کچھ نہ فرمایا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے نیچے اتر آئے"۔[2]

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ نصیحت مناسب وقت دیکھ کر اور تنہائی میں کی جائے، فطری طور پر ایک انسان کبھی یہ پسند نہیں کرتا کہ سب کے سامنے اس کی کوتاہیاں بیان کی جائیں، اور جو شخص کسی کی کمی کو بھرے مجمع میں بیان کر دیتا ہے ایسے شخص سے اس کی طبیعت نفرت کرنے لگتی ہے اور وہ اصلاح کو قبول کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتا، گو کہ نقد بر محل ہو اور وہ عیب واقعی اس کے اندر پایا جا رہا ہو۔ اسی طرح نصیحت اشارہ اور کنایہ میں ہو دوٹوک الفاظ میں نہ ہو البتہ اگر وہ اشارہ اور کنایہ کو نہ سمجھ رہا ہو تو صراحت بھی ضروری ہو جاتی ہے۔

---

[1]۔ الحجرات(49):10۔

[2]۔ البانیؒ، صحیح الترغیب والترهیب، ح:2325۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوہ ہمارے سامنے ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا کہ جب کسی کی اصلاح کرنی ہوتی تو اشارہ اور کنایہ سے اس کی اصلاح کرتے تھے، براہ راست ٹوکتے نہ تھے، چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کسی کی بابت کوئی بات پہنچتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلماس شخص کو نشانہ بنائے بغیر عام خطاب کے انداز میں فرماتے:

((ما بال اقوام یفلون کذا و کذا؟))

"کیا بات ہے لوگ ایسا ویسا کرتے ہیں؟"۔

اپنے بھائی کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تلقین کے ساتھ ساتھ خود بھی اعمال صالحہ پر مداومت اختیار کرنی چاہیئے۔ سیدنا اُسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"قیامت کے دن ایک شخص جہنم میں ڈالا جائے گا، اور وہ گدھے کی راہٹ کے گرد چکر لگانے کی طرح چکر لگائے گا۔ اس کے پاس جہنمی لوگ اکھٹے ہو جائیں گے اور دریافت کریں گے کہ اے فلاں! تُو تو ہمیں نیکی کا حکم اور برائی سے منع کیا کرتا تھا۔ تو وہ شخص کہے گا: میں تمہیں نیکی کا حکم کیا کرتا تھا لیکن میں خود نیکی نہیں کیا کرتا تھا اور تمہیں تو برائی سے منع کرتا تھا لیکن خود اس سے اجتناب نہیں کیا کرتا تھا"۔[1]

مذکورہ بالا نصوص سے واضح ہوا کہ عصر حاضر میں اخوت کی تاسیس کے لئے اپنے بھائیوں اور عزیز واقارب اور چاہنے والوں کو ہمیشہ مفید مشوروں سے نوازتے رہنا چاہیئے اور انہیں امر بالمعروف و نہی عن المنکر بھی کرتے رہنا چاہیئے تاکہ خیر خواہی کی بنیاد پر باہمی بھائی چارے کو فروغ دیا جاسکے۔

7۔ بھائی کی عدم موجودگی میں دفاع، تعاون:

مخلص بھائی وہ ہے جو پیٹھ پیچھے بھی اخوت کو نبھائے اور اپنی زبان کو ان باتوں میں پڑنے سے روک رکھے جو غیبت میں لے جانے والی ہیں۔ وہ اپنی ذمہ داری سمجھتا ہے کہ مجلس کو غیبت کے خطرناک جوہڑ میں گرنے سے محفوظ رکھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھائی کی عدم موجودگی میں اس سے اخوت کی پاسداری کو اہم حقوق میں شمار فرماتے ہیں۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

[1]۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب الفتنۃ تموج کموج البحر، ح:7098۔

((المؤمِنُ مرآةُ المؤمِنِ، والمؤمِنُ أخو المؤمن: يكُفُّ عليه ضَيْعَتَه، ويَحُوطُه مِن وَرائه))[1]

"ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے اور ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے جو اپنے مومن کو نقصان سے بچاتا ہے اور اس کی عدم موجودگی میں اس کے (مال، عزت اور حقوق) کی حفاظت کرتا ہے"۔

ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا:

"میرے نزدیک تم میں سب سے ناپسندیدہ لوگ وہ ہیں جو چغلی کھاتے ہیں دوستوں میں نفرت کا بیج بوتے ہیں اور شریفوں میں عیب ڈھونڈتے ہیں"۔[2]

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مسلمان کی عزت بہت زیادہ محبوب ہے۔ جو کسی کی عزت کو پامال کرے، اس کی عدم موجودگی میں اس پر بہتان لگائے تو اللہ تعالیٰ دنیا میں ہی نہیں، آخرت میں بھی اسے ذلیل و رسوا کرے گا۔ سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَكَلَ لَحْمَ أَخِيهِ فِي الدُّنْيَا قُرِّبَ إِلَيْهِ لَحْمُهُ فِي الْآخِرَةِ فَقِيلَ لَهُ: كُلْهُ مَيِّتًا كَمَا أَكَلْتَهُ حَيًّا فَيَأْكُلُهُ وَيَضُجُّ وَيُكْلَحُ))[3]

"جس نے بھائی کا گوشت دنیا میں کھایا (یعنی غیبت کی) وہ گوشت قیامت کے روز اس کے قریب کیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ اس مردار کو کھا جس طرح تو نے زندہ کو کھایا تھا، پس وہ اسے شکن آلود چیختے ہوئے چہرے کے ساتھ کھائے گا"۔

کتنے ہی بھائی ایسے ہیں جو آپ سے محبت کا اظہار کرتے ہیں لیکن جب پردہ ہٹتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ کے لئے دل میں غیض وغضب رکھتے ہیں۔ چنانچہ محبت کی شیرینی ختم ہو جاتی ہے اور نوبت تلخ کلامی، جدائی اور قطع تعلقات تک چلی جاتی ہے۔ ایسا شخص ہرگز اخوت کے لائق نہیں جو اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں رشتۂ اخوت کی نگہداشت نہ کرے۔ سچے بھائی کا چہرہ ایک ہوتا ہے دو چہرے نہیں ہوتے، اور وہ چہرہ بڑا چمکدار، روشن، ہنس مکھ اور نہایت صاف شفاف ہوتا ہے، جو نہ تو رنگ بدلتا ہے اور نہ ہی حالات کے ساتھ ساتھ متغیر ہوتا ہے۔

---

[1]۔ ابوداود، السنن، كتاب الادب، باب فى النصيحة، السنن، ح:4918۔ (اسنادہ حسن)

[2]۔ المنذریؒ، الترغيب والترهيب، (بیروت: دارالکتب العلمیہ، 1416ھ) 3/672۔

[3]۔ ابن ابی الدنیاؒ، موسوعة الامام ابن ابى الدنيا، كتاب الغيبة والنميمة، ص:47۔

مذکورہ بالا احادیث سے واضح ہوا کہ عصری معاشرت میں اخوت کی تشکیل کے لئے جہاں بہت سے اہم محرکات ہیں وہاں ایک محرک بھائی کی عدم موجودگی میں اس کی عزت، جان، مال وغیرہ کا دفاع کرنا بھی ہے، لہذا آج اگر ہم واقعتاً مواخات کو فروغ دینا چاہتے ہیں تو پھر ہمیں بھی اسوہ حسنہ اور اسوہ صحابہ کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے بھائیوں کے لئے حقیقی بھائی بن کر اس کی موجودگی اور عدم موجودگی میں اس کی خیر خواہی کرنی ہوگی، اسے نقصان سے بچانا ہوگا، اس کی عزت کا دفاع کرنا ہوگا، اس کو جانی ومالی نقصان سے بچانا ہوگا۔ اسی خیر خواہی اور بھائی کی عدم موجودگی میں اس کے دفاع کو بنیاد بنا کر ہم باہمی بھائی چارے کو با آسانی فروغ دے سکتے ہیں۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ اخوت کی تشکیل میں ایمانی، عملی اور اسوہ حسنہ سے محرکات کے علاوہ اور بھی کئی محرکات ہیں جو ان مذکورہ عنوانات کے ضمن میں بھی بیان کئے جاسکتے ہیں مگر طوالت سے بچنے کے لئے الگ سے عنوان قائم کر ان کو یہاں درج کیا گیا ہے،وہ اضافی امور جو اخوت کی تشکیل میں نمایاں کردار ادا کرتے ہوئے ہیں حسب ذیل ہیں مثلاً: زہد واستغناء، باہمی اعتماد، صحیح اور مکمل نام سے پکارنا، مفید اور خیر خواہانہ مشاورت وغیرہ۔

باب سوم
اخوت اسلامی کی تاسیس و تشکیل کو درپیش تحدیات

فصل اول: اخوت سلامی کی تاسیس و تشکیل میں باطنی تحدیات

فصل دوم: اخوت اسلامی کی تاسیس و تشکیل میں ظاہری تحدیات

فصل سوم: اخوت اسلامی کی تاسیس و تشکیل میں فکری اور تربیتی تحدیات

فصل اول

اخوت اسلامی کی تاسیس و تشکیل کو باطنی تحدیات

اخوت کی تشکیل میں باطنی تحدیات سے مراد ایسے امور ہیں جو عام طور پر نظر نہیں آتے مگر رشتہ اخوت میں دراڑیں پیدا کرنے میں بڑے موثر ثابت ہوتے ہیں۔ یہ رکاوٹیں دلوں میں چھپی ہوتی ہیں یا پھر کسی کے ساتھ معاملہ کرنے سے ہی پتہ چلتا ہے کہ اُس نے کس طریقہ سے سلوک کیا ہے۔لہذا ایسے سری امور جو مواخات میں محبت کی بجائے نفرت پیدا کریں وہ باطنی رکاوٹیں ہیں، عصر حاضر میں زیر بحث رکاوٹیں بالعموم اخوت کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کر رہی ہیں جس کے پیش نظر ان کو یہاں درج کیا جارہا ہے:

1۔خیانت:

ہر زمانہ میں بالعموم اور عصر حاضر میں بالخصوص اخوت کے روابط منقطع کرنے والی ایک اخلاق رذیلہ 'خیانت' ہے جو بد باطنی اور اخلاقی پستی کی علامت ہے۔ خصوصاً اگر چاہنے والوں کے ساتھ خیانت ہو تو اس کی برائی میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس صورت میں یہ خیانت کی اپنی برائی کے ساتھ ساتھ حرمت اخوت کی ہتک اور حقوق مواخات کی پامالی بھی ہے۔ خیانت میں ناجائز سفارش، رشوت ستانی، حق تلفی، اقربا نوازی، کام چوری، جانبداری اور ظلم وعدوان جیسے سبھی رذائل شامل ہیں۔ سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ))[1]

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ پھر وہ (بحیثیت مسلمان) اپنے مسلمان بھائی سے ظلم نہیں کرتا اور نہ ہی اسے تنہا چھوڑتا ہے"

ایک اور جگہ فرمایا:

((الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ،الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَعِيبُهُ وَلَا يَخُونُهُ)) [2]

"جس سے مشورہ کیا جائے وہ امانتدار ہوتا ہے، مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر عیب نہیں لگاتا اور نہ ہی اسکی خیانت کرتا ہے"۔

بھائی کے مشورہ مانگنے پر دیانتداری کے ساتھ صحیح صحیح مشورہ دے دیا تو امانتِ مشورہ ادا کر دی اور اگر جان بوجھ کر غلط

---

[1]۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحريم ظلم المسلم ---، حدیث نمبر:2564۔

[2]۔ ابوالقاسم عبدالملک بن محمد بشران، امالی ابن بشران، ح:100 (الریاض: دار الوطن، 1997ء) ص:64۔

مشورہ دیا تو اس نے جرمِ خیانت کا ارتکاب کیا۔ وہ قیامت کے روز پوچھا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ، إِذَا اسْتَشَارَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ، فَلْيُشِرْ عَلَيْهِ))[1]

"جس شخص سے مشورہ لیا جائے وہ بمنزلہ امین کے ہوتا ہے۔ تم میں سے جب کوئی اپنے بھائی سے مشورہ چاہے تو اسے چاہیئے کہ اس کو (ایمانداری سے نیک) مشورہ دے"۔

سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی حدیث قدسی کے الفاظ ہیں:

((إن الله يقول: أنا ثالثُ الشريكَين، ما لم يَخُنْ أحدُهما صاحبَه، فإذا خانَه خرجْتُ من بينهما))[2]

"میں دو شریکوں کے ساتھ تیسرا ہوتا ہوں۔ جب تک کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ خیانت نہیں کرتے۔ پھر جب ایک شریک دوسرے کی خیانت کرنے لگتا ہے تو میں اس شرکت سے نکل جاتا ہوں"۔

سیدنا ابوذرؓ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اگر میری اُمت خیانت نہ کرے، تو اس کے سامنے دشمن قدم نہ جما سکے۔ سیدنا ابوذرؓ نے سیدنا حبیب بن مسلمہؓ سے پوچھا: کیا تمہارے سامنے دشمن بکری کا دودھ دوہنے کی دیر ٹھہرا رہتا ہے؟ تو انہوں نے جواباً کہا: جی ہاں! بلکہ تین دودھ والی بکریوں کے دودھ دوہنے کی دیر تک۔ سیدنا ابو ذرؓ نے فرمایا: ربِّ کعبہ کی قسم! تم نے خیانت کی ہے"۔[3]

اسلام نے اپنے حیات بخش پروگراموں اور بلند قوانین کے ذریعے لوگوں کو بطور عموم ایک خوش بخت وسعادت بخش زندگی کی طرف اپنی ذمہ داریوں کو پورا کر کے بلایا ہے اور امانت کی حفاظت کے لئے بڑی سختی کے ساتھ تاکید کی ہے۔ جس بھائی چارہ میں خیانت ہو گی، اللہ تعالیٰ ایسے بھائیوں کو اپنے حال پر چھوڑ دے گا اور ایسی اخوت سے خیر وبرکت اور سعادت رخصت ہو جائے گی۔

مذکورہ بالا نصوص سے واضح ہوا کہہ ہر زمانہ کی طرح بالخصوص دور حاضر میں اخوت کے منافی داخلی رکاوٹ میں سے

---

[1]۔ ابن ماجہؒ، السنن، ابواب الادب، باب المستشار موتمن، حدیث نمبر: 3746۔

[2]۔ ابوداود، السنن، کتاب البیوع، باب فی المضارب یخالف، ح: 3383۔ (حدیث ضعیف)

[3]۔ طبرانی، ابوالقاسم سلیمان بن احمد، المعجم الاوسط، (بیروت: دار الحرمین، سن ندارد) ح: 8108۔

خیانت اور بد دیانتی ہے لہذا اس سے ہر شخص کو اور بالخصوص اخوت اسلامی کی بنیاد پر پروان چڑھنے والے بھائیوں کا لازمی طور پر اجتناب کرنا چاہئے۔ تاکہ بھائی چارے کے رشتہ کو اعتماد کے کی بنیاد پر مضبوط تر بنایا جاسکے۔

2۔ غیبت اور بہتان تراشی:

موجودہ زمانہ میں پائی جانے والی خرابیوں میں سے بالعموم ایک برائی غیبت ہے جو اخوت کے باہمی تعلقات بگاڑنے والے امور میں سے نمایاں ہے۔ غیبت کو باطنی امور میں اس لئے شامل کیا گیا ہے، کیونکہ غیبت دراصل اس انسان کی ہوتی ہے جو موقع پر موجود نہیں ہے، اس لئے اسے نہیں پتہ کہ اس کی عدم موجودگی میں اس کے بارے اچھا یا برا کونسا تبصرہ کیا جارہا ہے، یعنی اس کے عیوب اچھالے جارہے ہیں یا پردہ پوشی کرتے ہوئے صفات حسنہ کا تذکرہ کیا جارہا ہے، اسی لئے تو اس کی مذمت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے مومنین کو ایک دوسرے کی غیبت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ﴾[1]

"اور تم میں سے کوئی شخص دوسرے کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اسے ناپسند کروگے"۔

سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا:

((أَتَدْرُونَ مَا الْغِيبَةُ؟))

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ غیبت کیا ہے؟"۔

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ))

"تم اپنے بھائی کا ذکر اس چیز کے ساتھ کرو جسے وہ ناپسند کرتا ہو"۔

پوچھا گیا کہ میں اس کے بارے میں جو کچھ کہوں اگر وہ واقعتاً اس میں موجود ہو؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ، فَقَدِ اغْتَبْتَهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ))[2]

---

[1]۔ الحجرات (49):12۔

[2]۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الغيبة، ح:2589۔

"اگر وہ چیز اس میں موجود ہو جو تم کہتے ہو تو تم نے اس کی غیبت کی، اور اگر اس میں نہ ہو تو تم نے اس پر بہتان باندھا"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر (سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ) سے فرمایا:

"اس کو روکو"۔

سیدنا معاذؓ نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا ہماری گفتگو کو بھی ہم سے مواخذہ ہو گا؟"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ---حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ))[1]

"تمہاری ماں تمہیں گم پائے، لوگ جہنم کی آگ میں اپنے چہرے کے بل (یا فرمایا کہ اپنے نتھنوں کے بل) اسی زبان کی بدولت گرائے جائیں گے"

جس آدمی کے سامنے کسی کی غیبت کی جائے اسے اس کا دفاع کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

((مَنْ ذَبَّ عَنْ عِرْضِ أَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُعْتِقَهُ مِنَ النَّارِ))[2]

"جو شخص اپنے بھائی کی عزت کا غائبانہ دفاع کرے تو اللہ پر اس کا یہ حق ہے کہ اسے جہنم سے آزاد کر دے"۔

غیبت جیسی بری عادت حقیقی مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی بلکہ ان سے مشابہ دو چہرے رکھنے والے ان بزدل لوگوں میں پائی جاتی ہے جو گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے رہتے ہیں۔ آپ کو چاہیئے کہ حقیقی مسلمان کا کردار اپنائیں جو ایک ہی چہرہ رکھتا ہے اور اس کا چہرہ نیر و تاباں، درخشاں، روشن اور واضح ہوتا ہے۔ اور جب آپ کسی پر تنقید کریں تو اپنی عادت بنالیں کہ شہد کی مکھی کی نظر سے دیکھا کریں اور لوگوں کو عام مکھی کی نظر سے نہ دیکھیں ورنہ آپ گندگی پر ہی گریں گے۔

اخوت کی تشکیل میں باطنی رکاوٹ میں سے ایک امر مانع غیبت اور بہتان بازی ہے جس کے ذریعہ عصر حاضر میں بالخصوص انسانیت کے خلاف نفرت کا بیج بویا جاتا ہے جبکہ رشتہ اخوت سے منسلک ہونے کے لئے نفرت نہیں بلکہ

---

[1]۔ترمذی،السنن، ابواب الایمان، باب ما جاءفی حرمة الصلاة،ح:2616۔(حدیث حسن صحیح)

[2]۔البانی، محمد ناصر الدین، صحیح الجامع الصغیر وزیادته(بیروت: دارالکتب العلمیہ)ح:6240۔

محبت کی ضرورت ہے لہذا غیبت کی طرح ہر اس برائی مثلاً: چغلی، منافقت، ریاکاری وغیرہ سے اجتناب کرنا ہو گا جو بھائی چارے میں نفرت کے پھیلانے کا ذریعہ بنے۔

3۔ تکلّف اور تصنع پسندی:

دور حاضر میں باہمی دوریوں کا ایک بہت بڑا سبب تصنع پسندی اور جھوٹ موٹ کا دکھلاوا ہے جس نے خوشی و غمی کے ساتھ عام روٹین کی ملاقات کو بھی مشکل بنادیا ہے، اسی لئے تکلّف و تصنع کو معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اب اگر اپنے چاہنے والوں کے ساتھ تکلف کیا جائے جیسا کہ دوسروں کے ساتھ کیا جاتا ہے اور معاشرتی پابندیوں میں بند رہا جائے تو ایسی مواخات میں لذت اور شیرینی نہیں ملتی بلکہ بوجھ محسوس ہونے لگتا ہے حتی کہ یہ احساس اخوت کے خاتمے کا سبب بن جاتا ہے۔ بعض حکماء کے نزدیک لوگوں میں قطع تعلقی کی ایک بڑی وجہ آپس میں تکلف برتنا ہی ہے۔

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((نحن معاشر الانبياء والامناء والاتقياء براء من التكلف))[1]

"ہم انبیائے کرام علیہم السلام، امانتدار اور پرہیز گار لوگ تکلف اور بے جا زحمتوں سے دور ہیں"۔

لازم ہے کہ بھائی چارے میں تکلف سے زندگی بسر نہ کی جائے۔ بھائی کے ساتھ بے تکلف ہونے سے محبت و الفت میں اضافہ ہوتا ہے۔ البتہ بے تکلفی میں آداب اور اپنی شخصیت کا تحفظ ملحوظ رہنا چاہیئے۔

عصر حاضر میں اخوت کی تشکیل و تاسیس میں حائل رکاوٹوں میں سے ایک اہم داخلی و باطنی امر مانع تکلف اور تصنع پسندی سے کام لینا ہے جب کہ بھائی چارے کی بنیاد تکلفات کی بجائے سادگی اور حقیقت پسندی پر ہے لہذا اگر ہم چاہتے ہیں کہ اخوت کو اسلامی اصولوں پر فروغ دیا جاسکے اور بھائی چارے کے باہمی رشتہ میں اصلیت اور حقیقت پسندی کو اپنایا جاسکے تو پھر تکلف اور تصنع پسندی کو چھوڑ کر سادگی اور حقیقت پسندی کو اپنانا ہو گا۔

4۔ جھوٹ اور دروغ گوئی:

منافق کی علامات میں سے جھوٹ ایک بنیادی صفت سیئہ ہے لہذا یہ عیب اسلام کی بنیاد پر پروان چڑھنے والے رشتہ اخوت میں نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اس کی وجہ سے بھائی چارے میں اعتماد نہیں رہتا جبکہ اخوت کی بنیاد سچائی پر ہوتی ہے۔ لہذا جھوٹ اور دروغ گوئی ایک ایسا امر مانع ہے جس کی وجہ سے اخوت کی تشکیل ناممکن ہے کیونکہ یہ اخوت کی

---

[1]۔ ابوعبداللہ جعفر بن محمد الصادق، مصباح الشریعه و مفتاح الحقيقة، شارح: حسن المصطفوی (تہران، انتشارات قلم، 1363ھ) ص:24۔

تاسیس میں باطنی رکاوٹ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھوٹے افراد سے تعلق کو ناپسندیدہ قرار دیتے ہوئے فرمایا:

((لَا تَصْحَبَنَّ كَذَّابًا فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَةِ السَّرَابِ يُبْعِدُ مِنْكَ الْقَرِيبَ وَيُقَرِّبُ مِنْكَ الْبَعِيدَ))[1]

" اگر وہ تم سے بات کرے گا تو جھوٹ بولے گا اور اگر تم کچھ کہو گے تو تمہیں جھٹلائے گا۔ وہ تمہارے لئے ایسے سراب کی مانند ہو گا جسے پیاسا دور سے پانی سمجھتا ہے لیکن جب نزدیک آتا ہے تو کچھ نظر نہیں آتا"۔

سیدنا علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں:

" کبھی جھوٹے انسان کو بھی دوست نہ بنانا کہ اس کے ساتھ زندگی گزارنا تمہارے لئے کسی طرح بھی سود مند نہیں ہو سکتا۔ تمہاری باتیں دوسروں تک اور دوسروں کی باتیں تم تک منتقل کرتا ہے، یہاں تک کہ کبھی اگر وہ سچ بھی کہتا ہے تو لوگ اس کا یقین نہیں کرتے"۔[2]

مذکورہ نصوص سے پتہ چلا کہ اخوت کی تشکیل کی باطنی رکاوٹوں میں سے ایک امر مانع جھوٹ اور دروغ گوئی ہے جو کہ فی زمانہ بہت ہی عام ہے، لہذا اس سے اجتناب کرکے اخوت کو صدق وسچائی کی بنیاد پر استوار کرنا ہو گا۔

5۔ انانیت اور خود پسندی:

انانیت کا مطلب ہے کہ انسان خود کو اہمیت دے لیکن دوسروں کو اہمیت نہ دے اور صرف ذاتی مفاد اور مقاصد کو اعلیٰ مصلحت قرار دے۔ یہ ایک ایسی ناپاک صفت ہے جس سے سب انسان نفرت کرتے ہیں۔ ضد اور انانیت اخوت کی شیرینی کو دل سے ختم کر دیتی ہے۔ اسلام نے انانیت کے خلاف علم جہاد بلند کیا ہے۔ سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ))[3]

"تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے کرتا ہے"۔

---

[1]۔ اصفہانی، ابو نعیم احمد بن عبداللہ، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، (بیروت: دار الکتاب العربی، 1974ء) 3/184۔

[2]۔ ابن قتیبہؒ، ابی محمد عبداللہ بن مسلم، عیون الاخبار (بیروت: دار الکتب العلمیۃ) 7/79۔

[3]۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب من الإیمان أن یحب لأخیه ما یحب لنفسه، ح:13۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک بھائی ایک جان کی مانند ہوتے ہیں۔ ہر ایک دوسرے کے مفاد کے لئے اسی طرح کوشش کرتا ہے جیسا کہ خود اپنے ذاتی مفاد کے لئے کرتا ہے اور اپنے بھائی کے فائدے کے لئے اسی طرح حریص ہوتا ہے جیسے خود اپنے فائدے کے لئے ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر بھائی کی ذات اور مفاد کو اپنی ذات اور مفاد پر ترجیح دینے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ بھائیوں میں روحانی قرابت پیدا ہو جائے۔ سیدنا علی بن ابی طالبؓ نے اپنے فرزند سیدنا حسن مجتبیٰؑ کو ایک خط میں یہ وصیت تحریر فرمائی:

> "اپنے نفس کو اپنے بھائی کے بارے میں قطع تعلق کے مقابلہ میں تعلق جوڑنے، روگردانی کے مقابلہ میں مہربانی، بخل کے مقابلہ میں عطا، دوری کے مقابلہ میں قربت، شدّت کے مقابلہ میں نرمی اور جرم کے موقع پر معذرت قبول کرنے کے لئے آمادہ کرو۔ گویا تم اس کے غلام اور وہ تمہارا آقا وولی نعمت ہے"۔[1]

انانیت، عصبیت اور خود پسندی انسان کو اچھوت بنا دیتی ہے۔ ایسا شخص اپنے اعصاب کو قابو میں نہیں رکھ سکتا جس کے نتیجے میں بد نصیبی اور بھائیوں سے جدائی اس کا مقدر ہو جاتی ہے۔

درج بالا نصوص سے واضح ہوا کہ عصری معاشرت میں اخوت کی تاسیس میں ایک اہم باطنی رکاوٹ انانیت اور خود پسندی بھی ہے جبکہ رشتہ اخوت سے منسلک ہونے کے لئے ایثار ضروری ہے اور اخوت کے فروغ میں دراصل ایثار ہی بنیاد ہے مگر خود پسندی کا شکار اپنے زعم باطلہ میں مبتلا ہونے کی وجہ سے کسی دوسرے کے لئے ایثار کرنے اور کسی کی حقیقی برتری کو ماننے کے لئے تیار نہیں اور نہ ہی عاجزی وانکساری اختیار کرنے پر آمادہ ہے لہذا انانیت اور خود پسندی سے اجتناب ضروری ہے تاکہ ایثار کی بنیاد پر مواخات کے رشتہ کو دوام بخشا جاسکے۔

خلاصہ بحث یہ کہ عصر حاضر میں اخوت کے فروغ میں باطنی وداخلی رکاوٹوں میں نمایاں کردار خیانت، غیبت، چغلی، تکلف، جھوٹ، دھوکہ دہی وغیرہ کا ہے جس کی بناء پر اخوت اسلامی ختم ہو رہی ہے اور جدید دور میں لوگ ایک دوسرے پر اعتماد نہیں کر پا رہے اور نہ ہی باہمی مودت ومحبت کو فروغ دیا جا رہا ہے۔

[1]۔ ابن ابی الحدیدؒ معتزلی، شرح نہج البلاغہ، تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم (القاہرہ: دار احیاء الکتب العربیہ، 1961ء) ص:224۔

فصل دوم

اخوت اسلامی کی تاسیس و تشکیل میں ظاہری تحدیات

اخوت کی تشکیل میں ظاہری تحدیات سے مراد وہ امور ممنوعہ ہیں جن کی وجہ سے بھائی چارے کی فضا اس انداز سے مسموم اور متاثر ہوتی ہے کہ ہر کوئی دیکھ کر آسانی سے فیصلہ کرلیتا ہے کہ مخاطب کس رویہ کو اپنا رہا ہے اور پھر اس کے اس رویہ کی وجہ سے بھائی چارہ کے باہمی تعلق کو مزید فروغ نہیں دیا جا سکتا بلکہ وہ اس امر مانع کی وجہ سے باہمی تعلق کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا ایسے رذائل اخلاق جن کے رذیلہ ہونے کو مخاطب آسانی سے پہچان جائے تو وہ اخوت کی تشکیل میں ظاہری و خارجی رکاوٹیں ہیں۔ ذیل میں ایسی ظاہری رکاوٹوں میں سے چند ایک کو بطور مثال درج کیا جاتا ہے۔

1۔ خوشامد اور منافقت

خوشامد، چرب زبانی، مبالغہ آمیز مداحی اور مطلب نکالنے کے لئے تعریف کرنے کے عمل کو چاپلوسی کہا جاتا ہے۔ محبت اور اخوت کو نفرت میں بدلنے اور احباب میں فضا مکدر کرنے کے لئے اس سے بدتر کوئی چیز نہیں ہے۔ چاپلوسی سے خودداری مٹ جاتی ہے۔ دوڑ خا اور چاپلوس آدمی صبر وضبط، رکھ رکھاو، قناعت، حفاظت نفس، جواں مردی اور عالی ہمتی جیسے اوصاف سے یکسر محروم ہو جاتا ہے۔ اگر اخوت اخلاص کے ستونوں پر قائم نہیں ہے تو ظاہری بھائی چارے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ واضح رہے کہ خوشامد کو ظاہری رکاوٹ میں اس لئے درج کیا گیا ہے کیونکہ یہ مخاطب کی موجودگی میں ہوتی ہے جس کا اکثر و بیشتر مخاطب کو پتہ بھی چل جاتا ہے جبکہ غیبت اس کی موجودگی میں نہیں ہوتی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اسی لئے محبت و اخلاص کا حکم دیا ہے اور منافقت سے روکا اور اس کے نتائج سے آگاہ فرمایا ہے۔ سیدنا ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((تَجِدُونَ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ ذَا الْوَجْهَيْنِ، الَّذِي يَأْتِي هَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ))[1]

"تم لوگوں میں سے سب سے بدتر اس شخص کو پاوگے جو بعض کے پاس ایک رُخ اور بعض کے پاس دوسرا رُخ لے کر جائے گا"۔

مزید برآں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((من كان له وجهانِ في الدُنيا، كان لهُ يومَ القيامَةِ لسانانِ من نار))[2]

---

[1]۔ القشیریؒ، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب خیار الناس، ح:2526۔

[2]۔ ابوداوُدؒ، السنن، کتاب الادب، باب فی ذی الوجهین، ح:4872۔ (اسنادہ حسن)

"جس کے دنیا میں دو چہرے ہوں گے تو اس کے منہ میں جہنم کی آگ کی دو زبانیں ڈالی جائیں گی"۔

اسی طرح سیدنا ابو بکر صدیقؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں ایک شخص نے دوسرے شخص کی تعریف کی۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار فرمایا:

((وَيْحَكَ، قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ))[1]

"تونے اپنے ساتھی (ممدوح) کی گردن کاٹ دی ہے"۔

سیدنا انسؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ غَضِبَ اللَّهُ وَاهْتَزَّ لِذَلِكَ الْعَرْشُ))[2]

"جب فاسق کی (سامنے یا غیر حاضری میں) تعریف کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ غضب ناک ہو جاتا ہے اور عرش (مارے دہشت کے) کانپ جاتا ہے"۔

خوشامد ایسی چیز ہے جس سے بڑے بڑے عقلمند بھی شکار کر لیے جاتے ہیں اور منافقت اچھی ذہانت کو چھپا لیتی ہے اور یہ دونوں خصلتیں بناوٹی آدمی کی خصوصیات شمار کی جاتی ہیں۔ لہٰذا جس آدمی میں یہ صفات رذیلہ موجود ہوں اس کے اچھے کاموں سے بھی خیر کی اُمید نہیں ہوتی اور نہ اس سے اصلاح و رشد کی اُمید باندھی جاسکتی ہے۔

مذکورہ بالا آثار سے واضح ہوا کہ عصر حاضر میں بالخصوص اخوت کی تشکیل میں ایک ظاہری رکاوٹ خوشامد اور منافقت ہے۔ اس لئے ہم میں سے جو بھی چاہتا ہے کہ اخوت کو اخلاص کے ساتھ دوام بخشا جائے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ جہاں اخوت کی تاسیس میں باطنی رکاوٹوں سے اجتناب کرنے کا اہتمام کرتا ہے وہاں اس کے لئے ظاہری رکاوٹوں سے بچنا بھی لازمی امر ہے تاکہ اخوت کو فروغ دیا جاسکے۔

2۔ آداب ملاقات کا عدم خیال:

عصر حاضر میں اخوت کی تشکیل میں ظاہری رکاوٹوں میں سے ایک اہم رکاوٹ ملاقات کے آداب کا خیال نہ رکھنا ہے۔ بعض دفعہ انسان ذاتی مصروفیت کیوجہ سے اپنے چاہنے والوں کی خوشی و غمی میں شرکت کو ضروری نہیں خیال کرتا اور بعض دفعہ بہت زیادہ بے تکلفی کیوجہ سے آداب ملاقات کو ہی بھول جاتا ہے اور کسی کے گھر بغیر اجازت کے کسی بھی وقت داخل ہونے میں کوئی عیب نہیں سمجھتا مگر مخاطب کبھی اس مداخلت کو ناپسند سمجھتے ہوئے اس اخوت کے رشتہ

---

[1]۔ بخاریؒ، صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ما یکرہ من التمادح، ح:6061۔

[2]۔ ابن ابی الدنیا، ابو بکر عبد اللہ بن محمد، ذم الغیبۃ والنمیمۃ (دمشق: مکتبۃ دار البیان، 1992ء) ح:91۔

سے منسلک ہونے والے سے ناراضگی کا اظہار کر دیتا ہے۔ لہذا اس فعلِ قبیحہ کو مواخات میں حائل ہونے والی خارجی رکاوٹ سمجھا جاتا ہے۔

اسی لئے جب بھی کسی عزیز کے گھر جانے کا ارادہ ہو تو باہر کھڑے ہو کر مسنون طریقے سے اجازت لے کر گھر میں داخل ہونا چاہیئے۔ ہو سکتا ہے کہ گھر کی عورتیں کسی ایسی حالت میں ہوں جس میں کسی نامحرم کو دیکھنا روا نہیں۔ کسی کا اچانک گھر میں داخل ہو جانا نہایت ناگوار، مکروہ اور رنجیدہ عمل ہے۔ اسی لئے قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ---وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾[1]

"اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاو جب تک کہ اجازت نہ لے لو اور وہاں کے رہنے والوں کو سلام نہ کر لو۔ یہی تمہارے لئے سراسر بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کر لو۔ اگر وہاں تمہیں کوئی بھی نہ مل سکے تو پھر اجازت ملے بغیر اندر نہ جاو۔ اور اگر تم سے لوٹ جانے کو کہا جائے تو تم لوٹ ہی جاو، یہی بات تمہارے لئے پاکیزہ ہے۔ جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے"۔

یہ بات لائق توجہ ہے کہ یہاں لفظ 'تستانسوا' استعمال ہوا ہے نہ کہ 'تستاذنوا' کیونکہ دوسرے لفظ میں صرف اجازت لینے کا مفہوم ہے جبکہ پہلا لفظ مادۂ 'انس' سے لیا گیا ہے، اس سے ایسی اجازت لینا مراد ہے کہ جس میں لطف و محبت اور صداقت پنہاں ہو، یعنی مؤدبانہ طریقے سے اور بغیر کسی درشتی و سختی کے اجازت لی جائے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے سلام کرتے اور پھر داخل ہونے کی اجازت طلب فرماتے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معمول بھی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین مرتبہ اجازت طلب فرماتے اگر کوئی جواب نہ آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس لوٹ آتے۔ اور یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ اجازت طلبی کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دروازے کے دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے تاکہ ایک دم سامنا نہ ہو جس میں بے پردگی کا امکان رہتا ہے۔[2]

سیدنا کلدہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سیدنا صفوان بن اُمیہؓ نے مجھے دودھ اور ہرن کا بچہ دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کے ایک بلند جانب میں اترے ہوئے تھے۔

---

[1]۔ النور(24):27,28۔

[2]۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب الاستئذان، باب التسلیم والاستئذان ثلاثا، ح:6245۔

میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سیدھا چلا آیا۔ نہ تو میں نے داخل ہوتے وقت سلام کہا اور نہ ہی اجازت طلب کی۔ (یہ دیکھ کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((ارجع، فقُلِ: السَّلامُ عليكُم))[1]

"واپس جاو (دروازے پر) اور کہو السلام علیکم، کیا اندر آسکتا ہوں؟"۔

پھر مجلس کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ مسلمان اپنے ہم نشیں کے گھر میں تانک جھانک نہ کرے اور نہ اس میں پردہ کی جگہوں کی ٹوہ میں رہے، اس لئے کہ یہ شرمیلے، حیادار اور باادب مسلمان کا اخلاق نہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے لوگوں کے بارے میں وعید سنائی ہے جو مجالس میں تانک جھانک کیا کرتے ہیں اور لوگوں کی لغزشوں، عیوب اور پردہ کی جگہوں کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

((لَوِ اطَّلَعَ فِي بَيْتِكَ أَحَدٌ، وَلَمْ تَأْذَنْ لَهُ، خَذَفْتَهُ بِحَصَاةٍ، فَفَقَأْتَ عَيْنَهُ مَا كَانَ عَلَيْكَ مِنْ جُنَاحٍ))[2]

"جو شخص کسی کے گھر میں بغیر اس کی اجازت کے جھانکے تو گھر والوں کو اجازت ہے کہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں"۔

مذکورہ بالا نصوص سے واضح ہوا کہ اخوت کی تاسیس میں ایک ظاہری رکاوٹ آداب ملاقات کا خیال نہ رکھنا بھی ہے۔ لہذا اگر ہم چاہتے ہیں کہ اخوت کے رشتہ میں مٹھاس اور دوام کو برقرار رکھا جائے تو پھر ہمیں بھائی چارہ کی راہ میں حائل ہونے والی داخلی اور خارجی رکاوٹوں سے مکمل طور پر احتراز کرنا ہوگا۔

3۔ جدال وتکرار:

جدید دور میں مواخات کی راہ میں حائل ایک ظاہری رکاوٹ باہمی لڑائی جگڑا اور بحث وتکرار ہے۔ ایسی بحث وگفتگو جو اظہار کمال، شیخی بگھارنے یا تعصب کی وجہ سے ہو، بہت بری صفت ہے، جو بھائیوں کے مابین اتحاد اور اتفاق کو نقصان پہنچاتی ہے۔ اس طرح ان کی طاقت پارہ پارہ ہو جاتی ہے اور اخوت برباد ہو جاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ﴾[3]

"تم آپس میں جھگڑا نہ کرو، ورنہ تم کمزور پڑ جاوگے اور تمہاری قوت ختم ہو جائے گی"۔

---

[1]۔ ابوداود، السنن، ابواب النوم، باب كيف الاستئذان، ح:5176۔ (حدیث صحیح)

[2]۔ بخاری، صحيح بخاری، كتاب الديات، باب من اخذحقه۔۔۔، ح:6888۔

[3]۔ الانفال (8):46۔

شیطان صفت لوگوں کی آرزو ہوتی ہے کہ بھائیوں میں اختلاف پیدا کر کے انہیں کمزور کر دیا جائے۔ سیدنا جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ أَيِسَ أَنْ يَعْبُدَهُ الْمُصَلُّونَ فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَلَكِنْ فِي التَّحْرِيشِ بَيْنَهُمْ))[1]

"بلاشبہ شیطان نااُمید ہو چکا ہے کہ نمازی اس کی عبادت کریں، لیکن وہ ان کے درمیان اختلافات کو بھڑکاتا ہے"۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((الْمُسْتَبَّانِ شَيْطَانَانِ يَتَهَاتَرَانِ وَيَتَكَاذَبَانِ))[2]

"آپس میں گالی گلوچ کرنے والے دونوں شیطان ہیں، وہ ایک دوسرے کے خلاف بدزبانی کرتے ہیں اور ایک دوسرے پر جھوٹ باندھتے ہیں"۔

لڑائی جھگڑے اور بدکلامی میں پہل کرنا اس سے بھی بڑا گناہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((الْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِئِ، مَا لَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُومُ))[3]

"وہ آدمی جو آپس میں ایک دوسرے کو گالیاں دیں، سب کا وبال اسی پر ہو گا جس نے گالیاں دینے میں پہل کی ہے جب تک کہ مظلوم زیادتی نہ کرے"۔

اگر آپ بھائیوں کی ہمدردی حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اپنی غلطی بہت جلد صدقِ دل سے قبول کر لیں۔ اور جب آپ کا بھائی غلطی پر ہو تو آپ بھائی سے جنگ وجدال کرنے اور یہ کہنے کی بجائے کہ 'تم غلط ہو' یہ کہیں 'ہو سکتا ہے میں غلطی پر ہوں' تو اس کا نتیجہ اور اثر مختلف ہو گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی کی غلطی ملاحظہ کرتے تو منہ پر اس کا اظہار نہ کرتے بلکہ فرماتے:

"کچھ لوگوں کو کیا ہے کہ وہ ایسا اور ایسا کرتے ہیں؟"۔[4]

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محسوس کیا کہ بعض نمازی دوران نماز آسمان کی طرف دیکھتے ہیں۔ یہ غلطی تھی کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ نماز کے دوران سجدہ گاہ پر نظر رکھی جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

[1]۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب صفة القیامة، باب تحریش الشیطان۔۔۔، ح:2812۔

[2]۔ ابو داود، سلیمان بن داود، مسند ابی داود الطیالسی، ح:1176 (الریاض: دارالسلام، 1999ء) (اسنادہ صحیح)

[3]۔ احمد بن حنبل، المسند، مسند ابی ھریرة، ح:10329۔ (اسنادہ صحیح)

[4]۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، ح:5063۔

"چند لوگوں کو کیا مشکل ہے کہ وہ نماز کے دوران آسمان کی طرف دیکھتے ہیں، مزید سختی کرتے ہوئے نام لینے کی بجائے صرف اتنا فرمایا: یہ لوگ اس کام سے باز آجائیں ورنہ ان کی نگاہیں اُچک لی جائیں گی"۔[1]

اپنے چاہنے والوں کی آراء کا احترام آپ کی شخصیت کو محبوب و متاثر کن بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی دلیل دیہاتیوں اور گنواروں کے سخت رویے پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صبر سے پیش آنا ہے۔ وہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرتے تو سخت لہجے میں بات کرتے اور غصے سے بھڑک رہے ہوتے، لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے اٹھ کر جاتے تو ان کے چہروں پر خوشی اور مسرت کی جھلک ہوتی۔ لہٰذا اگر آپ کو اپنے بھائی کی خالص محبت درکار ہے اور اپنے دل کو نفاق سے بچانا چاہتے ہیں تو حق پر ہوتے ہوئے بھی جھگڑے سے اجتناب کرنا ہو گا۔

سیدنا ابو امامہ؄ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((أنا زعِيم بِبيتٍ في رَبَضِ الجنةِ، لمن تركَ المِراء وإن كان مُحِقًّا))[2]

"میں اس شخص کو جنت کے کناروں پر گھر دلوانے کی ضمانت دیتا ہوں جو جھگڑا چھوڑ دے خواہ وہ حق پر ہی کیوں نہ ہو"۔

منصور نمریؒ[3] کہتے ہیں:

اقلل عقاب من استربت بوده　　　　لیست تنال مودة بعتاب[4]

"جس کی محبت سے تم نے سیر ابی حاصل کی اس پر ڈانٹ ڈپٹ زیادہ نہ کرو کیونکہ بار بار ڈانٹ ڈپٹ کرنے سے محبت حاصل نہیں ہوتی"۔

اُم حکیمہ؅[5] اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے کہتی ہیں:

"اور جب تم حق پر ہو اور لوگ تم سے لڑائی جھگڑا کریں یا تم پر تنقید شروع کریں تو تم خوش ہو

---

[1]۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب رفع البصر الی السماء فی الصلاۃ، ح:750۔

[2]۔ ابو داود، السنن ،کتاب الادب، باب فی حسن الخلق، ح:4800۔ (حسن)

[3]۔ موصوف منصور بن سلمہ شام کے علاقہ راس العین میں 190ھ کو فوت ہوئے تھے، یہ عباسی دور کے مشہور شاعر تھے۔

[4]۔ الماوردیؒ، البغیة العلیا فی ادب الدنیا والدین، ص:298۔

[5]۔ ام حکیمہ بنت محمد تقی 274ھ کو مدینہ میں فوت ہوئیں۔ آپ اپنے زمانہ کی مشہور عالمہ وفاضلہ تھیں، اور آپ کی وصیتیں کافی شہرت یافتہ ہیں۔

جاؤ۔ یہ لوگ حقیقت میں تمہیں کہتے ہیں کہ تم کامیاب ہو اور (لوگوں پر) اثر انداز ہونے والے ہو کیونکہ مردہ کتے کو نہیں دھتکارا جاتا اور پتھر صرف پھلدار درخت کو ہی مارے جاتے ہیں"۔[1]

درج بالا نصوص سے پتہ چلا کہ اخوت کی تاسیس میں ایک ظاہری رکاوٹ باہمی جدال و تکرار ہے لہذا جس قدر ممکن ہو سکے تو ہمیں اپنے غصہ پر کنٹرول رکھنا چاہئے تاکہ اپنے بھائیوں کی کوتائیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اخوت کو فروغ دیا جا سکے۔

4۔ فسق وفجور

عصری معاشرت میں اخوت کی تشکیل میں ایک ظاہری رکاوٹ فسق وفجور بھی ہے کیونکہ قرآن وحدیث کی نصوص کا مطالعہ کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ رشتہ مواخات میں وہی لوگ منسلک ہو سکتے ہیں جو تقوی اور دیگر اعمال صالحہ کو اپنانے والے ہیں جبکہ فسق وفجور اعمال صالحہ کی ضد ہے لہذا یہ اخوت کی راہ میں حائل ایک خارجی رکاوٹ ہے جس کی موجودگی میں بھائی چارہ قائم نہیں ہو سکتا اور اگر قائم ہو جائے تو برقرار نہیں رہ سکتا۔ اس لئے ہمیں ہر طرح کے فسق و فجور سے ہر ممکن کوشش سے احتراز کرنا ہوگا۔

ابن قتیبہؒ[2] کی روایت کردہ حدیث میں جن تین قسم کے لوگوں کو دوست بنانے سے منع فرمایا ہے۔ ان میں سے ایک فاجر وبدکار بھی ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں:

"فاجر وبدکار انسان کو کبھی دوست نہ بنانا کہ وہ تمہارے لئے اپنے گناہ کو بنا سنوار کر پیش کرے گا اور چاہے گا کہ تم بھی اس جیسے بن جاؤ اور اپنی بد سے بدتر حرکت کو تمہارے سامنے آراستہ کر کے پیش کرے گا، اس کا تمہارے پاس آنا اور تمہارے پاس سے جانا تمہارے لئے رسوائی اور بدنامی کا باعث ہوگا"۔[3]

مذکورہ بالا آثار سے یہ بات عیاں ہوگئی ہے کہ اخوت کی تشکیل میں فسق وفجور بھی ایک ظاہری رکاوٹ ہے لہذا ہمیں آج کے اس پُر فتن دور میں خاص طور پر فسق وفجور کی تمام صورتوں سے سرزد ہونے والے گناہوں سے بچنا ہوگا اور اپنے چاہنے والوں کو بھی بچانا ہوگا تاکہ بھائی چارے کو نیکی کے ذریعہ فروغ دیا جا سکے۔

---

[1]۔ اُم حکیمہؒ، وصايا أم حكيمة لابنها (اسلام آباد: الھدیٰ پبلیکیشنز، 1435ھ) ص: 6۔

[2]۔ امام ابن قتیبہ کا نام عبد اللہ بن مسلم دینوری ہے جو کہ دینور میں قاضی رہنے کی وجہ سے مشہور ہوئے، آپؒ کوفہ میں 213ھ کو پیدا ہوئے اور بغداد میں 273ھ کو فوت ہوئے، آپؒ اپنے زمانہ کا مشہور فقیہہ، مورخ، محدث، مفسر اور ماہر علم الکلام تھے۔

[3]۔ ابن قتیبہؒ، عيون الاخبار، 7/79۔

اخوت کی تشکیل میں ظاہری رکاوٹوں میں بالخصوص خوشامد، جدل وجدال اور فسق وفجور وہ نمایاں رذائل اخلاق ہیں جن کی وجہ سے بالعموم ہر زمانہ میں اور بالخصوص عصر حاضر میں اخوت کی تشکیل وتاسیس کو ناممکن بنایا جارہا ہے۔لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ عصری معاشرت میں ان عیوب کو اپنے سے دور کر کے اخوت اسلامی کو فروغ دیا جائے۔

فصل سوم

اخوت اسلامی کی تاسیس و تشکیل میں فکری اور تربیتی تحدیات

اخوت کی تشکیل میں فکری رکاوٹوں سے مراد ایسے امور ممنوعہ ہیں جو بالواسطہ بھائی چارے کے فروغ میں رکاوٹ بنتے ہیں مثلاً اپنے چاہنے والوں اور بھائیوں کے ساتھ بہترین تعلقات رکھنے والوں اور محسنین کے گلے شکوے اِن سے کئے جائیں گے تو اپنے بھائی بھی متنفر اور ہم سے دور ہو جائیں گے۔ لہذا اخوت کی تشکیل میں یہ فکری رکاوٹیں ہیں اس لئے عصر حاضر میں اخوت کے فروغ کے لئے ہمیں سمجھداری کا لحاظ کرتے ہوئے براہ راست اور بالواسطہ رکاوٹوں کا خیال رکھنا ہو گا۔

1۔ بھائی سے دشمنی اور دشمن سے بھائی چارہ:

یہ نکتہ بھی مواخات سے منسلک بھائیوں کو اذیت اور برہمی میں بدل دینے والا ہے۔ انسان کے لئے یہ نہایت گراں اور ناقابل تحمل ہے کہ اس کا بھائی اس کے دشمن کے ساتھ ملاقات اور بھائی چارہ رکھتا ہو۔ اسی طرح اگر کوئی اس کے بھائی کے ساتھ عداوت رکھتا ہو تو اس سے بھی اس کے دل کو ٹھیس پہنچے گی۔

حدیث قدسی کے الفاظ ہیں:

((مَنْ عَادَ لِي وَلِيًّا فَقَدْ نَاصَبَنِي بِالْمُحَارَبَةِ))[1]

"جس نے میرے دوست سے دشمنی کی اس نے میرے خلاف اعلانِ جنگ کیا"۔

درج بالا حدیث سے واضح ہو گیا ہے کہ اخوت کی تشکیل میں ایک تکنیکی رکاوٹ یہ ہے کہ بھائی کے دشمن سے اخوت یا پھر بھائی کے دوست سے دشمنی کا ہاتھ بڑھایا جائے۔ یہ دراصل اخوت کے رشتہ کو بڑی حکمت کے ساتھ توڑنے کے مترادف ہے کہ اپنوں کے دشمنوں سے اخوت کا ہاتھ بڑھا کر انہیں تکلیف اور دکھ دیا جائے۔ جب انہیں پتہ چلے گا کہ ہم نے ان کے دشمنوں سے بھائی چارے کو ذاتی مفادات کی خاطر قائم کیا ہوا ہے تو یہ مخلص اور تقویٰ کی بنیاد پر قائم ہونے والا بھائی چارہ ختم ہو جائے گا۔

2۔ نازیبا ہنسی مذاق:

بھائی کو پریشان کرنا، اس کا ہنسی مذاق اڑانا اور اس کو مصیبت میں مبتلا کرنا بھائی چارے کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ ایسے بہت سے لوگ ہیں جو اپنے بھائیوں کو ہاتھ اور زبان سے اذیت دیتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ وہ درست

---

[1]۔ طبرانی، **معجم الکبیر**، ح:12719۔

کر رہے ہیں۔ کوئی اپنے چاہنے والے پر سخت جملے کستا اور کاری ضرب لگاتا ہے اور پھر تماشا دیکھتا ہے، کوئی اپنے بھائی کو خوب مارتا ہے اور پھر عذر خواہی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں تو مزاق کر رہا تھا۔ ہر وقت لعنت ملامت کرتے رہنا، شکوے اور شکایتیں کرنا، کبھی کسی کے ہاں جا کر یا کسی کو اپنے ہاں بلا کر وقت ضائع کرنا، مشترک اشیاء کا غلط استعمال، مشترک بیت الخلاء کے استعمال میں صفائی کا خیال نہ رکھنا، بلا اجازت کسی کی چیز استعمال کرنا وغیرہ اذیت کی مختلف شکلیں ہیں۔

ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرامؓ کے ہمراہ محو سفر تھے۔ ہر آدمی کے پاس اس کا ذاتی سامان، اسلحہ، بستر اور کھانا وغیرہ موجود تھا۔ قافلے نے کسی منزل پر پڑاو کیا۔ ایک آدمی سویا تو اس کا ساتھی ہنسی مذاق میں اس کے رسے کی طرف بڑھا اور اسے اٹھالیا۔ وہ آدمی جاگا تو اسے اپنا سامان کم لگا۔ وہ پریشانی کے عالم میں اپنا رسّا ڈھونڈنے چلا گیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ایک مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ دوسرے مسلمان کو مضطرب کر دے"۔ [1]

ایک اور واقعے میں صحابہ کرامؓ، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں سفر کر رہے تھے۔ ایک آدمی کو سواری پر بیٹھے بیٹھے اونگھ آگئی۔ ساتھی نے موقع پا کر اس کے ترکش سے ایک تیر اڑالیا۔ اس آدمی کو کھٹک گیا کہ کوئی اس کے ہتھیاروں سے چھیڑ چھاڑ کر رہا ہے۔ وہ ڈر کے مارے جاگ اٹھا۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((لا يَحِلُّ لمسلم أن يُرَوِّعَ مُسْلِماً)) [2]

"کسی آدمی کے لئے حلال نہیں کہ وہ ایک مسلمان کو پریشان کرے"۔

اسی طرح بلا اجازت کسی بھائی کی چیز استعمال کرنے کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

((لا يحل لمسلم أن يأخذ مال أخيه بغير حق، وذلك لما حرم الله مال المسلم على المسلم، أن يأخذ عصا أخيه بغير طيب نفس)) [3]

"کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کا کوئی مال ناحق طور پر لے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان کا مال مسلمان پر حرام کیا ہے اور اس کو بھی حرام قرار دیا ہے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی لاٹھی بھی اس کی خوش دلی کے بغیر لے"۔

---

[1]۔ ابوداود، السنن، کتاب الادب، باب من یاخذ الشئ علی المزاح، ح:5004۔

[2]۔ نور الدین علی بن ابی بکر الھیثمیؒ، مجمع الزوائد (بیروت: دار الکتاب، 1994ء) 6/254۔

[3]۔ الہیثمی، مجمع الزوائد، 4/218۔

جبلہ بن سہیمؒ کا بیان ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن زبیرؓ کی حکومت کے زمانے میں ہمارے اوپر قحط پڑا، قحط کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے کھانے کے لئے کچھ کھجوریں عطا فرمادیں، جب ہم وہ کھجوریں کھا رہے تھے، اس وقت سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ ہمارے پاس سے گزرے، انہوں نے ہم سے فرمایا:

((لا تُقَارِنُوا فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الإِقْرَانِ))[1]

"دو دو کھجوریں ایک ساتھ مت کھاو، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح دو دو کھجوریں ایک ساتھ ملا کر کھانے سے منع فرمایا ہے"۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لئے منع فرمایا کہ ان کھجوروں میں سب کھانے والوں کا برابر مشترک حق ہے اور ایک آدمی کا دو دو کھجوریں اٹھا کر کھانا دوسروں کا حق مارنے اور ان کو اذیت دینے کے مترادف ہے۔

اذیت کی ایک قسم تلخ کلامی بھی ہے۔ یقیناً زبان کا زخم نیزے کے زخم سے گہرا ہوتا ہے۔ بقول شاعر:

جراحات السنان لها التيام ولا يلتام ما جرح اللسان[2]

"تلوار کے زخم مندمل ہو جاتے ہیں، لیکن زبان کے زخم مندمل نہیں ہوتے"

سیدنا عکرمہؓ مسلمان ہوئے تو بعض لوگ انہیں فرعون کا بیٹا کہہ کر پکارتے۔ وہ اس پر آزردہ ہوئے اور اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا۔[3]

سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر چڑھے تو بلند آواز سے فرمایا:

"اے لوگو! جو زبان سے تو مسلمان ہوئے ہو جبکہ ایمان دل تک نہیں پہنچا، مسلمانوں کو ایذا پہنچاو نہ ان کے عیوب تلاش کرو، کیونکہ جو اپنے مسلمان بھائی کا عیب تلاش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے عیب کا پیچھا کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ جس کے عیب کا پیچھا کرتا ہے تو وہ اسے رسوا کر دیتا ہے خواہ وہ اپنے گھر کے اندر ہو"۔[4]

دنیا و آخرت کی عزت و آبرو اور لوگوں کے نزدیک محبوبیت، دوسروں کو اذیت نہ پہنچانے میں پوشیدہ ہے۔ چاہے وہ زبانی اور عملی اذیت ہو یا مالی اور معاشی نقصان یا ظاہری آبرو اور اجتماعی ایذا رسانی۔ اللہ کے بندوں کو مصیبت میں مبتلا

---

[1]۔ احمد بن حنبلؒ، المسند، مسند عبد الله بن عمر، ح:5534۔ (اسنادہ صحیح)

[2]۔ ڈاکٹر ابو علی شاوی، اعمال القلوب، ترجمہ: مولوی عمران رزاق (کراچی: ادارہ دعوت و تبلیغ، 2013ء) ص:88۔

[3]۔ بدیع الزماں سعید نورسی، رسائل نور کلیات (استنبول: نسل پبلشرز، 1996ء) ص:116۔

[4]۔ البانیؒ، صحیح الترغیب والترهیب، ح:2339، (الریاض: مکتبہ المعارف للنشر والتوزیع)

کرنے کا نتیجہ جلا دینے والا عذاب ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ ---عَذَابُ الْحَرِيقِ ﴾[1]

"بے شک جن لوگوں نے مسلمان مردوں اور عورتوں کو ستایا پھر توبہ بھی نہ کی ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور جلنے کے عذاب ہیں"۔

مسلمانوں کو دکھ پہنچانا بہت بڑا گناہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا﴾[2]

"اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایذا پہنچاتے ہیں، جب کہ انہوں نے کوئی جرم نہ کیا ہو، تو یقیناً ان لوگوں نے بہتان اور کھلے گناہ کا بوجھ اٹھایا"۔

اکثر یوں ہوتا ہے کہ جو شخص اپنے بھائی پر کوئی تکلیف مسلط کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آخرت سے پہلے دُنیا ہی میں اس سے انتقام لیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

((مَنْ ضَارَّ ضَارَّ اللَّهُ بِهِ، وَمَنْ شَاقَّ شَقَّ اللَّهُ عَلَيْهِ))[3]

"جو کسی کو تکلیف پہنچاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے تکلیف میں مبتلا کر دیتا ہے، جو کسی کو مشقت میں ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ اسے مشقت میں ڈالتا ہے"۔

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرامؓ کے درمیان تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا:

"جانتے ہو مفلس کون ہے؟"

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم میں سے مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم و دینار اور دنیا کا مال و متاع نہ ہو"۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

[1]۔ البروج(85):10۔

[2]۔ الاحزاب(33):58۔

[3]۔ ترمذی، السنن، ابواب البر والصلة، باب ما جاء في الخيانة والغيش، ح:1940۔ (حدیث حسن)

"میری اُمت میں سے مفلس وہ ہے جو روزِ قیامت نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے اعمال لائے گا۔ لیکن اس کے ساتھ اس نے کسی کو گالی دی ہو گی، کسی پر بہتان باندھا ہو گا، کسی کا مال ناحق کھایا ہو گا، کسی کا ناحق خون بہایا ہو گا اور کسی کو مارا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی نیکیوں میں سے سب کے بدلے چکائے گا۔ حساب چکاتے چکاتے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان لوگوں کی خطائیں اٹھا کر اس پر ڈال دی جائیں گی، پھر اسے آگ میں پھینک دیا جائے گا"۔[1]

اسلام میں بھائی چارے کی مثال ایک درخت کی مختلف شاخوں جیسی ہے جو ایک ہی جڑ سے جڑی ہوئی ہوتی ہیں اور اس کی گھنی چھاوں میں رنگ، نسل، علاقائی، لسانی، قبائلی اور کنبہ برادری کی تمام عصبیتیں دم توڑ دیتی ہیں۔ نیز اسلام نے انسانوں کو ایسی تمام عادات سے منع فرمایا ہے، جن سے اخوت کے باہمی رشتے میں دراڑ پڑنے کا اندیشہ ہو۔ اور ایسی تعلیمات سے نوازا ہے جس سے بھائیوں کے باہمی تعلقات میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوتے ہیں۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا---إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴾[2]

"اے لوگو! بلاشبہ ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور ہم نے تمہارے خاندان اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بلاشبہ اللہ کے ہاں تم میں زیادہ عزت والا (وہ ہے جو) تم میں سے زیادہ متقی ہے، بلاشبہ اللہ بہت علم والا، خوب باخبر ہے"۔

مذکورہ بالا نصوص سے یہ بات عیاں ہوگئی ہے کہ اخوت کی تاسیس میں تکنیکی رکاوٹ اپنے چاہنے والوں کو ہنسی مذاق کا ہدف بنانا بھی ہے کیونکہ ہنسی مذاق میں براہ راست آپ تو لطف اندوز ہو رہے ہیں جبکہ یہی مسلسل رویہ آپ کو اپنے بھائی سے محروم کر دے گا لہٰذا اگر آپ اپنے نفوس کو ترقی اور بالیدگی دینا چاہتے ہیں اور اپنے بھائیوں کے دلوں میں بلند مرتبوں پر فائز ہونا چاہتے ہیں تو اخوت اور محبت کی راہ کے ان تکنیکی موانع سے اجتناب کرنا ہو گا۔ اپنے آپ کو اسلام کے بلند اخلاق اور تعلیمات سے آراستہ کرنا ہو گا اور اپنے آپ کو نفرتوں سے بلند رکھنا ہو گا۔

3۔ مفاد پرستی:

رشتہ مواخات کی اصل اساس ایثار اور مشکل وقت میں ساتھ دینا ہے جبکہ بھائی چارے کے تعلق کو ختم کرنے والے امور میں سے خود غرضی اور مشکلات میں ساتھ چھوڑ دینا ہے، بظاہر مشکلات میں ساتھ چھوڑ دینا یہ اخوت کے منافی

---

[1]۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم، ح:2581۔

[2]۔ الحجرات (49):13۔

نہیں ہے تاہم ایسی روش کو اپنانے کی وجہ سے بھائی کے دل میں آپ کی قدر اور اہمیت کم ہو جائے گی جو کہ آہستہ آہستہ بڑی حکمت اور تکنیک سے بھائی چارے کے خاتمے کا سبب بن جاتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ایک موقع پر ایسے شخص سے تعلق کے معیوب ہونے کے بارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ، وَلَا يَحْقِرُهُ التَّقْوَى هَاهُنَا» وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ))[1]

" ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور اشیاء کی قدر وقیمت بتانے میں مبالغے اور دھوکے سے کام نہ لو، اور آپس میں دشمنی نہ رکھو، نہ تعلقات منقطع کرو۔ کوئی تم میں سے دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرے اور اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جائو۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے، نہ اس کو ذلیل کرے، نہ اس کو حقیر جانے۔ تقویٰ اور پرہیز گاری یہاں ہے۔۔۔اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمنے اپنے سینے کی طرف تین مرتبہ اشارہ فرمایا"۔

مذکورہ بالا روایات سے واضح ہوا کہ اخوت کی تاسیس میں ایک تکنیکی رکاوٹ مشکلات میں اپنوں کا ساتھ چھوڑ دینا ہے۔ لہذا اخوت کو دوام بخشنے کے لئے اچھے اور برے وقت میں بھائیوں کو تنہا نہیں چھوڑنا چاہیے۔

خلاصہ بحث یہ ہے عصر حاضر میں اخوت کی تشکیل وتاسیس میں ظاہری وباطنی رکاوٹوں کے ساتھ ساتھ کچھ ایسی رکاوٹیں بھی ہیں جن کو بڑی فہم وفراست کے ساتھ سمجھنا پڑتا ہے کہ ان کا شمار کس میں کیا جائے، لہذا اس چیز کا لحاظ رکھتے ہوئے ایسی رکاوٹیں جو عام طور پر باطنی وظاہری میں شامل نہیں ہو سکتی ان کو یہاں تکنیکی رکاوٹوں میں شامل کر دیا گیا ہے اور ان رکاوٹوں کو بالواسطہ رکاوٹیں کہنا بھی مناسب ہے۔ ان میں نمایاں مفاد پرستی، ہنسی مذاق اور اپنے دوستوں کا دشمنوں سے تعلقات کا رکھنا ہے۔

اخوت کی تشکیل میں تربیتی رکاوٹوں کا تجزیاتی مطالعہ

اخوت کی تشکیل میں تربیتی تحدیات سے مراد ایسی رکاوٹیں ہیں جو کسی فرد کی تربیت کے فقدان کی وجہ سے رشتہ مواخات کے مابین فاصلوں کا سبب بن جاتی ہیں لہذا رشتہ اخوت سے منسلک ہونے کے بعد بھائی چارے کو دوام بخشنے اور برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اپنی تربیت کو اسلام کے دیئے ہوئے سنہری اصولوں سے مزید نکھارتے ہوئے حقیقی بھائی چارے کو فروغ دینے کا ذریعہ بنائیں نہ کہ عدم تربیت کی وجہ سے تعلقات کو ختم کریں۔ واضح رہے

[1]۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والادب، باب تحریم ظلم المسلم، ح:2564۔

کہ عصر حاضر میں بالخصوص اخوت اسلامی کو فروغ دینے کے لئے مسلمانوں کی انفرادی واجتماعی تربیت کی ضرورت ہے جس کے پیش نظر یہاں اس کو الگ سے نمایاں کیا گیا ہے اگر چہ پہلی فصلوں میں ضمناً تربیت کا عنصر شامل ہے، اب ذیل میں چند اہم تربیتی رکاوٹوں کو بیان کیا جاتا ہے مثلاً:

1-اللہ تعالیٰ کی یاد سے اعراض:

ہر مسلمان سے یہ مطلوب ہے کہ وہ ایسے لوگوں سے بھائی چارہ قائم کرے اور ایسی مجلسوں میں جائے جن سے اس کے ایمان، صلاح، تقویٰ اور بصیرت میں اضافہ ہو اور ہمیشہ برے اور شیطان صفت لوگوں سے بچارہے اور ایسی بدکاری، فحاشی اور معصیت کی مجلسوں سے دور رہے جن سے نفس ظالم ہو جاتا ہے اور دل میں زنگ لگ جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ--- وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا﴾[1]

"اور اپنے آپ کو ان لوگوں کی معیت میں محدود رکھیں جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے اور اس کی خوشنودی چاہتے ہیں اور اپنی نگاہیں ان سے نہ پھیریں، کیا آپ دنیاوی زندگی کی آرائش کے خواہشمند ہیں؟ اور آپ اس شخص کی اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور اس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے افراد کے بھائی چارے سے منع فرمادیا ہے جو اللہ کی یاد سے غفلت برتتے ہیں اور اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ---هُمُ الْفَاسِقُونَ﴾[2]

"تمام منافق مرد اور عورتیں آپس میں ایک ہی ہیں، یہ برائی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے روکتے ہیں اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں۔ یہ اللہ کو بھول گئے، اللہ نے انہیں بھلا دیا ہے۔ بیشک منافق ہی فاسق ہیں"۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلافت کی مشغولیات اور حکومت کی ذمہ داریوں سے اپنے آپ کو الگ کرتے اور ایک یا دو دوستوں کا ہاتھ پکڑتے اور فرماتے:

---

[1]۔ الکہف(18):28۔

[2]۔ التوبۃ(9):67۔

((قُمْ بِنَا نَزْدَادَ إِيمَانًا)) [1]

"آو چلیں اپنے ایمان میں اضافہ کریں"

چنانچہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے۔ اسی طرح سیدنا معاذ بن جبلؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کہیں جا رہے ہوتے تو کہتے:

((اجلسوا بنا نومن ساعة)) [2]

"آو تھوڑی دیر بیٹھ کر ایمان میں اضافہ کر لیں"۔

ایک مسلمان اپنی روح کو تقویت پہنچانے، اپنے نفس کا تزکیہ کرنے، اسے ہمیشہ بلندی کی طرف لے جانے اور تنزل کی طرف جانے سے بچانے کے سلسلے میں ذمہ دار اور جواب دہ ہے۔ اس لئے وہ ہمیشہ نیک اور صالح بھائی کی صحبت کا مشتاق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد سے اعراض نہ صرف اچھے اور مخلص بھائیوں سے ہمیشہ ہمیش کی جدائی کا سبب بن جاتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے نفرت کرتا ہے۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں:

"اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے نفرت کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے: میں فلاں آدمی سے نفرت کرتا ہوں، چنانچہ جبریل علیہ السلام بھی اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں اور اہلِ آسمان میں اعلان کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں آدمی سے نفرت کرتا ہے تم بھی اس سے نفرت کرو، چنانچہ وہ سب اس سے نفرت کرنے لگ جاتے ہیں، پھر زمین میں اس کے لئے نفرت پھیلا دی جاتی ہے"۔ [3]

اہل ایمان کی محبت، تعلق اور وفاداری صرف اور صرف حق سے ہوتی ہے۔ وہ حق ہی کی بنیاد پر کسی سے اپنا رویہ، سلوک اور موقف طے کرتے ہیں اور جاہلیت پر مبنی کسی تعصب پر اپنا موقف طے نہیں کرتے۔ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

((ومن كان فيه ايمان و فيه فجور اعطي من الموالاة بحسب ايمانه : ومن البغض بحسب فجوره، ولا يخرج من الايمان بالكية بمجرد الذنوب والمعاصى)) [4]

---

[1] ۔ ابن ابی شیبہؒ، المصنف، ح:108۔

[2] ۔ کاندھلویؒ، حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم، 3/329۔

[3] ۔ الجوزی، كتاب البر والصلة، ص:64۔

[4] ۔ ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، مجموع فتاوى، جمع و ترتیب: عبد الرحمٰن بن محمد (طبع بامر خادم الحرمین الشریفین) 28/229۔

"جو شخص ایمان بھی رکھتا ہو اور اس میں فسق وفجور بھی ہو تو اس کے ساتھ اس کے ایمان کے بقدر ولاء و موالات اور اس کے فسق وفجور کے بقدر بغض رکھنا چاہیئے کہ وہ صرف گناہوں اور معصیت کی وجہ سے ایمان سے خارج بہر حال نہیں ہوتا"۔

مذکورہ بالا روایات سے واضح ہوا کہ بھائی چارے کی بنیاد تزکیہ نفس اور صالح تربیت کا حامل ہونا ہے لہذا ایسا شخص جس کی تربیت میں عملی طور پر کوتاہیاں اور غفلتیں موجود ہیں جو تعلقات کے خاتمے کا سبب بن جاتی ہیں اور یہی اخوت کی تاسیس میں تربیتی رکاوٹ ہے۔ اس لئے بھائی چارے کے فروغ کے لئے تربیت کا ہونا ضروری ہے۔

2۔ قطع تعلقی:

بھائیوں کو یاد نہ رکھنا بھائی چارہ ختم ہونے کے عوامل میں سے ہے۔ اس سے محبت و الفت ختم ہو جاتی ہے۔ اخوت کو فراموش کر دینا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کے درمیان رشتۂ اخوت مضبوط نہ تھا۔ اگر بھائی چارہ مضبوط، برادری مستحکم اور محبت راسخ ہو تو بھائی کی شکل وصورت ہمیشہ آپ کے دل میں نقش رہے۔

نیز بھائی سے قطع تعلق ایسا جرم ہے جسے عقل سلیم برا جانتی ہے اور زندہ ضمیر اس سے نفرت کرتا ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متوجہ فرمایا کہ قطع تعلقی سے پرہیز کیا جائے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے عداوت پیدا ہوتی ہے اور رشتۂ محبت ٹوٹ جاتا ہے۔ قطع تعلقی پر قرآن وحدیث میں سخت وعید وارد ہوئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ ﴾[1]

"اور اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم دیا ہے، انہیں کاٹنے میں بے باک ہیں"۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ--- أَبْصَارَهُمْ ﴾[2]

"اور تم سے یہ بھی بعید نہیں کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد برپا کر دو اور رشتے ناتے توڑ ڈالو۔ یہ وہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہے اور جن کی سماعت اور آنکھوں کی روشنی چھین لی ہے"۔

قطع تعلقی کی سزا دُنیا ہی میں مل کر رہتی ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابو بکرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

[1]۔ البقرۃ(2):27۔

[2]۔ محمد(47):22,23۔

((مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ يُعَجِّلَ اللَّهُ لِصَاحِبِهِ العُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهُ فِي الآخِرَةِ مِنَ البَغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ))[1]

"ظلم وزیادتی اور قطع رحمی، دو جرم ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آخرت کی سزا کے ساتھ، دنیا ہی میں ان کی فوری سزا بھی دے دیتا ہے۔ ان دو جرموں کے علاوہ اور کوئی جرم ایسا نہیں کہ جس کی سزا کا اللہ تعالیٰ اس طرح اہتمام کرتا ہو"۔

ایک اور مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((تُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ، وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا، إِلَّا رَجُلًا كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ، فَيُقَالُ: أَنْظِرُوا هَذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا))[2]

"انسان کے اعمال ہر سوموار اور جمعرات کو پیش کئے جاتے ہیں، مشرک کے علاوہ تمام کو بخش دیا جاتا ہے، البتہ آپس میں دو ناراض ہونے والوں کو نہیں بخشا جاتا۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے: ان دونوں کو لوٹا دو حتیٰ کہ آپس میں صلح کر لیں"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں چند صحابہؓ سے کچھ وقت کے لئے اس وجہ سے بات نہیں کی کیونکہ وہ بغیر کسی معقول وجہ کے ایک فوجی مہم میں شامل نہیں ہوئے تھے۔ ایسا اس وقت تک جاری رہا، جب بالآخر انہوں نے توبہ کر لی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی اور ایسا اس وقت ہوا کہ جب اس مہم کو پچاس دن سے زائد گزر چکے تھے۔ اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ ایسی مثالیں موجود ہیں کہ جہاں کسی سے بات نہ کرنے کی کوئی معقول وجہ ہو سکتی ہے۔[3]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ خدیجۃ الکبریؓ کی سہیلیوں سے حسن سلوک کا تعلق جوڑے رکھا جس سے سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو رشک اور غیرت آتی تھی۔ وہ خود بیان کرتی ہیں:

((مَا غِرْتُ عَلَى أَحَدٍ مِنْ نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا غِرْتُ عَلَى خَدِيجَةَ، وَمَا رَأَيْتُهَا، وَلَكِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ ذِكْرَهَا، وَرُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ ثُمَّ يُقَطِّعُهَا أَعْضَاءً، ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِي صَدَائِقِ خَدِيجَةَ))[4]

---

[1]۔ ترمذی، السنن، ابواب صفة القيامة والرقائق والورع، ح:2511۔(حدیث صحیح)

[2]۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب النهی عن الشحناء والتهاجر، ح:2565۔

[3]۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب التوبة، ح:2769۔

[4]۔ بخاری، صحیح البخاری، کتاب مناقب الازواج، با ب تزویج النبی ﷺ خدیجة وفضلها ، ح:3818۔

"مجھے جتنا رشک سیدہ خدیجہؓ پر آتا تھا اتنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی بیوی پر نہیں آیا۔ میں نے انہیں دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا بکثرت ذکر فرماتے تھے۔ جب کبھی کوئی بکری ذبح کرتے تو اس کی بہت سے ٹکڑے کرتے پھر انہیں سیدہ خدیجہؓ کی سہیلیوں کو بھیج دیتے"

مذکورہ بالا نصوص سے واضح ہوا کہ اخوت کی تاسیس میں ایک اہم تربیتی رکاوٹ باہمی قطع تعلقی ہے۔ لہذا اس رکاوٹ کو ختم کرنے کا بہترین ذریعہ رشتہ اخوت سے منسلک ہو جانے کے بعد اپنی تربیت کرتے ہوئے انانیت کو ختم کرنے اور مدارات کو پیدا کرنے میں ہے۔ اور اپنے نفس پر قابو پا کر ہی کوئی کسی سے تعلقات کو بحال رکھ سکتا ہے اس لئے اخوت کو برقرار رکھنے کے لئے صلہ رحمی اور مدارات کے ذریعہ اپنی تربیت کرنا از حد ضروری ہے۔

3۔ شماتت اور کینہ پروری:

شماتت کا یہ مطلب ہے کہ بھائی پر جب کوئی مصیبت یا گردش آئے تو کہا جائے کہ اس کے لئے ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا اور وہ اس کا سزاوار اور مستحق تھا۔ یہ بھائی چارے کی راہ میں رکاوٹ ہے جو بھائیوں کے دلوں کو غیض وغضب سے بھر دیتی ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قسم کے اخلاق سے پرہیز کا حکم دیا ہے اور بھائیوں کو قلب سلیم کے ساتھ رہنے کی تلقین فرمائی ہے۔

سچا اور مخلص بھائی تو وہی ہے جو اپنے بھائی کے لئے ہر وہ چیز پسند کرے جو وہ اپنے لئے کرتا ہے اور اپنے بھائی کے خلاف کوئی بات دل میں نہ رکھے جو اسے بھائی چارے کی حدود سے خارج کر دے۔ سیدنا انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ))[1]

"تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے کرتا ہے"۔

شماتت برتنے والا درحقیقت دشمن ہے جس نے اخوت کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے اور وہ ایک کھلے دشمن سے زیادہ مضر ہے جس کا دل کینہ وعداوت سے بھرا ہوا ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم کردہ یہ خوبصورت دعا ہمیں ہمیشہ وردِ زبان رکھنی چاہیئے:

﴿رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا---إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ﴾[2]

---

[1]۔ بخاری، صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لاخیه ما یحب لنفسه، ح:13۔

[2]۔ الحشر (59):10۔

"اے ہمارے پروردگار! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ اور دشمنی نہ ڈال"۔

درج بالا نصوص سے واضح ہوا کہ اخوت کی تاسیس میں ایک اہم رکاوٹ دلوں میں بغض اور کینہ رکھنا بھی ہے لہذا کسی صالح افراد کی محفل یا ولی کی صحبت نشینی سے اپنی تربیت کرتے ہوئے دل کی طہارت کا اہتمام کیا جائے تا کہ اخوت کی راہ میں حائل یہ رکاوٹ ختم ہو سکے۔

4۔ گوشہ نشینی:

برے لوگوں سے الگ رہیں گے تو آپ کی عقل بڑھے گی، عزت کی حفاظت ہو گی اور اللہ سے لو لگانے کا موقع ملے گا۔

سیدنا عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں:

((العزلة راحة للمومن من الخلاط السوئ))[1]

"ایک مومن بندے کے لئے تنہائی برے ساتھیوں کے مقابلے میں راحت کا باعث ہے"۔

ایک اور روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے افضل آدمی کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((مومن یجاهد فی سبیل الله بنفسه و ماله))

"وہ مومن جو اپنے مال وجان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرے"۔

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اس کے بعد کون افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((مومن فی شعب من الشعابه یتقی الله ویدع الناس من شره))

"کسی پہاڑی کی گھاٹی میں رہنے والا مومن جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرے اور لوگوں کو اپنے شر اور اذیت سے محفوظ رکھے"۔

سیدنا ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((يُوشِكُ أَنْ يَكُونَ---مِنَ الفِتَنِ))[2]

---

[1]۔ عسقلانی، احمد بن علی بن حجر، **فتح الباری** (بیروت: دار الفکر، 1415ھ) 14/114۔

[2]۔ بخاری، **صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب من الدین الفرار من الفتن**، ح:19۔

"عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جس میں ایک مسلمان کا بہترین مال اس کی بکریاں ہوں گی جن کو لے کر پہاڑوں کی چوٹیوں اور بارش برسنے کے مقامات (جہاں بکریوں کے لئے چارہ دستیاب ہو سکے) کی طرف فتنوں سے بچنے کے لئے نکل جائے گا"۔

لیکن ایک روایت اس کے برعکس مضمون کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((المسْلِمُ إِذَا كَانَ يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ خَيْرٌ مِنَ المسْلِمِ الَّذِي لَا يُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا يَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ))[1]

"جو مسلمان مل جل کر رہے اور لوگوں کی تکالیف پر صبر کرے یہ اس مسلمان سے افضل ہے جو لوگوں سے مل جل کر نہیں رہتا اور ان کی تکالیف پر صبر نہیں کرتا"۔

ان دونوں احادیث کی مطابقت کے بارے میں علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں:

"مل جل کر رہنے کے فضائل کا تعلق اطاعت آئمہ اور دینی امور سے ہے اس لئے جو اپنی معاشی ضروریات میں خود کفیل ہو اور دینی امور کی حفاظت کر سکتا ہو اس کے لئے تنہائی اور علیحدگی ہی افضل ہے بشرطیکہ دیگر مسلمانوں کے حقوق مثلاً بیمار پرسی، جنازہ میں شرکت وغیرہ کو ادا کر سکتا ہو کیونکہ اصل غرض تو فضول مصروفیات اور مجالس و محافل سے بچنا ہے جن میں قیمتی وقت صرف ہو جاتا ہے اور دل کو کامل یکسوئی حاصل نہیں رہتی۔ جبکہ اجتماعی زندگی تو کھانے اور نیند کی طرح ضرورت کے درجے میں ہے تو اسے اتنا ہی حاصل کرنا چاہیئے جس سے ضرورت پوری ہو جائے اور اس سے روح اور قلب کو راحت پہنچے"۔[2]

علامہ قشیریؒ[3] اپنی کتاب "الرسالہ" میں لکھتے ہیں:

---

[1]۔ترمذیؒ، سنن الترمذی، ابواب صفة القيامة والرقائق والورع، ح:2507۔(حدیث صحیح)

[2]۔ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، 11/ 333۔

[3]۔موصوفؒ کا نام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن ہے جو 376ھ کو نیشاپور میں پیدا ہوئے اور 465ھ کو فوت ہوئے۔ یہ بہت بڑے فقیہہ اور صوفی تھے، ان کی کئی ایک کتب ہیں جن میں "رسالہ قشیریہ" کی وجہ سے ان کو شہرت ملی۔

"خلوت میں آدمی کو یہ نیت رکھنی چاہیئے کہ وہ دوسروں کو اپنے شر سے بچانا چاہتا ہے نہ یہ کہ خود کو دوسروں کے شر سے بچانا مقصود ہو، کیونکہ پہلی صورت میں تواضع اور دوسری صورت میں تکبر پایا جاتا ہے"۔[1]

سیدنا سلمہ بن اکوعؓ سے حجاج بن یوسف نے پوچھا کہ آپ نے دوبارہ دیہاتی زندگی کیوں اختیار کر لی ہے، کیا آپ اعرابی بن گئے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اس کی اجازت دی ہے۔[2] عمومی فتنے کے زمانے میں ہر حال میں گوشہ نشینی ہی افضل ہے کیونکہ اس دور میں گناہوں میں ملوث ہونے کا شدید خطرہ رہتا ہے اور فتنہ پر سزا یا عذاب نازل ہو جائے تو صرف فتنہ پردازوں تک محدود نہیں رہتا بلکہ بے قصور اور بے گناہ بھی اس کی زد میں آجاتے ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً ﴾[3]

"اس عذاب سے بچو جو صرف مجرموں تک محدود نہ رہے گا"۔

اگر کسی آدمی کو واقعتاً اس بات کا یقین ہو جائے کہ جس شخص سے وہ بھائی چارہ قائم کرنے جا رہا ہے وہ اس کا اس قدر دشمن ہے کہ اسے ہلاک کرنے کے درپے ہے۔ اور اس کی تکلیف پر اسے خوشی ہوتی ہے۔ تو کوئی بھی ہوشمند آدمی ایسے شخص کے ساتھ اخوت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ ﴾[4]

"اور ظالموں کی طرف ہرگز نہ جھکو ورنہ تمہیں بھی آگ کا شعلہ لگ جائے گا اور اللہ کے سوا کوئی تمہارا دوسرا مددگار نہ کھڑا ہو سکے گا اور نہ تم مدد دیئے جاؤ گے"۔

اس کا یہ معنی بھی کیا گیا ہے کہ نہ انہیں بھائی بناؤ اور نہ ہی ان کی پیروی کرو اور نہ ہی ان کی طرف مائل ہو، ان کے اعمال سے راضی بھی نہ ہو، ان کی چاپلوسی بھی نہ کرو کہ ان کے کفر کا انکار نہ کر سکو۔

بہر حال ایسا ماحول، ایسی سوسائٹی اور ایسے افراد جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ میں ناپسندیدہ ہیں ان سے ہوشیار رہنا چاہیئے اور دوری اختیار کرنی چاہیئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی میٹھی میٹھی باتیں اور ان کے بظاہر اچھے سلوک سے انسان دھوکہ کھا جائے۔ یہ شرپسندوں کا دھوکہ ہے جس سے لوگوں کو جاذب نظر بنا کر اپنے

---

[1]۔ ڈاکٹر محمد یاسر المسدی، **حاسبوا انفسکم**، ص:257۔

[2]۔ ابو عبد اللہ مصطفیٰ بن العدوی، **فقه الاخلاق والمعاملات مع المومنين** (بیروت: دار المعرفۃ، 1435ھ) ص:39۔

[3]۔ الانفال (8):25۔

[4]۔ ھود (11):113۔

پھندے میں پھانسنا چاہتے ہیں تاکہ اپنے جیسوں کی تعداد میں اضافہ کر سکیں اور اپنے ارد گرد کے بگڑے ہوئے ماحول پر پردہ ڈال سکیں۔

جو لوگ بھائی کے انتخاب میں دقت نہیں کرتے اور جن کی اخوت کا معیار دُنیا ہوتا ہے وہ اخوت پائیدار نہیں ہوتی۔ کیونکہ دنیا پرست افراد کی اخوت اسباب کے ختم ہونے سے ختم ہو جاتی ہے۔

مذکورہ بالا نصوص سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ اخوت کی تاسیس میں ایک تربیتی رکاوٹ برے دوستوں کی صحبت ہے، جس کو تربیت کے ذریعہ ہی بہتر بنایا جاسکتا ہے اور اگر بہتری کی کوئی امید نہ ہو تو پھر کنارہ کشی اور گوشہ نشینی میں ہی عافیت سمجھی جائے تاکہ شر پسند بھائیوں کی موجودگی انسان کے کردار کو داغدار نہ بنادے۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ عصری معاشرت میں بالخصوص اخوت اسلامی کو اسلامی اصولوں پر فروغ دینے کے لئے لوگوں کو تربیت دینے کی بہت زیادہ ضرورت ہے، اسی تربیت کے فقدان کا نتیجہ ہے کہ جدید دور میں اخوت جیسا مقدس رشتہ ختم ہو رہا ہے لہذا اخوت کی تاسیس و تشکیل میں تربیتی پہلو سے بڑی رکاوٹیں مثلاً: یاد الٰہی سے غفلت، قطع تعلقی، بغض وحسد جیسے نمایاں رذائل اور عیوب ایسے ہیں جن کی بدولت عوام کی اسلامی تربیت نہ ہونے کی وجہ سے اخوت فروغ نہیں پارہی۔

باب چہارم

اخوت کی تاسیس اور عصر حاضر میں اس کے اثرات

فصل اول: اخوت اسلامی کی تاسیس و تشکیل کے سماجی اثرات

فصل دوم: اخوت اسلامی کی تاسیس و تشکیل کے معاشی اثرات

فصل سوم: اخوت اسلامی کی تاسیس و تشکیل کے سیاسی اثرات

فصل اول

اخوت اسلامی کی تاسیس و تشکیل کے سماجی اثرات

اللہ تعالیٰ نے نہ صرف انسانوں بلکہ تمام مخلوقات میں باہم متشابہ افراد میں اثر پذیری (ایک دوسرے کے اثرات قبول کرنا) رکھ دی ہے، جس درجہ کی مشابہت ہو گی اسی درجہ میں ایک دوسرے کے اثرات قبول کریں گے۔ اس مشابہت کو تین درجوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1. مشابہت قویہ جیسے انسانوں کی باہمی یا حیوانوں کی باہمی مشابہت۔
2. مشابہت متوسطہ جیسے انسانوں کی حیوانوں یا حیوانوں کی انسانوں سے مشابہت۔
3. مشابہت ضعیفہ جیسے انسانوں کی نباتات سے مشابہت۔[1]

اسی اصول کی بناپر انسانوں میں تاثیر اور اثر پذیری کی صفات موجود ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

((ان من الناس مفاتيحٌ للخير مغاليقٌ للشر، وان من الناس مفاتيحٌ للشر مغاليقٌ للخير))[2]

"لوگوں میں کچھ ایسے ہیں جو بھلائی کے راستہ پر گامزن کرنے کی چابیاں اور بدی کا راستہ بند کرنے والے ہیں، اور لوگوں میں سے کچھ وہ بھی ہیں جو برائی کے راستہ پر گامزن کرنے کی چابیاں ہیں اور وہ نیکی کے راستہ کو بند کرنے والے ہیں"۔

صحبت کے اثرات کے ساتھ ساتھ یہ مسئلہ بھی تمام اخلاقی فضائل میں مشترک ہے کہ اگر انسان کسی صفت سے آراستہ نہ ہو تو بظاہر ایسا رویہ اختیار کرے کہ گویا یہ صفت اُس میں موجود ہے، تو ایسا کرنے سے بتدریج یہ صفت انسان کے اندر پیدا ہو جائے گی۔ لہٰذا انسان کو صالحین کے ساتھ مشابہت و مماثلت ضرور پیدا کرنی چاہیے۔ ذیل میں اخوت اسلامی کے سماجی اثرات کی چند جھلکیاں پیش کی جاتی ہیں۔

ایمان پرور معاشرے کی تشکیل:

---

[1]۔ ابن تیمیہؒ، اقتضاء الصراط المستقیم (الریاض: مکتبۃ دارالسلام) ص:90۔

[2]۔ البانیؒ، السلسلة الاحاديث الصحيحه، ح:1332۔

اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ ہم ایسی اخوت قائم کریں جس کی بنیاد ایمان اور تقویٰ پر ہو۔ لہٰذا ایسے مومن سے مواخات کا رشتہ قائم کریں جو اللہ تعالیٰ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور روزِ قیامت پر ایمان نیز تقویٰ، خشوع اور اطاعتِ خداوندی میں آپ سے نزدیک ہو۔ کیونکہ ایسے ہی تعلقات باقی رہتے ہیں یہاں تک کہ ایسے بھائی باہم بہشت بریں میں داخل ہوں گے اور وہاں بھی اسی طرح بھائی بن کر رہیں گے جس طرح دنیا میں ایک دوسرے کے بھائی تھے۔ جن لوگوں سے اخوت کا رشتہ قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے، قرآن کریم اور احادیثِ مبارکہ میں ان کی کچھ اور خصوصیات بھی بیان کی گئی ہیں۔ سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"انسانوں کی ارواح ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھی تھیں، پس ان میں سے جس کسی کا آپس میں تعارف ہو گیا (دنیا میں) وہ آپس میں محبت کرنے لگیں اور جنہوں نے (وہاں ایک دوسرے کو) نہ پہچانا وہ دنیا میں بھی الگ تھلگ رہے"۔[1]

صحابہ کرامؓ جب مجلس نبوی میں بیٹھتے تو ایسے کہ گویا سروں پر پرندے بیٹھے ہوں اور ان کی ایمانی کیفیت بہت بلند ہو جاتی۔ مگر جب وہ اپنے اہل خانہ اور اولاد سے شریک محفل ہوتے تو یہ حالت نہ رہتی تھی۔ سیدنا ابو بکر صدیقؓ اور سیدنا حنظلہؓ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں ہوتے ہیں، جنت و دوزخ کا تذکرہ ہوتا ہے تو ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ سارا منظر ہماری آنکھوں کے سامنے ہے، مگر جونہی اس بابرکت مجلس سے اٹھ کر اپنے اہل وعیال کی مجلس میں آتے ہیں تو وہ ساری کیفیات ختم ہو کر رہ جاتی ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنْ لَوْ تَدُومُونَ عَلَى مَا تَكُونُونَ عِنْدِي، وَفِي الذِّكْرِ، لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ عَلَى فُرُشِكُمْ وَفِي طُرُقِكُمْ، وَلَكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً))[2]

"اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر میری مجلس والی حالت میں تم مسلسل رہو تو فرشتے تمہیں تمہارے بستروں اور راستوں پر آ کر سلام کرتے رہیں۔ اے حنظلہ (رضی اللہ عنہ)! یہ حالت ہر وقت نہیں رہتی"۔

انسانی زندگی پر بھائی کے اچھے یا برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جہاں صالح بھائی کی بناء پر زندگی اسلامی سانچے میں ڈھلتی ہے، وہیں برے بھائی کے ساتھ بھائی چارے کی وجہ سے انسان تعلیمات اسلامی سے روگردانی اختیار کر لیتا ہے۔

---

[1]۔ ابوداود، السنن، کتاب الادب، باب من یومر ان یجالس، ح:4834، (اسنادہ صحیح)

[2]۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب فضل دوام الذکر والفکر، ح:2750۔

نیک بھائی اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ہے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((إذا أرادَ اللهُ بالأميرِ خَيراً جعل لهُ وزيرَ صِدْقٍ: إن نَسي ذكَّره وإن ذَكَرَ أعانَهُ، وإذا أراد اللهُ به غيْرَ ذلك جعلَ له وزيرَ سوءٍ: إن نَسي لم يذكرهُ، وإن ذَكَرَ لم يُعِنْه))[1]

"جس کے لئے اللہ تعالیٰ خیر چاہتا ہے اسے نیک دوست عنایت کرتا ہے۔ اگر بھول جائے تو اسے اس کا دوست یاد دلاتا ہے اور اگر یاد آجائے تو اس کی مدد کرتا ہے"۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ ﴾[2]

"اور جو لوگ کافر ہیں وہ بھی ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تو (مومنو!) اگر تم یہ (آپس میں دوستی کا کام) نہ کروگے تو زمین میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور بڑا افساد مچے گا"۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ مومنوں کا آپس میں ایک دوسرے سے محبت واُلفت کا تعلق قائم کرنا واجب ہے۔ اسی بناء پر امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"دین کی اصل حقیقت اور اوجِ کمال یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے محبت ہو۔ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے نفرت ہو۔ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے آپس میں دوستانہ مراسم ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے دشمنیاں ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہر قسم کی عبادت ہو۔ اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کی جائے۔ اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہی سے تمام اُمیدیں وابستہ کی جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے عنایات اور سخاوتیں ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے کسی جگہ سخاوت وبخشش سے ہاتھ روکا جائے"۔[3]

اسی لئے مذہب اسلام نے روزِ اول ہی سے ہمیں اخوت کا صحیح تصور عطا کیا اور پسندیدہ صالح بھائی کی علامات بیان فرمائی ہیں۔

---

[1]۔ ابوداود، السنن، باب فی اتخاذ الوزیر، ح:2932۔ (حدیث صحیح)

[2]۔ الانفال (8):73۔

[3]۔ الدرر السنیۃ، 7/109۔

گناہوں اور جرائم سے تحفظ:

انسانی معاشرے پر اخوت اسلامی کے اچھے اثرات میں سے ایک یہ ہے کہ پورا معاشرہ گناہوں اور جرائم سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ اخوت اسلامی اور نیک بھائی کا وجود اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ہے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((إذا أرادَ اللهُ بالأميرِ خيراً جعل لهُ وزيرَ صِدْقٍ: إن نَسي ذكَّره وإن ذكَرَ أعانَهُ، وإذا أراد اللهُ به غيْرَ ذلك جعلَ له وزيرَ سوءٍ: إن نَسي لم يذكرهُ، وإن ذكَرَ لم يُعِنْه))[1]

"جس کے لئے اللہ تعالیٰ خیر چاہتا ہے اسے نیک دوست عنایت کرتا ہے۔ اگر بھول جائے تو اسے اس کا دوست یاد دلاتا ہے اور اگر یاد آجائے تو اس کی مدد کرتا ہے"۔

فاسق وفاجر بھائی کی محفل کے کئی خطرات اور مفاسد ہیں جو بعض اوقات انسان کو دین اسلام سے خارج کر دیتے ہیں اور بعض اوقات بدعات، گناہ کبیرہ اور اللہ تعالیٰ کی بغاوتوں میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ برا بھائی ہر لحاظ سے اپنے ہم نشین کے لئے نقصان دہ ہے۔ برے، غیر متمدن اور غیر مہذب احباب سے ملنا گویا اپنے نفس پر حملہ کرنا اور اس کے استقرار کو تباہ وبرباد کرنا ہے۔ برے بھائی کی صحبت ایسی ہے جیسے اپنی موت سے قبل اپنے آپ کو مارنا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِنْ كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ عَنِ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهُ وَإِذًا لَاتَّخَذُوكَ خَلِيلًا﴾[2]

"یہ لوگ آپ کو اس وحی سے جو ہم نے آپ پر اُتاری ہے بہکانہ چاہتے ہیں تاکہ آپ اس وحی کے سوا کچھ اور ہی ہمارے نام سے گھڑ لیں، تب تو آپ کو یہ لوگ اپنا دلی دوست بنا لیتے"۔

اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا﴾[3]

"اگر یہ لوگ (منافقین) تم مسلمانوں میں مل کر نکلتے تو بس تمہیں اور زیادہ خرابیوں میں ڈالتے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

---

[1]۔ ابوداود، السنن، باب فی اتخاذ الوزیر، ح:2932۔ (حدیث صحیح)

[2]۔ بنی اسرائیل(17):73۔

[3]۔ التوبۃ(9):47۔

((مَنِ التَمَسَ رِضَاءَ اللهِ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللَّهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ، وَمَنِ التَمَسَ رِضَاءَ النَّاسِ بِسَخَطِ اللهِ وَكَلَهُ اللَّهُ إِلَى النَّاسِ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ))[1]

"جس نے اللہ کی ناراضی کے بدلے لوگوں کی رضامندی چاہی، اللہ اس سے ناراض ہو گا اور لوگوں کو بھی اس سے ناراض کر دے گا۔ اور جس نے لوگوں کی ناراضی کے بدلے اللہ کی رضامندی چاہی، اللہ اس سے راضی ہو گا اور لوگوں کو بھی اس سے راضی کر دے گا"۔

شیخ عبدالرحمٰن السعدیؒ[2] لکھتے ہیں:

"شریر لوگوں کی ہم نشینی انسان کے لئے ہر لحاظ سے نقصان کا باعث ہے اور جو کوئی ان سے میل جول رکھے گا اس کے لئے بھی بری ہے، پس بہت سی قومیں اس کے سبب ہلاک ہو گئیں اور کتنے ہی لوگوں کو برے ساتھیوں نے ان کے شعوری یا لاشعوری انداز میں ہلاکت گاہوں میں دھکیل دیا"۔[3]

سعید بن مسیبؒ تو برے لوگوں کو دیکھنے سے بھی منع فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ ان ظالموں کی طرف مت دیکھو ورنہ تمہارے نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے، ان کے ساتھ میل جول میں کوئی بھلائی نہیں بلکہ بھلائی تو ان سے دور رہنے میں ہے۔[4] شیطان نے خود اللہ تعالیٰ سے کہا تھا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

﴿قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ - ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ﴾[5]

"اے اللہ میں تو گمراہ ہو چکا مگر تیرے صراط مستقیم پر بیٹھ جاوں گا اور انسانوں کو گمراہ کرنے کی خاطر ان کو ہر چہار جانب آکر ورغلاوں گا (اے اللہ) تو بھی اکثر انسانوں کو اپنا شکر گزار نہ پائے گا"۔

---

[1]۔ ترمذی، سنن الترمذی، ابواب الزهد، ح:2414۔

[2]۔ موصوفؒ سعودیہ کے شہر قصیم میں 1889ء کو پیدا ہوئے اور 1956ء کو فوت ہوئے۔ موصوفؒ مشہور مفسر قرآن اور فقیہہ تھے۔

[3]۔ السعدیؒ، بهجة قلوب الابرار، ص:68۔

[4]۔ غزالیؒ، احیاء العلوم الدین، 2/172۔

[5]۔ الاعراف (7):16،17۔

اللہ تعالیٰ نے برے لوگوں سے بدتر کوئی مخلوق پیدا نہیں کی، لہٰذا اپنی جان کے خیر خواہ کے لئے جو دنیا و آخرت میں اپنی بھلائی چاہتا ہو ایسے لوگوں کے میل جول سے بچنا لازم ہے اور اسے چاہیئے کہ وہ ان سے انتہائی دور بھاگے اور اس میں قطعاً سستی نہ کرے۔

عبید بن عمیرؒ کہتے ہیں کہ اللہ کے نبی سیدنا داود علیہ السلام یہ دعا کیا کرتے تھے:

"اے اللہ! برے لوگوں کو میرا دوست نہ بنا، ورنہ میں بھی برا آدمی بن جاوں گا"۔[1]

یہ بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ اچھے لوگوں کا خاتمہ ہو جائے گا اور برے لوگوں کا ظہور ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے۔ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک کہ 'وعول' فوت نہ ہو جائیں اور 'تحوت' عام نہ ہو جائیں۔ پوچھا گیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم! یہ کون لوگ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: 'وعول' سے مراد معزز اور اشرافیہ طبقہ ہے اور 'تحوت' سے مراد گھٹیا اور غیر معروف لوگ ہیں"۔[2]

کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ آدمی نے راہ راست پر چلنے کا ارادہ کیا مگر بدکردار اور گمراہ بھائی آڑے آگئے یوں اپنی خواہش کے باوجود ہدایت پر نہ چل سکا اور دوزخ کا مستحق بن گیا۔

عقائد و اعمال میں اصلاح و استحکام:

اسلامی معاشرے میں رشتہ اخوت سے منسلک رفقاء کے عقائد میں اصلاح و استحکام پیدا ہوتا ہے اور تردد و شک کے تمام دروازے بند ہوتے ہیں جبکہ فاسق و فاجر بھائی کی صحبت کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ وہ آپ کے صحیح اعتقادات میں شک پیدا کر دے گا اور آپ کو ان سے ہٹانے کی کوشش کرے گا۔ جیسا کہ قرآن کریم نے حساب اور عذاب کے موقع پر بری صحبت کے نقصانات اور انجام کے متعلق اس طرح فرمایا:

﴿قَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ - يَقُولُ أَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِينَ -أَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَئِنَّا لَمَدِينُونَ-قَالَ هَلْ أَنْتُمْ مُطَّلِعُونَ - فَاطَّلَعَ فَرَآهُ فِي سَوَاءِ الْجَحِيمِ- قَالَ تَاللَّهِ إِنْ كِدْتَ لَتُرْدِينِ﴾[3]

---

[1]۔ ابن مبارکؒ، کتاب الزهد، ص:74۔

[2]۔ الحاکمؒ النیسابوری، المستدرک، 4/547۔

[3]۔ الصافات (37):56-51۔

"اُن میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ دنیا میں میرا ایک دوست تھا اور (مجھ سے) کہا کرتا تھا کہ کیا تم بھی قیامت کی تصدیق کرنے والوں میں سے ہو۔ بھلا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈی ہو جائیں گے تو ہمیں ہمارے عمل کا بدلہ دیا جائے گا؟ (پھر بہشت میں اپنے ساتھیوں سے کہے گا) کیا تم لوگ بھی اسے دیکھو گے۔ یہ کہہ کر نگاہ ڈالی تو اسے بیچ جہنم میں پڑا ہوا دیکھا (یہ دیکھ کر بے ساختہ) کہے گا کہ اللہ کی قسم! قریب تھا کہ تو مجھے بھی تباہ کر دیتا"۔

لہٰذا ہمیں ہوشیار رہنا چاہیئے اور ایسے رفقاء کو بھائی بنانا چاہیئے جو اہلِ بہشت کی صفات کے حامل ہوں جنہیں لوگ ان کے ایمان اور عمل صالح کی وجہ سے پہچانتے ہوں اہلِ کفر و عذاب میں سے نہ ہوں۔ جب انسان روزِ قیامت اپنے برے بھائی کو دیکھے گا تو پشیمان ہو گا اور ایسے بھائی کی اخوت پر کفِ افسوس ملے گا۔ قرآن مجید نے اس لمحے کی اس کیفیت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

﴿قَالَ يَا لَيْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِينُ﴾[1]

"کہے گا کاش میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا یہ تو بڑا بدترین ساتھی نکلا"۔

برا بھائی اپنے ہم نشین کو گمراہی کی جانب دعوت دیتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ اس کی موافقت کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ﴾[2]

"ان اہل کتاب کے اکثر لوگ باوجود حق واضح ہو جانے کے محض حسد و بغض کی بنا پر تمہیں بھی ایمان سے ہٹا دینا چاہتے ہیں"۔

اور منافقین کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً ﴾[3]

"ان کی تو چاہت ہے کہ جس طرح کے کافر وہ ہیں تم بھی ان کی طرح کفر کرنے لگو پھر سب یکساں ہو جاؤ"۔

---

[1]۔ الزخرف(43):38۔

[2]۔ البقرۃ(2):109۔

[3]۔ النساء(4):89۔

فاسق وفاجر بھائی شکوک و شبہات پیدا کر دیتے ہیں۔ جب وہ اجتماعی طور پر کوئی کام کرتے ہیں تو بھیڑ چال مزاج کے لوگ لاشعوری طور پر ان کی تقلید کر لیتے ہیں اور ان کی فکر اور سوچ وبچار کے پہلو میں منفی اور اسلام مخالف خیالات جنم لینے لگتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمِنُوا بِالَّذِي أُنْزِلَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوا آخِرَهُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴾[1]

"اہل کتاب میں سے ایک گروہ کہتا ہے کہ اس نبی کے ماننے والوں پر جو کچھ نازل ہوا ہے اس پر صبح ایمان لاؤ اور شام کو اس سے انکار کر دو، شاید اس ترکیب سے یہ لوگ اپنے ایمان سے پھر جائیں"۔

مذکورہ بالا نصوص سے واضح ہوا کہ نیک و بد صحبت کے اثرات انسان پر ضرور اپنا رنگ چڑھاتے ہیں اور انہی محافل ومجالس کی صحبت نشینی کی بدولت رفقاءِ مجالس کے عقائد و نظریات متاثر ہوتے ہیں بلکہ بعض دفعہ تو صحبت صالح کی بدولت نسل نو کے عقائد اور سوچ وبچار کا زاویہ ہی بدل جاتا ہے اور اسی طرح فساق وفجار کی صحبت نشینی کی بدولت بھی عقائد و نظریات میں تردد اور تشکیک بلکہ انکار تک کی نوبت پائی جاتی ہے لہذا نسل نو کے اعتقادات کو گدلا ہونے سے محفوظ رکھنے کے لئے بری مجالس سے بچانا ضروری ہے تاکہ نوجوانانِ امت کے فکری زاویوں کو راہِ صواب پر چلانا آسان ہو سکے۔

نسل نو کی فکری سلامتی اور نیک چلن:

انسان قدرتی طور پر اپنے معاشرے میں رہنے والوں کی عادات، اخلاق اور اعمال سے متاثر ہوتا ہے۔ جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

((الرجُلُ على دِينِ خَليلِهِ، فلينظر أحدُكُم من يُخالِلُ))[2]

"ہر شخص اپنے دوست کی عادات واطوار اپناتا ہے لہذا تم میں سے ہر ایک کو نظر رکھنا چاہیئے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے"۔

یہ حدیث صحبت کی اثر نشینی کی حقیقت کی طرف اشارہ کر رہی ہے اور پیغام دے رہی ہے کہ آپ کی کامیابی اور تباہی نیز صالح اور بد شہرت میں آپ کی مجالس اور رفقاء کا بہت اثر ہے اس لئے ہمیشہ صحبت صالح کا انتخاب کریں تاکہ دنیاو

---

[1]۔ آل عمران (3):72۔

[2]۔ ابو داود، السنن، کتاب الادب، باب من یومر ان یجالس، ح:4833۔(اسنادہ حسن)

آخرت میں حقیقی فوز وفلاح کا حصول یقینی بنا سکیں۔ اور انکی صحبت میں رہ کر عادات واطوار میں بہتری اور حسن پیدا ہو سکے۔ امام ابن جوزیؒ[1] اپنی کتاب "صید الخاطر" میں لکھتے ہیں:

((ما رایت اکثراذی للمومن من مخالطة من لا یصلح فان الطبع یسرق----))[2]

"میں نے مومن شخص کے لئے غیر صالح آدمی کی مجلس سے زیادہ کوئی چیز نقصان دہ نہیں دیکھی۔ کیونکہ یہ طبعی امر ہے کہ فطرت عادات چوری کرنے کی عادی ہوتی ہے۔ اگر فطرت ایسا نہ کرے تو کم از کم اس کے عمل سے متاثر ضرور ہو گی، لہٰذا طبیعت کو کسی ایسے ماحول کا پابند بنانا جس سے عمل صالح کی توفیق ہو یہ اہم بھی ہے اور ضروری بھی"۔

برے بھائی انسان کو گمراہ کرتے ہیں اور بے دین بناتے ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ أَوْلِيَاءَ﴾[3]

"یہ تو چاہتے ہیں کہ تم بھی ان کی طرح کافر بن جاو پھر مساوات ہو جائے خبردار انہیں دوست نہ بنانا"۔

﴿وَلَنْ تَرْضَى عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَى حَتَّى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ﴾[4]

"یہود ونصاریٰ تو اس وقت تک آپ سے راضی نہ ہوں گے جب تک آپ ان کی اتباع نہ کر لیں"۔

نسل نو کی فکری سلامتی کے لئے ضروری ہے کہ اس کو صالحین کی محافل کا پابند بنایا جائے اور انہی کی مجالس میں اس کی کامیابی کا اسے یقین دلایا جائے اگر اس کی تربیت میں سستی کا مظاہرہ کیا گیا تو شاید وہ صحبت بد کے اثرات سے اپنے آپ کو نہ بچا سکے اور اپنی ذات سے لے کر نظریات واعتقادات کو تباہی کے دہانے پر لے جائے۔ اور پھر اس کی فکری گمراہی مزید کئی لوگوں بالخصوص اس کے پیروکار اور معتقدین کو گمراہ کرنے کا سبب بن جائے۔

عمل صالح اور کسبِ حسنات کی رغبت:

---

[1]۔ موصوفؒ کا اصل نام عبد الرحمن ہے مگر ابو الفرج اور ابن الجوزی کی کنیت سے مشہور ہیں، آپؒ 1116ء میں بغداد میں پیدا ہوئے اور 84 سال کی عمر گزار کر 1200ء میں وہیں انتقال کیا، آپؒ اپنے دور کے مشہور محدث، مورخ، فقیہ، فلسفی اور مصنف تھے۔

[2]۔ ڈاکٹر محمد یاسر، **حاسبوا انفسکم**، ص:48۔

[3]۔ النساء(4):89۔

[4]۔ البقرة(2):120۔

صلحاء کی رفاقت میں رہنے والے احباب اپنے اوپر نیکیوں کی دائمی رنگت کے آثار دیکھتے ہیں جس کی بدولت عمل صالح کرنا اور کسب حسنات ان کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہے اور اسی کی بدولت ان کی شہرت حسنہ میں اضافہ ہوتا ہے لہذا ایسے صالح اور خیر خواہ لوگوں سے ہی رشتہ مواخات میں منسلک ہونا چاہیئے جبکہ برے ہم نشین کو دیکھ لینا معصیت کو یاد کرا دیتا ہے چاہے وہ کھلی ہو یا چھپی۔ اور شیطان انسان کو گناہ کی طرف کھینچ لے جاتا ہے۔ اس طرح انحراف و گمراہی کے راستے انسان کے لئے وبال بن جاتے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ فَزَيَّنُوا لَهُمْ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ﴾[1]

"اور ہم نے ان کے کچھ ہم نشین مقرر کر رکھے تھے جنھوں نے ان کے اگلے پچھلے اعمال ان کی نگاہوں میں خوبصورت بنا رکھے تھے اور ان کے حق میں بھی اللہ کا قول ان اُمتوں کے ساتھ پورا ہوا جو ان سے پہلے جنّوں اور انسانوں کی گزر چکی ہیں۔ یقیناً وہ زیاں کار ثابت ہوئے"۔

مذکورہ بالا نص سے واضح ہوا کہ صحبت صالح کی بدولت انسان نیکی کو پسند کرنے لگ جاتا ہے اور اس کے کسب کے لئے تگ و دو کرتا ہے مگر صحبت بد کیوجہ سے انسان گناہ کو پسند کرنے لگ جاتا ہے اور اس کے کسب کی کوشش کرتا ہے لہذا نسل نو کے فکری احوال میں صحبت سب سے زیادہ موثر ثابت ہوتی ہے کیونکہ برے لوگوں کی صحبت انسان کی فکر وسوچ میں خرابیاں پیدا کرتی ہے اور نیک لوگوں کی صحبت انسان کی فکری تطہیر کا اہتمام کرتی ہے لہذا عصر حاضر میں نوجوانان امت کے فکری احوال کی درستگی کے لئے صحبت صالح کا اہتمام ضروری ہے۔

اطاعت الٰہی میں رغبت اور استقامت:

صحبت صالح کی بدولت انسان اطاعت الٰہی کو اپنی نجات کے لئے ضروری خیال کرتا ہے اور فسق وعصیان کے سرزد ہونے کو اپنے لئے ناکامی اور ہلاکت کے مترادف خیال کرتا ہے اسی لئے صلحاء سے جب کبھی گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو وہ فوراً توبہ و استغفار کی بدولت گناہ کے اثرات کو زائل کرنے کی کوشش میں ہوتا ہے مگر فاسق و فاجر بھائی آپ کے گناہوں میں مبتلا ہونے کے معاملے اور اطاعت و فرمانبرداری میں کوتاہی کو معمولی خیال کرتا ہے۔ نیز آپ کے عیب مخفی رکھے گا اور ان پر پردہ ڈالے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾[2]

---

[1]۔ فصلت(41):25۔

[2]۔ الانعام(6):68۔

"اور اگر شیطان تمہیں یہ حکم بھلادے تو یاد آنے کے بعد ظالم لوگوں کے ساتھ ہر گز نہ بیٹھنا"۔

نیز فرمایا:

﴿وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا ﴾[1]

"اور آپ اس شخص کی اطاعت نہ کریں جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور اس کا معاملہ حد سے گزرا ہوا ہے"۔

سیدنا حذیفہ بن الیمانؓ فرماتے ہیں:

"تم لوگ کچھ ایسے کام بھی کر لیتے ہو جو تمہارے نزدیک انتہائی معمولی ہیں مگر ہم دورِ نبوت میں انہیں انتہائی مہلک اور خطرناک سمجھتے تھے"۔[2]

یہی وجہ ہے کہ مغربی ممالک سے واپس آنے والے لوگوں کو یہاں کی بے دینی اور بے حیائی پر ذرا بھی تشویش نہیں ہوتی کیونکہ وہ اس سے کئی گنا زیادہ بے حیائی اور گمراہی والے معاشرہ میں رہنے کی وجہ سے اس کے عادی ہو چکے ہوتے ہیں۔ یقیناً برے ہم نشین کے ساتھ بیٹھنا محرمات اور معاصی سے خالی نہیں۔

خوشی اور غمی میں بھرپور تعاون:

دنیاوی حیات خوشحالی و تنگدستی کا مرقع ہے یہی وجہ ہے کہ کبھی کسی انسان پر آسانی اور خوشحالی کا عروج ہوتا ہے اور کبھی مصائب و مشکلات کا وہ مرکز بن جاتا ہے لہٰذا مواخات پر صحبت کے اس حالت میں بھی نمایاں اثرات ہوتے ہیں صالح بھائی اچھے اور برے وقت میں ساتھ نہیں چھوڑتے بلکہ بعض دفعہ خوشیوں میں شمولیت سے اگر سستی ہو بھی جائے تو غمیوں میں کبھی پیچھے نہیں رہتے جبکہ فاسق و فاجر بھائی مفاد پرستی اور ذاتی فوائد کو ہمیشہ ملحوظ رکھتے ہیں اس لئے خوشحالی میں وہ بھائی چارے کا احساس دلائیں گے مگر تنگدستی میں وہ ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ کیونکہ برے بھائی کے ساتھ صحبت اور بھائی چارہ ذرا سی خلاف ورزی اور مصلحت کے برعکس ہونے پر زوال پذیر ہو جاتی ہے۔ بلکہ کبھی ان باتوں کے بغیر بھی نفرت ہو جاتی ہے۔ کیونکہ موجودہ زمانے میں اکثر ایسے مکار ملتے ہیں جو اخوت کے پردے میں بھائی کی جڑیں کاٹتے اور اپنا مطلب نکالتے ہیں۔

اور اگر برے ہم نشین کی اخوت دنیا میں ہمیشہ بھی رہے تو آخرت میں بہت جلد ٹوٹ جائے گی اور دشمنی و نفرت میں بدل جائے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[1]۔ الکہف(18):28۔

[2]۔ بخاری، صحیح بخاری، كتاب الرقاق، باب العزلة راحة من خلاط السوء، ح:6494۔

﴿ وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا مَوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ﴾[1]

"(ابراہیم علیہ السلام نے) کہا کہ تم نے جن بتوں کی پرستش اللہ کے سوا کی ہے انہیں تم نے اپنی آپس کی دنیوی دوستی کی بنا پر ٹھہرالیا ہے، تم سب قیامت کے دن ایک دوسرے سے کفر کرنے لگوگے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجوگے"۔

برے پیشوا بھی اپنے پیروکاروں سے لاتعلقی کا اظہار کریں گے اور ان کے اعمال ان کے لئے حسرت بن جائیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ - وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا كَذَلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ﴾[2]

"جب پیشوا اپنے پیروکاروں سے لاتعلقی کا اظہار کریں گے اور سب کے سامنے عذاب ہو گا اور تمام وسائل منقطع ہو چکے ہوں گے۔ اور پیروکار کہیں گے کہ اے کاش ہم ان سے اسی طرح لاتعلق رہتے ہوتے جس طرح یہ آج ہم سے لاتعلقی کا اظہار کررہے ہیں۔ خدا ان سب کے اعمال کو اسی طرح حسرت بنا کے پیش کرے گا اور ان میں سے کوئی بھی جہنم سے نکلنے والا نہیں ہے"۔

مذکورہ دلائل سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ عصری معاشرت میں نیک وبد صحبت کے اثرات افراد پر لازماً مرتب ہوتے ہیں اور یہی رفاقت پھر ایثار وخود غرضی کی دو متضاد کیفیتوں کے حامل افراد کو جنم دیتی ہے۔ جن میں صحبت صالح سے مستفید ہونے والا فکری طور پر ایثار واحسان کی آغوش میں پروان چڑھتا ہے جبکہ صحبت سیئہ کی مجالس کا رسیا ذہنی وفکری طور پر خود غرضی و مفاد پرستی کی صفات بد کا متحمل ہوتا ہے جس کی بنا پر وہ مشکل وقت میں بھائی کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے جبکہ ایثار واحسان کی آغوش میں پروان چڑھنے والا اچھے اور برے وقت کا مخلص بھائی ثابت ہوتا ہے۔ گویا صحبت کے اثرات سے فکری احوال میں نمایاں تبدیلی کا مثبت یا منفی انداز میں رونما ہونا یقینی عمل ہے۔

روحانیت کا فروغ اور قلب وزبان کی پاکیزگی:

نسل نو کے بدلتے فکری احوال کی وجہ نیک وبد صحبت کے اثرات کا قلب ولسان پر ظاہر ہونا بھی ہے، نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھنے والوں کے دلوں میں تقویٰ اور اخلاص بھرپور موجود ہوتا ہے اور زبان پر ذکر الٰہی اور صداقت ہمہ تن

---

[1]۔ العنکبوت (29):25۔

[2]۔ البقرۃ (2):166-167۔

موجود رہتی ہے جبکہ برے لوگوں کی مجلس میں بیٹھنے والوں کے دل ریاکاری اور غفلت کے پردوں میں چھپے ہوتے ہیں اور زبان پر بھائیوں کے گلے شکوے اور جھوٹ کی بو موجود رہتی ہے۔ آپ ملاحظہ کرتے ہیں کہ اکثر گنہگاروں کی محفلوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں ہوتا لہٰذا یہ مجالس انہی لوگوں پر قیامت کے دن حسرت اور ندامت کا سبب بنیں گی۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

((ما مِنْ قومٍ يقومونَ مِن مجلسٍ لا يذكرونَ اللهَ فيهِ إلا قاموا عن مثلِ جيفةِ حمارٍ، وكان لهم حسرَةً))[1]

"جو قوم کسی مجلس سے اللہ کا ذکر کیے بغیر اٹھ کھڑی ہو، وہ تو ایسے ہی ہے جس طرح کہ مردہ گدھے کی لاش سے اٹھ کھڑے ہوں اور وہ مجلس قیامت کے دن ان لوگوں پر حسرت ہوگی"۔

بری صحبت اللہ تعالیٰ کی مدد سے محرومی اور نار جہنم کا باعث ہے۔ ارشاد ربانی ہے؛

﴿ وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ ﴾[2]

"اور ظالموں کی طرف ہرگز نہ جھکو ورنہ تمہیں بھی آگ کا شعلہ لگ جائے گا اور اللہ کے سوا کوئی تمہارا دوسرا مددگار نہ کھڑا ہو سکے گا اور نہ تم مدد دیئے جاوگے"۔

فاسق وفاجر بھائیوں کے ساتھ میل جول دل کے مردہ ہونے کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب ہے۔ امام ابن قیمؒ[3] نے بڑی باریک بات لکھی ہے:

"لوگوں سے زیادہ ملنے جلنے کی تاثیر یہ ہے جیسے دل لوگوں کی سانسوں کے دھوئیں سے بھر جائے حتیٰ کہ کالا ہو جائے اور ٹوٹ پھوٹ کے عمل کا سبب بن جائے اور پریشانی، غم اور کمزوری پیدا کر دے۔ اسی طرح ایسا بوجھ جسے اٹھانے سے وہ عاجز ہو یعنی برے دوستوں کی بدولت جو بوجھ پڑتا ہے، مفادات کا ضیاع اور اپنے کاموں اور معاملات میں رکاوٹ اور ان سے دوری دوستوں کے

---

[1]۔ ابوداود، السنن ،كتاب الاداب، باب كراهية ان يقوم الرجل من مجلسه، ح:4855۔

[2]۔ ھود(11):113۔

[3]۔ امام ابن قیمؒ کا پورا نام حافظ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر ہے جو کہ 691ھ کو دمشق کے گاوں میں پیدا ہوئے اور 751ھ کو دمشق میں وفات پائی۔ آپؒ امام ابن تیمیہؒ کے مشہور شاگردوں میں سے ہیں کم وبیش 28 سال ان کی رفاقت میں رہے، آپؒ کئی کتابوں کے مولف بھی ہیں جن میں بالخصوص زاد المعاد، اعلام الموقعین، الطب النبوی وغیرہ۔

مطالبات کو پورا کرنے کے لئے فکر کا تقسیم ہو جانا(جب اتنا کچھ مصیبت اور پریشانی کا سامنا ہے تو) اللہ تعالیٰ اور دار آخرت کے لئے کیا بچتا ہے؟"۔[1]

ایسے مردہ دل جنہوں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ کو چھوڑ دیا ان کے بارے میں قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ﴾[2]

"اور اس دن ظالم شخص اپنے ہاتھوں کو چبا چبا کر کہے گا: ہائے! کاش کہ میں نے رسول کی راہ اختیار کی ہوتی"۔

یہاں ظالم سے مراد ایسا شخص ہے جس نے کفر، گمراہی اور گناہ کی راہ اختیار کرکے اپنے اوپر ظلم کیا ہے۔ یہ شخص روزِ قیامت حسرت و اندوہ کے عالم میں کہے گا کہ کاش میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دکھائی ہوئی راہ اختیار کی ہوتی۔ قرآن کریم مذکورہ بالا آیت میں آگے چل کر اس افسوس کرنے والے کی زبان میں کہتا ہے:

﴿يَا وَيْلَتَى لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ﴾[3]

"ہائے میری کم بختی! کاش! میں فلاں (شخص) کو دوست نہ بناتا"۔

ابو محمد الحمیریؒ[4] وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اخوت، معاشرت اور وفاداری میں آنے والی تبدیلیوں کے حوالے سے کہتے ہیں:

"قرون اولیٰ کے لوگوں نے طویل مدت تک آپس میں دین پر معاملہ رکھا، یہاں تک کہ وقت کے ساتھ ساتھ دین کمزور پڑ گیا، پھر ان کے بعد آنے والے لوگوں نے آپس میں وفاداری کا تعلق رکھا، یہاں تک کہ وفا بھی ختم ہوگئی، پھر ان کے بعد آنے والے لوگوں نے مروّت کا تعلق رکھا، یہاں تک کہ مروّت بھی ختم ہوگئی، پھر ان کے بعد آنے والے لوگوں نے شرم و حیا کو اپنایا،

---

[1]۔ ابن القیم، ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر، **مدارج السالکین فی شرح منازل السائرین** (بیروت، دار الکتب العلمیۃ، 1414ھ) ص:454۔

[2]۔ الفرقان(25):27۔

[3]۔ الفرقان(25):28۔

[4]۔ موصوف شیعہ علماء میں نمایاں مقام کے حامل تیسری صدی ہجری کے مشہور کوفی علماء میں شمار ہوتے ہیں۔

یہاں تک کہ شرم وحیا بھی ختم ہو گئی، پھر اس کے بعد لوگ ترغیب اور ترہیب کے ذریعے آپس میں معاملہ کرنے لگے"۔[1]

مذکورہ بالا نصوص وآثار سے واضح ہوا کہ صالح بھائی کی رفاقت میں رہنے کی بدولت دل زندہ ہو جاتا ہے، اس میں تقوی واخلاص اور خیر خواہی جیسے محاسن اخلاق کی خوشبو بھر دی جاتی ہے اور زبان پر ذکر الہی جاری رہتا ہے، وہ سچائی اور حقیقت پر مبنی گفتگو سے لبریز رہتی ہے جبکہ بری رفاقت کی بدولت دل مردہ ہو جاتا ہے اور اس سے خوف خدا نکل جاتا ہے اور زبان پر جھوٹ اور منافقت سے ملاوٹ گفتگو جاری رہتی ہے۔ گویا انسان کے فکری، قلبی اور لسانی احوال کی تبدیلی میں صحبت کا بہت اثر ہوتا ہے۔ لہذا اپنے بھائیوں کی خیر خواہی اسی میں ہے کہ انہیں صحبت صالح کا پابند بنایا جائے اور خود انہیں محافل سے مستفید ہو کر فکر طہارت کی عملی کاوش کی جائے۔

برے عناصر سے بچاؤ کے وسائل کی دستیابی

صحبت صالح کی بدولت انسان اللہ تعالی سے دنیوی واخروی بھلائی کا طالب ہوتا ہے اور پھر اپنے فوائد کے حصول اور نقصانات کے ازالے کے ساتھ ساتھ اپنے دینی بھائیوں کے فوائد کے حصول اور دفع نقصانات کی بھی دعائیں کرتا ہے جبکہ صحبت بد اختیار کرنے والے شخص سے بھائی چارے سے مکمل اجتناب کرنے کی اسلام تلقین کرتا ہے کیونکہ اس سے گریز کرنے میں ہی عافیت ہے کیونکہ برے بھائیوں کی صحبت دل کو روحانی بیماریوں کا مریض بنا دیتی ہے، انسان طرح طرح کے وساوس اور اوہام میں گھر جاتا ہے۔ دل ہمیشہ مضطرب، بے کل اور بے چین رہتا ہے۔ نتیجتاً دین ودنیا دونوں برباد ہو جاتے ہیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی نے بھی فاسق قوم سے علیحدگی کی درخواست کی کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ ارض مقدس میں داخل ہو جائیں تو انہیں فتح مل جائے گی، مگر اس کے باوجود انہوں نے انکار کر دیا اور کہنے لگے:

﴿قَالُوا يَا مُوسَى إِنَّا لَنْ نَدْخُلَهَا أَبَدًا مَا دَامُوا فِيهَا فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ ﴾[2]

"اے موسیٰ! جب تک وہ وہاں ہیں ہم تو ہرگز اس شہر میں داخل نہیں ہوں گے۔ اس لئے تم اور تمہارا پروردگار جا کر ان سے لڑ بھڑ لو، ہم یہاں بیٹھے ہیں"۔

ان کی اس گستاخی اور اللہ کی نافرمانی پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے یوں دعا فرمائی:

---

[1]۔ بدران، سمیر المومنین و انیس الصالحین، ص:182۔

[2]۔ المائدۃ(5):24۔

﴿رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي وَأَخِي فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ﴾[1]

"الٰہی! مجھے تو بجز اپنے اور اپنے بھائی کے کسی اور پر کوئی اختیار نہیں، پس تو ہم میں اور ان نافرمانوں میں جدائی ڈال دے"۔

سیدنا عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمنے برے بھائی سے پناہ مانگنے کی تعلیم ان الفاظ میں دی ہے:

((اللھم انی اعوذبک من یوم السوء ومن لیلة السوء ومن ساعة السوء ومن صاحب السوء ومن جار السوء فی دار المقامة))[2]

"یا اللہ! میں اپنے گھر میں برے شب وروز، بری گھڑی، برے دوست اور برے ہمسائے سے تیری پناہ چاہتا ہوں"۔

سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک دُعا یہ بھی ہوتی تھی:

((اللھم انی اعوذبک من جار السُوء فی دار المقام، فان جار البادیة یتحول))[3]

"اے اللہ! میں قیام گاہ میں بُرے پڑوسی سے تیری پناہ چاہتا ہوں، پس بے شک جنگل کے رہنے والے کا پڑوسی پھرتا رہتا ہے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چال باز دوست سے بچنے کے لئے یہ دعا بھی تعلیم فرمائی ہے:

((اللھم انی اعوذبک من جار السوء ومن زوج تشیبنی قبل المشیب ومن ولد یکون علی ربا ومن مال یکون علی عذابا ومن خلیل ماکر عینه ترانی وقلبه یرعانی ان رأی حسنة دفنها واذا رأی سیئة اذاعها))[4]

"اے اللہ! بے شک میں تیری پناہ لیتا ہوں بُرے پڑوسی سے اور ایسے زوج سے جو مجھے بڑھاپے سے پہلے بوڑھا کر دے اور ایسی اولاد سے جو میرا آقا بن بیٹھے اور ایسے مال سے جو میرے لئے باعث عذاب بن جائے اور ایسے چال باز دوست سے جس کی آنکھیں مجھے دیکھ رہی ہوں اور اس کا

[1] ۔ المائدۃ(5):25۔

[2] ۔ البانیؒ، **السلسلة الاحادیث الصحیحه**، ح:1443۔

[3] ۔ بخاریؒ، **الأدب المفرد**، ح:117۔

[4] ۔ البانیؒ، **السلسلة الاحادیث الصحیحه**، ح:3137۔

دل میری نگرانی کرتا ہو۔ اگر وہ کوئی نیکی دیکھے تو اس کو دبادے اور اگر کوئی برائی دیکھے تو اس کو نشر کر دے"۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ عصری معاشرت میں اخوت کے رشتہ سے منسلک ہونے کے بعد نیک و بد صحبت کے اثرات سے متاثر ہونا یقینی امر ہے، مذکورہ بالا بحث سے واضح ہوا کہ نیک صحبت قلبی، لسانی، عملی اور فکری طہارت کا باعث بنتی ہے جبکہ صحبت بد انسان کی سوچ کے زاویہ کو رذائل اخلاق کی طرف لے جاتی ہے جس کی بدولت وہ ہر اعتبار سے راندہ درگاہ بن جاتا ہے۔ لہذا ہمیں سب سے زیادہ زور نیک صحبت کے اپنانے پر دینا چاہئے اور صحبت سیئہ سے ہر ممکن کوشش کر کے بچنا چاہئے تاکہ فکری احوال سلامت رہ سکیں۔

افراد معاشرہ کے علم و عمل کی اصلاح:

عصر حاضر میں اخوت کی تشکیل کے لئے بنیاد علم و تقوی ہے جو اپنے اندر کئی فوائد و ثمرات کو چھپائے ہوئے ہے انہی میں سے مواخات کا ایک اہم ثمرہ یہ ہے کہ مخلص اور صالح بھائی سے مواخات کی بدولت انسان کے دینی اور مفید علم میں اضافہ ہوتا ہے اور پھر بھائی کی رفاقت میں رہنے کیوجہ سے اگر کسی جگہ کردار میں خامی ہو تو بھائی خیر خواہی کی بنیاد پر اس کی اصلاح کر دیتا ہے گویا دینی اخوت کی بنیاد پر علم و عمل دونوں میں بہتری آتی ہے۔ نیز سچے اور مخلص بھائی کی بدولت آپ اپنے کردار اور عبادات میں پائی جانے والی غلطیوں سے واقف ہو جائیں گے۔ کیونکہ ان معاملات میں جب آپ کے اعمال اور اطوار آپ کے نیک بھائی کے ساتھ مقابلہ کریں گے تو از خود درست ہو جائیں گے کیونکہ اس کے پاس علم اور عبادات کے ساتھ لگاو ہو گا اور اس کی صحبت آپ کو اپنی خامیاں دور کرنے پر آمادہ کرے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا ابو ذر غفاریؓ سے فرمایا:

((یا اباذر! المتقون سادة والفقهاء قادة و مجالستهم زیادة))[1]

"اے ابو ذر رضی اللہ عنہ! جو پرہیز گار، بزرگوار، فقیہہ، پیشوا اور قائد ہیں، ان کی مصاحبت، علم و فضیلت میں اضافے کا سبب ہے"۔

اسی طرح نیک مجلس سے متعدد دینی اور علمی فائدے حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ سیدنا ابو جحیفہؓ کی روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدنا سلمان فارسیؓ اور سیدنا ابو الدرداؓ کے درمیان بھائی چارہ قائم کر دیا۔ ایک بار سیدنا سلمان رضی اللہ عنہ، ان کی ملاقات کے لئے گئے تو دیکھا کہ ان کی اہلیہ سیدہ اُم الدرداؓ پراگندہ حالت میں ہیں۔ انہوں نے وجہ پوچھی تو بتایا کہ سیدنا ابو الدرداؓ کو تو دنیا سے کوئی سروکار ہی نہیں۔ کچھ دیر بعد سیدنا ابو الدرداؓ تشریف لے آئے

---

[1] یزدی، محمد پیغمبر اسلام ﷺ کلمات قصار، 1/102۔

۔ کھانا تیار کیا گیا تو سیدنا ابو الدرداؓ نے کہا میں روزے سے ہوں، اس پر سیدنا سلمانؓ نے کہا: جب تک آپ نہ کھائیں گے میں بھی نہ کھاوں گا۔ اس پر سیدنا ابو الدرداؓ نے کھانا کھالیا۔ جب رات ہوئی تو سیدنا ابو الدرداؓ عبادت کے لئے کھڑے ہونے لگے تو سیدنا سلمانؓ نے فرمایا: ابھی سوتے رہو۔ پھر کچھ دیر بعد کھڑے ہونے لگے پھر انہیں سلا دیا۔ جب رات کا آخری حصہ ہوا تو سیدنا سلمانؓ نے فرمایا: اب اُٹھیے۔ پھر دونوں نے نماز پڑھی۔ پھر سیدنا سلمانؓ نے فرمایا: 'آپ پر آپ کے رب کا، آپ کی جان کا اور آپ کے اہل خانہ سب کا حق ہے۔ ہر حق دار کو اس کا حق ادا کرو' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سلمانؓ نے سچ کہا ہے۔[1]

درج بالا آثار و واقعہ سے پتہ چلا کہ مخلص اور دینی مزاج کے حامل انسان سے بھائی چارہ قائم ہونے کے بعد ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم اپنے بھائی کی ہر ممکن خیر خواہی کریں اسے دینی علم سے مستفید کریں، اس کے اعمال صالح اور سیرت و کردار پر نظر رکھیں جہاں سُقم نظر آئے وہاں اس کی عزت نفس کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی اصلاح کریں، تا وہ علم و عمل میں بہتر سے بہترین بن جائے اور دینی و دنیوی نقصانات سے بھائی کو بچا کر اسے ہر دو جہاں کے فوائد و ثمرات سے مالا مال کیا جائے۔ الغرض مواخات کا ایک اہم ثمرہ اپنے بھائی کے علم و عمل میں بہتری لانا ہے۔

ہر فرد کیلئے خیر خواہی کے جذبات:

اسلام سراسر خیر خواہی کا نام ہے۔ عصر حاضر میں اخوت کی تشکیل میں بھائی کو اپنی دعاوں میں یاد رکھنا اور اس کی خیر خواہی کرنا بھی ضروری امر ہے اور یہ ایک مخلص بھائی سے مواخات کے ثمرات میں سے عمدہ فائدہ بھی ہے کہ جو بھائی کی عدم موجودگی میں اس کی ہر ممکن خیر خواہی کرتا ہے اور اسے اپنی دعاوں میں یاد رکھتا ہے کیونکہ اچھے اور دیندار بھائی ایک دوسرے کے لئے وقتاً فوقتاً دُعائے خیر کرتے رہتے ہیں۔ لہٰذا جتنا زیادہ نیک بھائیوں سے تعلق ہوگا اتنی ہی زیادہ غائبانہ دعاوں کے مواقع ملیں گے۔ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں ایک آدمی کو تلاوت کرتے سنا تو فرمایا:

"اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے اس کی تلاوت سے مجھے چند آیات یاد آگئی ہیں"۔[2]

صالح بھائی کے دل سے ہر وقت دوسرے بھائیوں کے لئے دعا ہی نکلتی ہے۔ ایک دوسری روایت میں سیدہ عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تہجد کے لئے اٹھے تو مسجد سے سیدنا عبادؓ کی نماز پڑھنے کی آواز سنی تو پوچھا کہ کیا یہ عبادؓ ہی کی آواز ہے؟ میں نے اثبات میں جواب دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] ۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب من اقسم علی اخیه لیفطر فی التطوع، ح:1968۔

[2] ۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب الشهادات، باب شهادة الاعمی وامره ونکاحه۔۔۔، ح:2655۔

"اے اللہ! عبادؓ پر رحم فرما"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

((دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ))[1]

"مسلمان آدمی کی عدم موجودگی میں اپنے بھائی کے حق میں دعا قبول کی جاتی ہے"۔

بلاشبہ آپ نیک ہم نشینوں کی غائبانہ دعاوں سے اپنی زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی نفع حاصل کرتے رہیں گے، کیونکہ نیک بھائیوں کی یہ عادت ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لئے دعائیں کیا کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

((دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ، عِنْدَ رَأْسِهِ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ كُلَّمَا دَعَا لِأَخِيهِ بِخَيْرٍ، قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهِ: آمِينَ وَلَكَ بِمِثْلٍ))[2]

"مسلمان آدمی کی عدم موجودگی میں اپنے بھائی کے حق میں دعا قبول کی جاتی ہے۔ اس کے سر کے قریب ایک فرشتہ مقرر ہوتا ہے۔ جب بھی وہ اپنے بھائی کے لئے دعا کرتا ہے تو مقرر کردہ فرشتہ کہتا ہے آمین! اور اللہ تعالیٰ تجھے بھی اس کے مثل عطا فرمائے"۔

مذکورہ بالا روایات سے وضح ہوا کہ عصر حاضر میں اخوت کی تشکیل خیر خواہی کی بنیاد پر ہونی چاہئے جو انسان دینی و دنیوی امور میں اپنے بھائی کا خیر خواہ نہیں، اس کی عدم موجودگی میں اس کے لئے دعا گو نہیں ہوتا وہ اس سے رشتہ مواخات میں منسلک ہونے کا حامل نہیں ہے، لہذا آج کے دور میں صالح رفقاء اور بھائیوں کے نمایاں ثمرات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اپنے بھائی کے لئے خیر خواہ ثابت ہوتا ہے اور اسے اپنے دعاوں میں یاد رکھتا ہے۔ اسی طرح عصر حاضر میں اخوت کی تشکیل رضا الٰہی کی بنیاد پر ہونی چاہئے جس کی بدولت ایک انسان اپنے بھائی کے لئے ہمیشہ حوصلہ افزا گفتگو کر کے اس کی ہمت بڑھاتا ہے اور اسے احساس تنہائی کی بجائے خدائی معیت کی یقین دہانی کراتا ہے نیز نیک بھائی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں ہونے دیتے۔ سفر ہجرت کے دوران غار ثور میں جب سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے پریشانی کا اظہار کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا))

"پریشان نہ ہوں، اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے"۔

---

[1]۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء باب فضل الدعاء للمسلمین بظهر الغیب، ح:2733۔

[2]۔ ایضاً

اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ اگر کفار مکّہ جھک کر دیکھیں تو ہمیں پکڑ لیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((یا ابا بکر مَا ظَنُّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ بِاثْنَيْنِ اللَّهُ ثَالِثُهُمَا))[1]

"اے ابو بکر رضی اللہ عنہ !(پریشان کیوں ہو) آپ کا کیا گمان ہے ان دو کے بارے میں جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہے"۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے بھی جب لشکر دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم تو بس پکڑے گئے۔ تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

﴿إِنَّا لَمُدْرَكُونَ ۔ قَالَ كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ ﴾[2]

"ہم ہر گز پکڑے نہیں جاسکتے ہمارے ساتھ ہمارا اللہ ہے"۔

لوگوں سے اللہ کے لئے محبت اور اللہ ہی کے لئے نفرت کمالِ ایمان کی علامت ہے۔ سیدنا ابو امامہؓ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((مَن أحبَّ لله، وأبغض لله، وأعطى لله، ومنع لله، فقد استكملَ الإيمان))[3]

"جس نے اللہ ہی کے لئے محبت کی اور اللہ ہی کے لئے نفرت کی، اللہ ہی کے لئے دیا اور اللہ ہی کے لئے ہاتھ کو روکا، اس نے اپنے ایمان کو مکمل کر لیا"۔

عصری معاشرت میں اخوت کی تشکیل باہمی حوصلہ افزائی اور خدائی معیت کے احساس کو اجاگر کرنے پر ہونی چاہئے جس کی بدولت کوئی فرد اپنے بھائی کے لئے حوصلہ شکنی کی بجائے ہمیشہ تسلی و تشفی کا باعث بنتا ہے اور پھر اس کے ساتھ مفاد پرستی کے تعلق کو برقرار رکھنے کی بجائے رضائے الٰہی کی خاطر تعلق کو فروغ دے گا۔ گویا اخوت اسلامی کے ثمرات میں سے نمایاں فائدہ یہ ہو گا کہ بھائی کے لئے آپ کی اخوت حوصلہ افزا ثابت ہو گی۔ اسلامی اخوت جہاں دنیا میں سکون واطمینان کا باعث بنتی ہے وہاں اخروی فوائد کی بھی متحمل ہے۔ گویا فی زمانہ اخوت کی تشکیل کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ ان کی صحبت کی بدولت انسان میں اعمال صالحہ اور عقائد صحیحہ پیدا ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے وہ جنت کا حقدار بن جاتا ہے اور پھر جنت میں بھی ان کی مجلس میں حاضری کا موقع ملا کرے گا۔

---

[1]۔ بخاری، صحیح بخاری، باب مناقب المهاجرين وفضلهم، ح:3653۔

[2]۔ الشعراء(26):62-61۔

[3]۔ ابوداود، السنن ، كتاب السنة، باب الدليل على زيادة الايمان، ح:4681۔

فصل دوم

اخوت اسلامی کی تاسیس و تشکیل کے معاشی اثرات

افرادِ معاشرہ کا باہمی ایثار اور تعاون:

اخوت اسلامی کی تاسیس کے معاشی اثرات میں سے سب سے مہم ترین یہ نکتہ ہے کہ افرادِ معاشرہ کو معاشی تحفظ فراہم ہو جاتا ہے۔ انصار مدینہ نے اپنی عسرت کے باوجود مہاجر بھائیوں کا جس طرح استقبال کیا اور ان کو اپنے درمیان جگہ دی، یہ محض رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم وتربیت، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عملی نمونہ اور قوت ایمان کا ہی کرشمہ ہو سکتا ہے، اخلاق واقدار کی بلندی کے اسی اعجاز کی طرف قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے:

﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾[1]

"اور وہ اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود محتاج ہوں"۔

صحابہ کرامؓ کس قدر ایک دوسرے سے ہمدردی کا اظہار کرتے تھے، اس حوالے سے سیدنا انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ سیدنا عبد الرحمٰن بن عوفؓ (ہجرت کرکے) ہمارے ہاں تشریف لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے اور سیدنا سعد بن الربیعؓ کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا جو کہ بہت مالدار تھے۔ انہوں نے سیدنا عبد الرحمٰنؓ سے کہا: میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں اور یہ بات انصار کو بھی معلوم ہے، تو میں اپنا مال دو حصوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ ایک حصہ میرے لئے اور دوسرا آپ کے لئے۔ اور اس کے علاوہ میری دو بیویاں بھی ہیں، آپ کو ان دونوں میں سے جو زیادہ اچھی لگے میں اسے طلاق دے دیتا ہوں اور جب اس کی عدت پوری ہو جائے تو آپ اس سے شادی کر لیں۔ سیدنا عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے کہا:

((بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ))

"اللہ آپ کے گھر والوں اور آپ کے مال میں برکت دے"۔

سیدنا انسؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد سیدنا عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے گھی اور پنیر کا کاروبار شروع کیا۔ کچھ ہی عرصہ بعد ایک گٹھلی کے برابر سونا دے کر ایک انصاری عورت سے شادی بھی کر لی۔[2]

---

[1]۔ الحشر (59):9۔

[2]۔ بخاری، صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب اخاء النبی ﷺ، ح:3780 ۔

حضرت ابو طلحہؓ انصاری نے ایثار کا اعلیٰ نمونہ پیش فرمایا تھا، اس واقعے کا تذکرہ صحیحین میں اس طرح ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میں بھوک سے نڈھال ہوں۔ پس آپ نے اپنی بعض ازواج مطہراتؓ کی طرف پیغام بھیجا انہوں نے جواب دیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میرے پاس پانی کے سوا کچھ نہیں۔ آپ نے دوسری بیوی کی طرف پیغام بھیجا، اس نے بھی اس کے مثل جواب دیا حتی کہ تمام ازواج نے یہی کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا میرے پاس سوائے پانی کے کچھ نہیں۔ پس نبی اکرم ﷺ نے فرمایا آج کی رات کون ان کو مہمان بنائے گا؟ تو ایک انصاری صحابی نے کہا: یارسول اللہ میں پس وہ اسے اپنے ساتھ اپنے گھر لے گیا اور اپنی بیوی سے کہا رسول اکرم ﷺ کے مہمان کی عزت کرنا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے اپنی بیوی سے کہا: کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا نہیں صرف بچوں کے لیے کھانا ہے، اس نے کہا ان بچوں کو کسی چیز سے بہلا دو اور جب وہ رات کا کھانا مانگیں تو انہیں کسی طریقے سے سلا دینا اور جب ہمارا مہمان گھر میں داخل ہو تو چراغ بجھا دینا۔ اور اس پر ظاہر کرنا کہ ہم بھی اس کے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں۔ چنانچہ وہ سب کھانا کھانے کے لیے بیٹھ گئے اور مہمان نے کھانا کھایا اور دونوں نے رات بھوکے رہ کر گزاری جب صبح ہوئی اور وہ نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا تم دونوں نے آج کی رات اپنے مہمان کے ساتھ جو سلوک کیا اللہ تعالیٰ اس پر بڑا خوش ہوا ہے۔

صحابہ کرامؓ کی تربیت اس انداز سے ہوئی تھی کہ وہ مرتے دم تک ایثار کو ملحوظ رکھتے تھے۔ چنانچہ جنگ یرموک کے موقع پر چند زخمی صحابہؓ نے ایثار کا انتہائی اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ زخمی صحابہؓ "العطش العطش" کہہ کر پانی طلب کر رہے تھے۔ مگر جب پانی پلانے والے ان تک پہنچتے ہیں تو ہر کوئی اپنے اوپر دوسرے کو ترجیح دیتا ہے۔ اور پھر بغیر پانی حلق کے نیچے اتارے سب جام شہادت نوش فرماتے ہیں۔ آج ایثار کی شدید ضرورت ہے ملت اسلامیہ کمزور اور غیر مستحکم ہے نیز ملت کے افراد خود غرضی و مفاد پرستی کے شکار ہیں۔ امت کے افراد کو اپنے اندر ایثار جیسی اعلیٰ صفت پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَهَاجَرُواْ وَجَٰهَدُواْ بِأَمۡوَٰلِهِمۡ وَأَنفُسِهِمۡ فِي سَبِيلِ ٱللَّهِ وَٱلَّذِينَ ءَاوَواْ وَّنَصَرُوٓاْ أُوْلَٰٓئِكَ بَعۡضُهُمۡ أَوۡلِيَآءُ بَعۡضٖۚ ﴾[1]

[1]۔ الانفال (8):72۔

"جولوگ ایمان لائے اور (اپنے وطنوں سے) ہجرت کر گئے اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں کے ساتھ اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کیا وہ، اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی، وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں"۔

خلافت راشدہ کے دور میں اخوت کا ایک بہت بڑا محرک باہمی ایثار اور تعاون تھا جیسا کہ انصاریوں نے مہاجرین کے ساتھ کیا اور تاریخ میں اس جیسی کوئی مثال نہیں ملتی، پھر اسی ایثار اور تعاون کے نتیجہ میں ایک ایسی ایمانی اخوت معرض وجود میں آئی کہ مدنی اور مکی یعنی انصار اور مہاجرین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان ایسی فضا قائم ہو گئی کہ وہ خونی رشتہ داروں سے بڑھ کر ایک دوسرے کا خیال رکھنے لگے اور باہمی انس و محبت، ایثار و سخاوت، خود داری اور تعاون کا ماحول پروان چڑھنے لگا اور اسی ایثار و تعاون، خود داری اور خیر خواہی کو بنیاد بنا کر اخوت کو فروغ دینے کی آج بھی ضرورت ہے۔

آسودگی میں زینت اور معاشی مصائب میں ڈھارس:

نیک ہم نشین آسودگی میں آپ کی زینت اور ہر طرح کی مصیبت و آزمائش میں اس سے نمٹنے کے لئے آپ کو تیار کرنے کا موجب ہیں۔ ان کی آراء اور مشوروں سے آپ کا دل روشن ہو جاتا ہے۔ سیدنا عبد اللہ بن مسعودؓ ایک مرتبہ اپنے ساتھیوں کے پاس آئے اور کہنے لگے:

"تم میرے غم کا مداوا ہو"۔[1]

روایت ہے کہ صلح حدیبیہ کا معاہدہ جب پایہ تکمیل کو پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرمایا:

((قوموا فانحروا ثم احلقوا))

"تمام لوگ اپنے اپنے قربانی کے جانور ذبح کر کے احرام کھول دیں"۔

لیکن صلح کی صورت میں اس خلاف توقع اور اُمید سے برعکس حالات کی تبدیلی سے تمام صحابہ کرامؓ ششدر اور حیران و پریشان ہو چکے تھے۔ کسی نے بھی احرام نہ کھولا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمنے اس کا تذکرہ اپنی زوجہ سیدہ اُم سلمہؓ سے کیا تو انہوں نے (بڑا صائبانہ، حقیقت پسندانہ اور نفسیات کے اصولوں کے عین مطابق) مشورہ دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمہی پہل کریں، قربانی کریں اور احرام کھول دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ بھی نہ بولیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے۔ جانور ذبح کرنے کے بعد سر منڈانے کی دیر تھی کہ سارے صحابہؓ گویا گہری نیند

[1]۔ ابن حبانؒ، روضة العقلاء، ص:92۔

سے جاگ اٹھے ہوں۔ سب نے قربانی کی اور سر منڈا کر احرام کھولنا شروع کر دیا۔ سیدہ اُم سلمہؓ نے کس بہترین انداز میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پریشانی کا خاتمہ کیا۔ سیدنا عمر بن خطابؓ فرمایا کرتے تھے:

"سچے دوستوں کو منتخب کرو اور ان کی دوستی میں زندگی بسر کرو کیونکہ آسودگی میں وہ تیری زینت ہیں اور مصیبت میں وہ تیری ڈھارس ہیں"۔[1]

درج بالا روایات وآثار سے واضح ہوا کہ صالح بھائی خوشحالی اور آسودگی میں زینت کا باعث بنتے ہیں جبکہ مصیبت و غم کی گھڑی میں وہ پشت پر سہارا بن کر کھڑے ہوتے ہیں اور اپنے بھائی کو تنہا ہونے کا احساس پیدا نہیں ہونے دیتے بلکہ اس کے لئے حسب استطاعت ہر ممکن تعاون کرتے ہیں اور مشکل کے لمحہ میں حفاظتی سایہ بن کر ساتھ رہتے ہیں۔ آج کے پر فتن اور مصروف ترین دور میں اسلامی اخوت کی تشکیل کا یہ سب سے بڑا فائدہ ہے۔

افرادِ معاشرہ کا مشکوک رزق کا اجتناب:

اخوت اسلامی کے معاشی اثرات میں سے مہم ترین یہ ہے معاشرے کے افراد حرام اور مشکوک رزق سے دوری اختیار کرتے ہیں۔ اسلامی اخوت ہی انہیں اس بات کا درس دیتی ہے کہ حرام اور مشکوک رزق سے برکت اٹھ جاتی ہے، انسان کے لئے نحوست اور مصیبت کا باعث بنتا ہے، دل سخت ہو جاتا ہے، ایمان کی روشنی بجھ جاتی ہے، اللہ کا غضب اتر آتا ہے اور دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ انسان کی عظمت، کامیابی، سعادت اور توفیق کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ خبیث رزق اور ناجائز کاروبار سے رک جائے، جو مشکوک ہو اسے بھی چھوڑ دے تاکہ اپنے دین اور عزت کو محفوظ رکھ سکے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"جو مشکوک کاموں سے بچ گیا تو اس نے اپنا دین اور عزت بچا لی۔"[2]

قرآن کریم میں ارشاد ربّانی ہے:

﴿قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾[3]

"(اے رسول ﷺ) کہہ دیجئے ناپاک اور پاک برابر نہیں، خواہ ناپاک کی کثرت تجھے تعجب میں ڈالے۔ پس اللہ سے ڈرو، اے عقل والو! تاکہ تم فلاح پاؤ۔"

1۔ ابن ابی الدنیاؒ، کتاب الاخوان، ص:116۔

2۔ صحیح البخاری، حدیث نمبر:52

3۔ سورۃ المائدۃ5:100

خود آپ ﷺ شبہ کی چیزوں سے بچنے کا کس قدر اہتمام فرماتے تھے اس کا اندازہ آپ کے اس ارشاد سے ہو سکتا ہے، آپ ﷺ فرماتے ہیں:

"میں کبھی گھر والوں کے پاس جاتا ہوں اور اپنے بستر پر کوئی کھجور پڑی پاتا ہوں اور اسے کھانے کے لئے اٹھا بھی لیتا ہوں لیکن پھر مجھے اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں یہ صدقہ کی نہ ہو، اس لئے اسے وہیں ڈال دیتا ہوں۔"[1]

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ہم حرام کے کسی ایک دروازے میں پڑ جانے کے خوف سے حلال کے ستر دروازے چھوڑ دیا کرتے تھے۔"[2]

سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"تقویٰ کا کمال یہ ہے کہ رائی کے دانے کے برابر بھی گناہ سے بچے اور اپنے اور حرام کے درمیان پردہ قائم کرنے کے لئے بہت سی حلال چیزیں بھی چھوڑ دے۔"[3]

امام وہیب بن الورد کا قول ہے:

"اگر تم ستون کی طرح کھڑے ہو کر عبادت بھی کر لو تو تمہیں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا جب تک تم یہ نہ دیکھو کہ تیرے پیٹ میں کیا داخل ہو رہا ہے۔"[4]

پاکیزہ رزق نہ صرف مومن کی آبرو اور عزت ہے بلکہ عزتیں محفوظ کرنے اور شرافت بچانے کا اہم ذریعہ بھی ہے۔

سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((یا حبذا المال! اصون بہ عرضی و ارضی بہ ربی))[5]

"کتنا اچھا ہے وہ مال جس کے ساتھ میں اپنی عزت کی حفاظت کرتا ہوں اور اپنے ربّ کو راضی کرتا ہوں۔"

پرہیز گار آدمی مشکوک معاملات میں توقف کرتا ہے، جس پر دل مطمئن ہو اسے اپنا لیتا ہے اور جس پر دل مطمئن نہ ہو اسے چھوڑ دیتا ہے۔ یہی صالحین کا مذہب اور متّقین کا مسلک ہے۔

قناعت پسند معاشرے کا ظہور:

1۔ جامع العلوم والحکم، ص73

2۔ الرسالۃ القشیریۃ، ص115

3۔ مواعظ الصحابۃ رضی اللہ عنہم، ص200

4۔ حلیۃ الاولیاء، ج8، ص154

5۔ مواعظ الصحابۃ رضی اللہ عنہم، ص231

اسلامی اخوت کے اثرات میں سے ایک پاکیزہ اور سادہ زندگی، قناعت اور دُنیوی نعمتوں اور مادیات سے بے نیازی کا احساس ہے۔ "قناعت" کا اسلامی مفہوم اللہ کی عطاء پر راضی رہنا ہے خواہ وہ مادی طور پر بہت ہی کم ہو، اور دوسروں کے مال و متاع پر نظر نہ کرنا ہے، خواہ وہ مادی طور پر بہت ہی زیادہ ہو۔ قناعت اپنے موصوف کو آزاد اور باعِزت بنانے والی صفت ہے، کہ دوسرے لوگ اُس پر مسلط نہیں ہو سکتے، وہ اس لیے کہ اسے دُنیا کے معاملات کا لالچ ہی نہیں ہوتا اور جو کچھ اسے اللہ کی طرف سے ملتا ہے اس پر راضی رہتا ہے لہذا دُنیا والے اس پر مسلط ہونے کا کوئی راستہ نہیں پاتے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَى مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَى﴾(1)

"اور (اے رسول ﷺ!) دنیوی زندگی کی شان و شوکت کو آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں جو ہم نے آزمانے کے لئے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھی ہے۔ آپ کے ربّ کا دیا ہوا رزق ہی بہتر اور دیر پا ہے۔"

قناعت یعنی مقدر و مقسوم پر راضی ہونا انسان کو عزت دلاتا ہے اور اس سے معاشرتی طور پر اس کا مقام بلند ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے لئے نہ تو کسی کے سامنے دست نیاز دراز کرتا ہے اور نہ ہی اپنے تئیں پریشانی و اضطراب کا شکار ہوتا ہے بلکہ اپنے پاس موجود نعمتوں کو کافی سمجھتے ہوئے اس پر قناعت کر لیتا ہے

اگر انسان قناعت پسند ہو تو اسے ہمیشہ کے لئے عزت و وقار ملتا ہے جبکہ قناعت سے عاری لوگوں کو دُنیا کا طمع گھیرے رکھتا ہے اور دُنیا والے ان کے اس لالچ کو استعمال کر کے ان لوگوں کو استعمال کرتے رہتے ہیں۔ سادگی اور قناعت پسندی انبیائے کرام علیہم السلام کی صفت ہے۔ ہمارے پیارے رسول ﷺ نے بھی نہایت پاکیزہ اور سادہ زندگی بسر کی۔ انہوں نے اپنی تمام زندگی اسی دنیا کے سمندر میں بسر کی لیکن دنیا کے پانی کی نمی نے کبھی ان کے دامن کو تر نہیں کیا۔ آپ ﷺ کی قناعت دیکھیے کہ زندگی مُبارک میں تونگری اور عیش و آرام نظر نہیں آتا، اور نہ ہی کبھی ایسا ہوا کہ انہوں نے زندگی کی سہولت کے لیے، آرام و راحت کے لیے کسی سے سوال کیا ہو، اور نہ ہی کبھی کسی کے مال کے بارے میں خبر حاصل کرنے کی کوشش فرمائی۔ سیدہ خدیجہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کے مال سے تجارت فرمائی تو اللہ نے بہت نفع عطاء کیا لیکن آپ ﷺ نے اس مال کی طرف کبھی رغبت نہیں فرمائی، اُنہیں مال غنیمت کے خزانے ملتے تو وہ سب کا سب مال مسلمانوں میں تقسیم فرما دیتے، آپ ﷺ کے گھروں میں کھانے پینے کا معاملہ بالکل زندہ رہنے کی ضروریات کی حد تک ہی رہتا تھا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

1۔ سورۃ طٰہٰ 131:20

((ما شبع آل محمدﷺ مند قدم المدینۃ من طعام البر ثلاث لیال تباعا حتی قبض))[1]

"جب سے رسول کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے ان کے گھر والوں نے کبھی تین رات مسلسل گندم نہیں کھائی، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی۔"

رسول اللہ ﷺ چٹائی پر سوتے، ان کے مقدس جسم پر چٹائی کی بُنائی کے نشان پڑ جاتے، ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ نشان دیکھ لیے تو تڑپ اُٹھے اور اِرداہ کیا کہ آپ ﷺ کے لیے کوئی نرم و ملائم بچھونا تیار کر دیں جس پر آپ ﷺ آرام فرما ہوں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

((ما لی وللدنیا ، ما انا فی الدنیا الا کراکب استظل تحت شجرۃ ثم راح و ترکھا))

"میرا اور دُنیا کا کیا واسطہ، میں تو دُنیا میں ایک مسافر کی طرح ہوں جو کسی درخت کے نیچے سایہ اختیار کرتا ہے اور پھر اسے چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔"[2]

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدہ فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کو دیکھا کہ ایک سادہ اور پیوند لگی چادر اوڑھے ہوئے ہیں۔ میں نے سوچا کہ کتنی عجیب بات ہے کہ ایران وروم کے بادشاہوں کی بیٹیاں تو طلائی کرسیوں پر بیٹھیں اور سونے سے بنے تاروں کے لباس زیب تن کریں اور اللہ کے رسول ﷺ کی بیٹی کے پاس نہ مناسب لباس ہو اور نہ کوئی قیمتی چادر۔ میرے سوال کرنے پر آپ نے جواب دیا:

((یا سلمان! ان اللہ ذخر لنا الثیاب والکراسی لیوم آخر))[3]

"اے سلمان(رضی اللہ عنہ)! اللہ تعالیٰ نے قیمتی لباسوں اور طلائی تختوں کو ہمارے لئے روز قیامت کے لئے ذخیرہ کر لیا ہے۔"

یہ واضح ہو کہ اس کا معاملہ صرف دُنیاوی راحتوں اور دُنیاوی معاملات کے لیے ہے، دینی معاملات اور دین کی خدمت اور سربلندی کے لیے، خیر اور نیکی کے کاموں کے لیے دُنیاوی مال و اغراض کے حصول کی کوشش قناعت کے خلاف نہیں، اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ دِلوں کے احوال خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ کون کس لیے کیا کر رہا ہے۔ پس نیک نیتی سے دین کے کاموں میں، ان کاموں کی تکمیل کے لیے دُنیاوی اسباب کی کثرت کے لیے کام کرنا "قناعت" کے خلاف نہیں سمجھا جا سکتا، قناعت نفس کی آزادی، عِزت اور راحت و سکون کی راہ ہے، قانع یعنی قناعت اختیار کرنے والا مُسلمان نفسی طور پر امن، راحت اور اطمینان کی حالت میں رہتا ہے، اور دُنیا کے لالچ میں رہنے والا ہمیشہ دُنیا کے

---

1 ۔ کتاب الزھد والرقاق، حدیث نمبر:2970

2 ۔ صحیح ابن حبان

3 ۔ بحار الانوار، ج8، ص303

حصول کی کوششوں میں ہی غرق رہتا ہے اس کے نفس کو سکون و راحت سے کچھ میل نہیں ہوتا۔ محمد راجی قمی لکھتے ہیں:

خواہی کہ رودکا تو پیوستہ زپیش
باید کہ شود قناعتت ہر دم بیش
روزی حلال جوی و آب رخ خویش
برباد مدہ برائے زنان اے درویش[1]

"اے درویش! اگر تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے کاموں میں ہمیشہ ترقی پاؤ تو تمہیں چاہیئے کہ ہر وقت زیادہ سے زیادہ قناعت کو اپناؤ، نیز حلال روزی تلاش کرو، اپنی آبرو کی حفاظت کرو اور اسے برباد نہ ہونے دو۔"

ابن سنانؒ کا بیان ہے کہ امام جعفر بن محمد الصادقؑ نے ہم سے یہ حدیث بیان فرمائی:

((شرف المومن قیام اللیل و عزه استغناوه عن الناس))[2]

"مومن کا شرف رات کو اللہ کی عبادت کرنے میں اور اس کی عزت لوگوں سے بے نیاز ہونے میں ہے۔"

راشدؒ نے کتاب "المسار" میں لکھا ہے کہ جس آدمی کے پاس تین سو ساٹھ روٹیاں، ایک بوتل زیتون اور ایک ہزار چھ سو کھجوریں ہوں اسے کوئی غلام نہیں بنا سکتا۔[3] قناعت پسندی میں عزّت اور طمع ولالچ میں خواری ہے، لہٰذا انسان کو چاہیئے کہ اپنی عزت سے بنا کر رکھے اور خواری کا طلب گار نہ بنے۔

دُنیا سے بے رغبتی اور سیر چشمی:

اخوتِ اسلامی کے معاشی اثرات میں سے ایک اثر یہ ہے کہ افرادِ معاشرہ میں زہد و استغناء، دنیا سے بے رغبتی اور سیر چشمی کی صفات عالیہ پیدا ہو جاتی ہیں۔۔ زہد کا مقصد یہ ہے کہ انسان دنیا سے کوئی قلبی لگاؤ نہ رکھے۔ جو شخص دوسروں کے مال و منال پر نظر رکھتا ہے اور حرص و طمع اسے مال کی زیادتی پر ابھارتی ہے وہ لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے۔ اس لئے کہ حرص و طمع ذلت کا سبب ہے اور اس سے نجات، عزت اور محبوبیت کا باعث ہے۔ جو شخص دوسروں کی چیزوں سے بے نیاز ہو، وہ عزت دار اور بارعب زندگی گذارتا ہے اور جس کا دل دوسروں کی چیزوں میں الجھا ہوا ہو، وہ ذلت اور اہانت کی زندگی بسر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ﴾[4]

1۔ گنجینۂ نصائح، ج1، ص183

2۔ الکافی، ج2، ص148

3۔ لا تحزن، ص173

4۔ سورہ طٰہٰ 131:20

"آپ ہرگز اپنی نظریں اس چیز کی طرف نہ اٹھائیں جس سے ہم نے ان میں سے کئی لوگوں کو بہرہ مند کر رکھا ہے۔"

واقعات ہجرت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے سراقہ بن مالک کو معاف فرما دیا تو سراقہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو تعاون کی پیشکش کرتے ہوئے عرض کی: "یہ میرا ترکش ہے آپ (بطور علامت) جتنے چاہیں تیر لے لیجئے اور میرے اُونٹ اور بکریاں فلاں جگہ پر آپ ﷺ کو ملیں گے، اپنی ضرورت کے مطابق ان میں سے لے لینا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لا حاجۃ لی فیھا))[1]

"مجھے ان کی ضرورت نہیں۔"

اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ جب ایک مسلمان لوگوں کے مال سے کنارہ کش رہتا ہے تو لوگ اس سے محبت کرتے ہیں اور جب اس کی نظر دوسروں کے اموال پر ہوتی ہے تو لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں۔ سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے کوئی ایسا عمل بتلایئے جو مجھے اللہ تعالیٰ اور لوگوں کی نظر میں مقبول و محبوب بنا دے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ازھد فی الدنیا یحبک اللہ و ازھد فی ما فی ایدی الناس یحبک الناس))[2]

"دُنیا سے بے رغبتی اور زہد اختیار کر لو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا اور لوگوں کے مال و دولت سے نظریں پھیر لو تو لوگوں کی نگاہ میں محبوب بن جاؤ گے۔"

رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ مسلمانوں کو ایسے کاموں سے دوری کی ترغیب دی جو ان کی عزت نفس کو برباد کرتے ہوں۔ لوگوں سے بے نیازی ہی ایک مسلمان کے لئے سرمایۂ عزت و سربلندی ہے۔ رسول کریم ﷺ ایک جملہ میں اس حقیقت کو یوں بیان فرماتے ہیں:

((لیس الغنیٰ عن کثرۃ العرض ولٰکن الغنیٰ غنی النفس))[3]

"بے نیازی دولت کی کثرت سے نہیں بلکہ حقیقی بے نیازی ضمیر کی بے نیازی ہے۔"

سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ انسان کی عزت کس بات میں ہے۔ آپ نے فرمایا:

((استغنائہ عن الناس))[4]

1۔ صحیح مسلم، حدیث نمبر:2009

2۔ الترغیب والترہیب، ج4، ص74

3۔ نہج الفصاحۃ، حدیث نمبر:2382

4۔ وقائع الایام خیابانی، ص88

"انسان کی عزت اس میں ہے کہ لوگوں سے بے نیاز رہے۔"

روایات میں ہے کہ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ایک دعا پڑھا کرتے تھے، اس کے بارے میں جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ کی یہ دعا آسمانوں میں بھی معروف ہے۔ دعا کے الفاظ یہ ہیں:

((اللهم انی اسئلک الامن والایمان بک والتصدیق بنبیک والعافیۃ من جمیع البلاء والشکر علی العافیۃ والغنی عن شرار الناس))[1]

"اے اللہ! میں تجھ سے امن کا، ایمان کا، تیرے نبی (ﷺ) کی تصدیق کا، ہر بلا سے عافیت اور عافیت پر شکر ادا کرنے کا اور برے انسانوں سے بے نیازی کا سوال کرتا ہوں۔"

امام علی بن موسیٰ الرضاؒ کے ایک صحابی احمد بن محمد بن ابی نصر نے آپ سے عرض کیا: میں آپ پر قربان جاؤں، اسماعیل بن داؤد کے نام میرے لئے سفارشی تحریر عنایت فرما دیجئے تاکہ وہ مجھے (مالِ دُنیا سے) بے نیاز کر دے۔ امام نے فرمایا:

"مجھے اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ اس سے اور اس جیسے کسی سے کوئی چیز طلب کرو، میرے مال پر تکیہ کرو اور خود کو بے نیاز کرلو۔"[2]

سیدنا جبریل علیہ السلام، سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے "خلیل" بننے کی خوشخبری لے کر نازل ہوئے تو ان کے پوچھنے پر اس اعزاز کے عطا ہونے کی یہ وجہ بیان فرمائی:

((لانک لم تسال شیئاً قط ولم تسال قط فقلت: لا))[3]

"اس لئے کہ آپ کسی سے کچھ مانگتے نہیں اور آپ سے کوئی مانگے تو منع نہیں کرتے۔"

رسول کریم ﷺ اگر چاہتے تو اپنے لئے دُنیا کی ہر زیب وزینت جمع فرما لیتے لیکن آپ ﷺ نے اپنے لئے زہد کو پسند فرمایا اور دُنیا میں ایک مسافر کی طرح زندگی گزارنے کا اُسوہ پیش کیا۔ حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں:

"مومن کا احترام نمازِ شب اور اس کی عزت لوگوں سے بے نیازی میں مضمر ہے۔"[4]

---

1 - الکافی، ج2، ص97

2 - وسائل، ج6، ص215

3 - بحارالانوار، ج12، ص182

4 - الکافی، ج۳، ص218

جس انسان کا دل اللہ کے ساتھ بندھا ہوا ہو اور اللہ سے اُمید لگائے بیٹھا ہو، اللہ ہی سے اپنی مرادیں مانگتا ہو اور اللہ کے علاوہ کسی اور پر بھروسہ نہ رکھتا ہو، اس کے لیے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں کافی ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ﴾(1)

"کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟"

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾(2)

"جو شخص اللہ پر بھروسہ کرے گا اللہ اس کے لیے کافی ہو گا۔"

انصار مدینہ رضی اللہ عنہم میں سے چند افراد رسول کریم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم ایک حاجت لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا تو عرض کرنے لگے کہ ہماری حاجت بہت بڑی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری حاجت خواہ کتنی ہی بڑی ہو پیش کرو۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ہمارے لئے اللہ کے حضور جنت کے ضامن بن جائیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ کچھ دیر سوچتے رہے پھر فرمایا:

"میں اس شرط پر جنت کی ضمانت دیتا ہوں کہ ساری زندگی کسی سے کچھ نہ مانگو گے۔"

آپ ﷺ کے اس فرمان پر انہوں نے پوری طرح عمل کیا، یہاں تک کہ اگر سفر کے دوران ان کے ہاتھ سے چابک گر جاتا تو وہ اپنے دوسرے ساتھی کو چابک اٹھانے کے لئے نہ کہتے بلکہ خود سواری سے اتر کر اسے اٹھاتے اور دوبارہ سوار ہو جاتے اور اگر دستر خوان پر بیٹھے ہوتے تو کسی سے پانی نہ مانگتے بلکہ خود ہی اٹھ کر پی لیتے۔(3)

سیدنا عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (دنیا کے مال و متاع میں رغبت کرنے سے خبردار کرتے ہوئے) فرمایا:

"اللہ کی قسم! مجھے اس بات کا اندیشہ نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے، لیکن مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دی گئی ہیں، پس مجھے تمہارے متعلق اندیشہ ہے کہ تم اس پر باہم مقابلہ بازی کرو گے (اس میں شدید رغبت کرنے لگو گے)۔"(4)

1۔ سورۃ الزمر 36:39

2۔ سورۃ الطلاق 3:65

3۔ وسائل، ج ۶، ص 307

4۔ صحیح البخاری، حدیث نمبر: 1279

در حقیقت زہد سے متصف ہوئے بغیر لوگوں کے قلوب متوجہ ہو ہی نہیں سکتے، جس میں بھی ذرا برابر لالچ کا شبہ ہو تو دینی منصب کی عزت بھی داغ دار ہو جاتی ہے۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک شخص، آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ مجھے مختصر الفاظ میں نصیحت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((علیک بالایاس مما فی ایدی الناس و ایاک والطمع فانہ فقر حاضر و ایاک وما یعتذر منہ))[1]

"جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے اعراض کرو، حرص و طمع سے بچو کیونکہ یہ نقد محتاجی ہے اور اس کام سے بچو جس کے بعد معذرت کرنی پڑے۔"

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے فرزند محمد حنفیہ رحمہ اللہ سے فرمایا:

((فان احببت ان تجمع خیر الدنیا و الآخرۃ فاقطع طمعک ما فی ایدی الناس))[2]

"اگر دُنیا و آخرت کی خیر چاہو تو لوگوں کے پاس موجود مال کو لالچ کی نگاہ سے نہ دیکھو۔"

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ایک موقع پر صلاۃ بن عمرو کا یہ شعر پڑھا:

وذقت مرارۃ الاشیاء جمعا
فما طعم امر من السؤال[3]

"اور میں نے چیزوں کی کڑواہٹ کو ایک ساتھ چکھا مگر سوال (مانگنے) سے زیادہ کڑواہٹ کسی چیز کی نہیں۔"

روح کی بے نیازی، بلند ہمتی، قناعت اور پرہیز گاری کا جذبہ انسان کو لالچ کا غلام بننے سے بچاتا ہے اور دوسروں کے مال و ثروت پر نظر رکھنا باعث ذلت و رسوائی بھی ہے اور روحی و وجدانی عذاب کا سبب بھی۔ زُہد سے متصف ہوئے بغیر لوگوں کے قلوب متوجہ ہو ہی نہیں پاتے۔ جہاں ذرا سا لالچ کا شبہ ہوا دینی منصب کی عزت داغ دار ہو جاتی ہے اور جب استغناء ہوتا ہے تو یہی دُنیا جس کے دیدار کے لئے در در کی ٹھوکریں کھائی جاتی ہے، زاہد کے قدموں میں آکر گرتی ہیں اور وہ اس سے بے نیازی کے ساتھ آگے چل دیتا ہے۔

افراد کا اپنی محنت کی کمائی سے استفادہ کرنا:

1۔ المستدرک، حدیث نمبر: 7928

2۔ من لا یحضر الفقیہ، ج4، ص 31

3۔ البغیۃ العلیا فی ادب الدنیا والدین، ص 302

اخوت اسلامی میں انسانی عظمت، عزت اور وقار کو بڑی اہمیت دیتا ہے اور کوئی بھی ایسی حرکت اور طریقہ جس کو اختیار کرنے سے انسان کی عزت نفس پر حرف آئے اور وہ دیگر لوگوں کے سامنے بے وقعت ہو جائے ہر گز پسندیدہ نہیں سمجھتا۔ ہاتھ سے کما کر کھانے میں عزّت بھی ہے اور خودداری بھی۔ خواہ اس کا تعلق زراعت اور تجارت سے ہو یا صنعت و حرفت سے، ہاتھ کی کمائی میں اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہے اور اس سے انسان کی عزت و آبرو باقی رہتی ہے، جبکہ ہاتھ پھیلانے سے عزت نفس آہستہ آہستہ مر جاتی ہے، اس کا ضمیر ملامت کرنا چھوڑ دیتا ہے اور یوں گداگری کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے، نتیجتاً خودداری و غیرت کے اوصاف ختم ہو جاتے ہیں۔

رسول کریم ﷺ نے قسم اٹھا کر اس بندے کی تعریف فرمائی جو جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتا ہے اور انہیں اپنی پیٹھ پر لاد کر بازار میں فروخت کرتا ہے اور تنگ دست ہونے کے باوجود لوگوں سے سوال نہیں کرتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((والذی نفسی بیدہ لان یاخذ احدکم حبلہ فیحتطب علی ظھرہ خیر لہ من ان یاتی رجلا فیسالہ اعطاہ او منعہ))(1)

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم میں سے اگر کوئی رسی لے کر اس میں لکڑیوں کا گٹھا باندھے اور اسے اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے، تو یہ دوسرے کے پاس جا کر سوال کرنے سے بہتر ہے۔ (معلوم نہیں) وہ اسے دے یا نہ دے۔"

ایک اور مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ بندے کی عزت و آبرو کو قائم رکھتا ہے۔ روایت کے الفاظ ہیں:

((فیاتی بحزمۃ الحطب علی ظھرہ فیبیعھا، فیکف اللہ بھا وجھہ، خیر لہ من ان یسال الناس، اعطوہ او منعوہ))(2)

"اگر کوئی لکڑیوں کا گٹھا اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے اور اسے فروخت کرے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی عزت و آبرو قائم رکھے تو یہ اس کے لئے سوال کرنے سے بہتر ہے کہ لوگ اسے دیں یا نہ دیں۔"

حصول رزق کے لئے رسول اللہ ﷺ کا گلہ بانی کی طرف متوجہ ہونا آپ ﷺ کے اعلیٰ اوصاف کا مالک ہونے کی نشاندہی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بلند ذوق اور نازک احساسات سے آراستہ فرمایا تھا۔ آپ ﷺ کے چچا جناب ابوطالب آپ ﷺ کے حقوق اور ضروریات کی مکمل نگہداشت کرتے تھے اور ایک مشفق باپ کی طرح آپ ﷺ

1۔ سنن النسائی، حدیث نمبر: 2542

2۔ بحارالانوار، ج43، ص66

کے ساتھ محبت و شفقت کا مظاہرہ کرتے تھے لیکن جب آپ ﷺ نے محسوس کیا کہ میں محنت و مشقت کر سکتا ہوں تو گھریلو اخراجات پورے کرنے کے لئے اپنے چچا کا معاون بن کر خود کو کام کاج میں لگا دیا۔

ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ کو جب خبر دی گئی کہ شہر کے تین جوان گوشہ نشین ہو گئے ہیں اور انہوں نے شادی نہ کرنے، لذیذ خوراک نہ کھانے اور آبادیوں سے دور رہنے کی نذر مان لی ہے، گویا راہبانیت اختیار کر لی تھی۔ آپ ﷺ معمول کے خلاف مسجد میں تشریف لائے، آپ ﷺ اس قدر تیز تیز قدموں سے چل رہے تھے کہ ردا دوش مبارک سے اتر گئی۔ آپ ﷺ نے سیدنا بلال بن رباح رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ لوگوں کو بلاؤ۔ سب لوگ اپنی اپنی مصروفیات ترک کر کے مسجد میں حاضر ہوئے تاکہ معلوم کریں کہ کیا مسئلہ ہے۔ آپ ﷺ منبر کی طرف بڑھے اور پہلی سیڑھی ہی پر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! میں جو آپ کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، میرے گھر میں بیویاں ہیں اور لذیذ خوراک بھی کھالیتا ہوں اور معاشرے میں باہمی زندگی گزارتا ہوں۔ یہ میری سنت اور روش ہے۔ جو بھی اس سے ہٹ کر زندگی گزارے گا وہ میرا نہیں ہے اور اس کا میرے ساتھ کوئی واسطہ نہیں۔"(1)

آپ ﷺ نے انہیں ایک کامیاب اور مناسب زندگی کا سلیقہ سکھایا تاکہ معاشرے کے کارآمد فرد بن کر رہیں اور اپنے ہاتھ کی کمائی سے آبرومندانہ زندگی بسر کر سکیں۔ سعید بن عمیرؒ اپنے چچا سیدنا براء رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: کوئی سی کمائی زیادہ پاکیزہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((عمل الرجل بیده و کل کسب مبرور))(2)

"کسی شخص کا اپنے ہاتھ سے کوئی کام کرنا اور ہر وہ کمائی جو جائز طریقہ سے ہو۔"

ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی ہدیہ بھیجا۔ انہوں نے اسے واپس کر دیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ واپس کیوں کیا؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے کہ آپ ﷺ ہی نے تو ارشاد فرمایا تھا کہ ہمارے لئے یہی بہتر ہے کہ کسی سے کوئی چیز نہ لیا کریں۔ آپ ﷺ نے سمجھایا کہ اس سے مانگ کر نہ لینا مراد ہے، جب بغیر مانگے کوئی چیز ملے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

((اما والذی نفسی بیده لا اسال احدا شیئا، ولا یاتینی شی ء من غیر مسالة الا اخذته))(3)

1۔ عوامل کنترل غرائز، ص 61

2۔ مستدرک الوسائل، ج 2، ص 77

3۔ صحیح الترغیب والترهیب، حدیث نمبر: 846

"اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اب کبھی کسی سے کوئی چیز نہ مانگوں گا اور بلا طلب ملے گی تو اس کو قبول کر لوں گا۔"

اسی حوالے سے دیوانِ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے چند اشعار کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

"آدمی کی قدر و قیمت کا اندازہ صرف اسی بات سے لگایا جاتا ہے کہ وہ اپنے نفس کو (بلندیوں اور پستیوں میں سے) کہاں قرار دیتا ہے۔ پس تمہیں چاہیئے کہ لوگوں میں اعلیٰ مراتب حاصل کرو اور حلال طریقے سے روزی کمانے میں کوشاں رہو تا کہ ہر جانب سے تم پر رزق کی فراوانی ہو۔ یہ بھی تم پر لازم ہے کہ تم اپنی آبرو کی حفاظت کرو اور اسے ہاتھ سے جانے نہ دو اور نہ ہی پست لوگوں سے فضل اور مرغوب چیزوں کی توقع رکھو۔"[1]

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جب کوفہ کو دارالخلافہ قرار دیتے ہوئے کوفہ پہنچے تو سب سے پہلے مسجد میں تشریف لے گئے۔ آپ نے دیکھا کہ لوگوں کا ایک گروہ مسجد کے ایک کونے میں بیٹھا ہے۔ آپ نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ بتایا گیا: یہ رجال الحق (حق کا ساتھ دینے والے خاصان خدا) ہیں۔ آپ نے پوچھا: رجال الحق سے تمہاری کیا مراد ہے؟ لوگوں نے بتایا: یہ مسجد میں تشریف لاتے ہیں اور بس ہر وقت مصروف عبادت رہتے ہیں، اگر کھانے کے لئے کچھ مل جائے تو کھالیتے ہیں، اگر نہ ملے تو صبر کرتے ہیں۔ یہ بات سن کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حیوانات اور پھر حیوانات میں سے خصوصاً کتّا بھی تو اسی طرح کرتا ہے کہ کچھ مل جائے تو کھالیتا ہے ورنہ بیٹھا رہتا ہے۔ پھر آپ نے تازیانہ منگوایا اور ان کی طرف بڑھے، ان کے سروں پر تازیانے لگائے اور انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اُٹھو عبادت سے فارغ ہو کر مسجد سے نکلو اور کام کرو، کسب معاش کرو، کچھ معاشی مصروفیت اپناؤ۔[2]

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"جب تم کسی مال دار سے دوستی کرو، تو اگر تم اپنا مرتبہ اس کی نگاہ میں برقرار رکھنا چاہتے ہو تو اس سے سوال مت کرو، کیونکہ سوال سائل کے چہرے پر ایک بدنما داغ ہوتا ہے اور جسے کوئی چیز دی جائے اور وہ اسے قبول نہ کرے تو دینے والے کے دل میں یہ عزت والا ہو کر بڑا بن جاتا ہے۔"[3]

انبیائے کرام علیہم السلام نے ہمیشہ محنت اور مشقت کو ہی اختیار فرمایا۔ سیدنا داؤد علیہ السلام کی محنت و مشقت تو ضرب المثل ہے، سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کپڑے کی تجارت اختیار فرمائی، سیدنا سلیمان علیہ السلام کھجور کے پتوں سے زنبیل بنا کر فروخت کرتے۔ رسول کریم ﷺ نے ابتدائی حیات میں گلہ بانی کی پھر تجارت کا پیشہ اختیار فرمایا۔ انبیائے کرام علیہم السلام تو

---

1 ۔ دیوان علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ص 118

2 ۔ داستانہائے معنوی، ص 294

3 ۔ تنبیہ المغترین، ص 151

اللہ تعالیٰ کی جانب سے انسانیت کی تعلیم وتربیت پر مامور ہوتے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے خود اپنے ہاتھ سے رزق کما کر اپنی اُمتوں کے سامنے مثال قائم فرمائی اور انہیں باوقار زندگی گزارنے کے رنگ ڈھنگ سکھائے اور یہ پیغام دیا کہ بزرگ اور آزاد لوگ اگر زندگی میں کبھی شکست سے دوچار ہو جائیں اور مالی تنگی میں پڑ جائیں تو کبھی محنت ومشقت اور کوشش کرنے سے گریز نہیں کرتے جبکہ فرومایہ اور پست لوگ ہمیشہ دوسروں پر بوجھ بنتے ہیں۔ ناصر خسروؒ کا قول ہے کہ "گر کار کنی عزیز باشی" اگر کام کروگے تو عزت پاؤ گے۔ کوشش کرنی چاہیئے کہ سخت سے سخت حالات میں بھی بہترین انداز میں اپنی آبرو کی حفاظت کی جائے۔

معاش کے حوالے سے شیطانی وساوس کا خاتمہ:

نیک بھائیوں کی ہم نشینی شیطانی وساوس اور تکالیف سے بچنے کے لئے ایک مضبوط قلعہ ہے۔ اس کے برعکس برے رفقاء کی محفل ان شیطانوں کا ٹھکانہ ہوتی ہے جو انسان کو گمراہ کن افکار کا نشانہ بنا دیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((فعليك بالجماعةِ فإنَّما يأكُلُ الذّئبُ القاصِيَةَ))[1]

"جماعت کے ساتھ مل کر رہو کیونکہ بھیڑیا دور ہٹی ہوئی بکری کو ہی کھاتا ہے"۔

جس طرح اہل خیر کی رفاقت میں شیطان سے حفاظت ہوتی ہے اسی طرح فرشتوں کا ساتھ بھی نصیب ہوتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اہل ایمان کی صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

﴿الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَى جُنُوبِهِمْ ﴾[2]

"جو اللہ کا ذکر کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر لیٹے ہوئے کرتے ہیں"۔

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذکر کرنے والوں کے اجر کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

((لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُونَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ، وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمِ السَّكِينَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ))[3]

"کوئی قوم ایسی نہیں جو بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتی ہو مگر ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینت اترتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فرشتوں میں ذکر کرتا ہے"۔

---

[1]۔ ابوداود، السنن ،کتاب الصلاۃ، باب التشديد فی ترک الجماعة، ح:547۔

[2]۔ آل عمران(3):191۔

[3]۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن وعلی الذکر، ح:2700۔

مذکورہ نصوص سے واضح ہوا کہ نیک بھائی اپنے رفیق کو ہمیشہ شیطانی چالوں سے بچانے کی کوشش کرتا ہے اور رحمانی پناہ میں رکھنے کی حفاظتی تدابیر کی رہنمائی کرتا ہے۔ گویا عصر حاضر میں اخوت کی تشکیل کا ایک روحانی اور مادی فائدہ یہ ہے کہ اپنے بھائی کو شیطان اور شیطان نما انسانوں کے شر سے بچا کر فرشتوں کی معیت کا حامل بنایا جائے۔

فصل سوم

اخوت اسلامی کی تاسیس و تشکیل کے سیاسی اثرات

ہر چیز اپنا اثر ضرور دکھاتی ہے۔ دریا کے کنارے کچھ وقت گزارا جائے تو مزاج میں رطوبت پیدا ہو جاتی ہے۔ آگ کے پاس بیٹھیں تو مزاج میں جھنجھلاہٹ اور گرمی پیدا ہو جاتی ہے، جب بے شعور اور بے جان چیزیں اثر کرتی ہیں تو جاندار کا اثر کیوں نہیں ہو گا۔ نیک لوگوں کا ہم نشین ان سے متاثر ضرور ہوتا ہے۔ علماء تربیت کے ہاں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ انسان کسی کو نمونہ بنانے سے، گفتگو اور نصیحت کی نسبت جلد متاثر ہوتا ہے۔

ایک دانشور کا قول ہے کہ تم مجھ کو اپنے ہم جلیس کا حال بتاؤ تو میں تم کو بتا دوں گا کہ تم کون ہو اور کیا ہو۔ کیونکہ بہادروں کی صحبت بزدلوں کے دلوں میں بھی شجاعت پیدا کر دیتی ہے۔ اسی طرح دوسری صفات کا حال ہے کہ صحبت اپنا اثر کیے بغیر نہیں رہتی۔

صحبت کے اثرات کی معمولی سی جھلک اس واقعے میں بھی دیکھی جا سکتی ہے جس میں قریش مکہ کے اپنی عورتوں پر حاوی رہنے کا ذکر ہے۔ جس کی وجہ سے ان کی بیویاں پلٹ کر جواب دینے کی جرأت نہ کرتی تھیں۔ جبکہ انصار مدینہ کی عورتیں اپنے آپ کو برابر کی چوٹ سمجھتیں اور مردوں کو ترکی بہ ترکی جواب دے دیا کرتی تھیں۔ جس کی دیکھا دیکھی قریشی عورتوں نے بھی اپنے مردوں کو پلٹ کر جواب دینا شروع کر دیا۔ واقعہ یوں ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ کی بڑی خواہش تھی کہ سیدنا عمرؓ سے اس آیت کریمہ کا شان نزول معلوم کریں، جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا ﴾[1]

"(اے نبی کی دونوں بیویو!) اگر تم دونوں اللہ کے سامنے توبہ کر لو تو بہت بہتر ہے، یقیناً تمہارے دل جھک پڑے ہیں"۔

جب انہوں نے سیدنا عمرؓ سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم قریش والے اپنی عورتوں پر حاوی رہتے تھے، جب ہم مدینہ آئے تو یہاں کی عورتیں اپنے مردوں پر حاوی نظر آئیں جن کو دیکھ کر ہماری عورتوں نے بھی انصار کی عورتوں کا رنگ پکڑنا شروع کر لیا۔ ایک دن میں اپنی بیوی کو ڈانٹنے لگا تو اس نے مجھے ترکی بہ ترکی جواب دیا، جس سے مجھے شدید حیرت ہوئی۔ اس پر میری بیوی بولی کہ آپ کو یہ حیرت کیوں ہو رہی ہے، اب تو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی برابر جواب دیتی ہیں۔ اس واقعہ کو پڑھنے کے بعد معاشرتی اثرات اور رفقاء و احباب کے عادات و خصائل

---

[1]۔ التحریم (66):4۔

کے سرایت پذیر ہونے سے انکار ممکن نہیں ہو سکتا۔ ذیل میں اخوت اسلامی کے چند سیاسی اثرات کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

آئمہ مسلمین اور رعایا کی خیر خواہی

اخوت اسلامی کے سیاسی اثرات میں سے ایک اثر یہ ہے کہ افرادِ معاشرہ میں اپنے سیاسی راہنماؤں نیز رعایا کی خیر خواہی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ بھائی کی خیر خواہی یہ ہے کہ آدمی کو وہ چیز بری محسوس ہو جو بھائی کے لئے نقصان دہ ہو، خواہ وہ اسے برا سمجھے یا نہ سمجھے۔ اسی طرح جو چیز بھائی کے لئے مفید ہو وہ اسے خوشی فراہم کرے خواہ بھائی اس پر خوش ہو یا ناخوش۔ خیر خواہی اپنے بھائی سے سچی محبت اور بے لوث اخوت کا ثبوت ہے۔ اس کا اثر صرف فرد ہی پر نہیں بلکہ پورے معاشرے پر پڑتا ہے۔ خیر خواہی سے ہی معاشرہ درست ہوتا ہے، نیکی تمام ہوتی ہے، برائی چھپ جاتی ہے، انصاف پھیل جاتا ہے اور ظلم ختم ہو جاتا ہے۔ سلیم الطبع اشخاص کو قوت اور غلبہ حاصل ہوتا ہے اور باطل پرست رسوا ہو جاتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا اسْتَنْصَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ، فَلْيَنْصَحْ لَهُ))[1]

"جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی سے خیر خواہی کا طلب گار ہو تو وہ اس کی خیر خواہی کرے"۔

سیدنا تمیم داریؓ کا بیان ہے کہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((الدِّينُ النَّصِيحَةُ، قُلْنَا:لِمَنْ؟ قَالَ:لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ))[2]

"دین خیر خواہی کا نام ہے۔ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین بار فرمائی۔ ہم نے عرض کیا: (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) یہ خیر خواہی کس کے لئے ہے؟ ارشاد فرمایا: یہ خیر خواہی واسطے اللہ تعالیٰ کے ہے اور اس کی کتاب کے لئے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اور مسلمانوں کے آئمہ (حاکموں، عالموں) کے لئے اور سب مسلمانوں کے لئے ہے"۔

سیدنا جریرؓ روایت کرتے ہیں:

---

[1]۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب، هل یبیع حاضر لباد بغیر اجر، ح:2157۔

[2]۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان الدین النصیحة، ح:55۔

((بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ))[1]

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اور میں نماز قائم کروں گا، زکوٰۃ ادا کروں گا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات سنوں گا، اطاعت کروں گا اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کروں گا"۔

بھائیوں کی خیر خواہی یہ بھی ہے کہ انہیں نیکی کا حکم دیا جائے اور برائی سے روکا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾[2]

"مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں۔ نیکی کا حکم دیتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے"۔

حیوانات بھی ایک دوسرے کی خیر خواہی کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ ﴾[3]

"ایک چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیو! اپنے اپنے گھروں میں گھس جاؤ، ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں سلیمان (علیہ السلام) اور ان کا لشکر تمہیں روند ڈالے"۔

ایک چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں کی خیر خواہی کی تو اللہ تعالیٰ اتنے خوش ہوئے کہ اس کا تذکرہ قرآن کریم میں فرمادیا اور ایک سورۃ کا نام بھی اس کے نام پر رکھ دیا۔ اسی طرح ایک انسان اگر اپنے بھائی کی خیر خواہی کرے گا تو اللہ تعالیٰ کو یہ بات کتنی پسند ہو گی۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"خير الناس من ينفع الناس"۔[4]

---

[1]۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب، هل يبيع حاضر لباد بغير اجر، ح:2157۔

[2]۔ التوبۃ(9):71۔

[3]۔ النمل(27):18۔

[4]۔ علی المتقی، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، ح:37640۔

"انسانوں میں سب سے بہتر انسان وہ ہے جو دوسرے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے"۔

درج بالا روایات وواقعات سے واضح ہوا کہ عصر حاضر میں علاقائی، قومی اور سیاسی سطح پر اسلامی اخوت کو فروغ دینے والے موثر کن عوامل میں سے ایک خیر خواہی ہے جس کے مثبت اثرات تاریخ میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔ لہذا ہمیں بھی آج اسی نسخہ کیمیا کو اپنا کر اللہ کی رضا کے حصول کے لئے ہر ایک کی جیسے ممکن ہو اس کی موجودگی وعدم موجودگی میں بھرپور خیر خواہی کرنی چاہیئے۔ تاکہ قرون ثلاثہ کی یاد کو تازہ کیا جاسکے۔

عذر قبول کرنا اور چشم پوشی:

لغزش اور خطا کی بنا پر دوسروں سے معذرت چاہنا اور دوسروں کی معذرت خواہی کو قبول کرنا اخوت کا نقطہ کمال ہے۔ اخوت اسلامی کا ایک اہم ترین اثر یہ ہے کہ افراد معاشرہ ایک دوسرے کا عذر قبول کرتے ہیں نیز دوسروں کی خطاؤں سے چشم پوشی کرتے ہیں۔

نہایت خلوص کے ساتھ زبان سے نکلے ہوئے معذرت کے الفاظ دوسرے کے دل میں جادو کی طرح اثر کر جاتے ہیں اور ایک ہی جملے سے بد دلی دور ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ہر انسان سے غلطی سرزد ہو سکتی ہے۔ البتہ بہتر انسان وہ ہے جس کی غلطیاں کم اور لغزشیں محدود ہوں۔ ایک عرب شاعر نے کہا ہے:

ومن ذ االذی ترضی سجایاہ کلھا   کفی المرء نبلا ان تعد معائبہ[1]

"ایسا انسان کہاں پیدا ہوتا ہے جس کے تمام خصائل پسندیدہ ہوں۔ ایک انسان کے شریف ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ اس کے عیبوں کو شمار میں لایا جاسکے"۔

اسی طرح اگر آپ سیاسی پارٹیوں اور حکمرانوں میں کوئی لغزش دیکھیں یا اس میں کوئی عیب آپ کو نظر آئے یا اس سے کوئی برائی سرزد ہو تو فوراً ہی اس پر ملامت کی بوچھاڑ کرنے کی بجائے صبر اور چشم پوشی سے کام لیں اور اس کی لغزش سے درگزر کریں اور ان کی اصلاح کی کوشش کریں۔ سیدنا عباس بن عبد المطلبؓ نے ایک بار (سفر کے دوران) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دیکھتا ہوں کہ یہ لوگ اپنے طرز عمل سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچاتے ہیں اور ان کا غبار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اذیت کا باعث ہے۔ پس اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک خیمہ میں تشریف رکھیں جہاں یہ لوگ حاضر ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی بات سنیں اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1]۔ حسین بن محمد راغب اصفہانی، **محاضرات الادبا و محاورات الشعرا والبلغا**، (مصر، المکتبۃ العامرۃ، 1326ھ) ص:212۔

"میں ہمیشہ ان لوگوں کے درمیان اسی طرح رہوں گا کہ یہ مجھے گھیرے رہیں، میری چادر کھینچتے رہیں اور ان کا غبار مجھے تکلیف پہنچاتا رہے تا آنکہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی آغوش رحمت میں ڈھانپ لے"۔[1]

اسی طرح غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانے والے منافقین آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ آ کر مختلف عذر پیش کرتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی باتیں قبول کرتے رہے، ان سے بیعت لی اور ان کے لئے بخشش کی دعا بھی فرمائی، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے خبث باطن کا علم تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے باطن کا معاملہ اللہ کے سپرد فرمادیا۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ صرف ایسے لوگوں سے چشم پوشی کرنا مروّت ہے جو انصاف پسند ہوں۔ دوسری جانب خود غرض اور موقع پرست لوگوں سے چشم پوشی اور تغافل مروّت ہے نہ خوبی، بلکہ یہ رسوائی اور کمزوری ہے۔ ایسا کرنا انہیں بھی غلط خصائل کا رسیا بنانے، مفت خوری کی عادت ڈالنے اور برائی میں مدد کرنے کے مترادف ہے۔

مذکورہ بالا روایات وآثار سے واضح ہوا کہ علاقائی اور قومی سطح پر اخوت کو فروغ دینے کے اسباب میں سے اپنے بھائیوں کی معذرتیں قبول کرنے اور ان کی خطاوں وزیادتیوں پر صرف نظر کرنا اہم سبب ہے۔ لہذا عصر حاضر میں اگر ہم واقعتاً مواخات کو فروغ دینا چاہتے ہیں تو پھر ہمیں انتقام کی روش کو چھوڑ کر عفوودرگزر کو اپنانا ہوگا تاکہ احسان وایثار اور چشم پوشی کی بدولت لوگوں کے دلوں میں محبت والفت پیدا کی جاسکے۔

حسب استطاعت باہمی تعاون:

تعاون زندگی کی ایک بنیادی ضرورت ہے۔اخوت اسلامی کے ثمرات میں سے ایک یہ ہے کہ افراد معاشرہ دیگر شعبوں کی طرح سیاسی میدان میں بھی باہمی تعاون کرتے ہیں۔ درحقیقت کسی بھی فرد کے لئے اکیلے ہی زندگی کا بوجھ اٹھانا ممکن نہیں اور پھر بھائی تو انسان کے لئے ایسے ہوتے ہیں جیسے بدن کے لئے روح۔ لہٰذا انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنے بھائی کی ہر قدم پر دامے، درمے، سخنے مدد کرے، خواہ وہ غائب ہو یا حاضر۔ ہر وقت اپنے بھائی کی مدد کے لئے تیار رہنا چاہیئے تاکہ اسے مدد اور تعاون کا احساس رہے۔ اگر ایسا کیا تو اخوت کا حق ادا کیا اور حرمتِ اُخوت کی پاسداری کی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ﴾[2]

---

[1]۔ ابن ابی شیبہؒ، **المصنف فی الاحادیث والآثار**، 13/257۔

[2]۔ المائدۃ(5):2۔

"اور تم نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((المسْلِمُ أَخُو المسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ، وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللّٰهُ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً، فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ القِيَامَةِ))[1]

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔نہ وہ اس پر ظلم کرتا ہے،نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے۔جو شخص اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجتیں پوری فرماتا ہے۔جو کسی مسلمان کی پریشانی دور کرے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی ہولناک پریشانیوں میں سے ایک بڑی پریشانی اس سے دور فرمادے گا"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

((مَنْ كَانَ مَعَهُ فَضْلُ ظَهْرٍ، فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا ظَهْرَ لَهُ، وَمَنْ كَانَ لَهُ فَضْلٌ مِنْ زَادٍ، فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا زَادَ لَهُ))[2]

"جس آدمی کے پاس اضافی سواری ہو وہ اسے اس شخص کو دے دے جس کے پاس سواری نہ ہو، اور جس کے پاس کھانے پینے کا اضافی سامان ہو وہ اسے اس آدمی کو دے دے جس کے پاس کھانے پینے کا سامان نہ ہو"۔

سیدنا ابو سعید خدریؓ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سواری اور کھانے پینے کے سامان کے علاوہ اور بھی کئی چیزوں کا ذکر فرمایا یہاں تک کہ ہم نے یہ سمجھا کہ ضرورت سے زیادہ کسی بھی چیز پر ہمارا حق نہیں ہے۔

سب سے زیادہ اہمیت کی حامل مدد وہ ہے جو بھائی کی غیر حاضری میں کی جائے، کیونکہ ایسی مدد چاپلوسی اور دکھاوے سے پاک ہوگی۔تعاون کی ایک صورت یہ ہے کہ جب آپ کا بھائی اپنے جائز کام کے لئے سفارش کا محتاج ہو تو اس کے حق میں سفارش ضرور کی جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا وَمَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِنْهَا ﴾[3]

---

[1]۔بخاری، صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب لایظلم المسلم---، ح:2442۔

[2]۔قشیری، صحیح مسلم، کتاب اللقطة، باب استحباب المواساة بفضول المال، ح:1728۔

[3]۔النساء(4):85۔

"جو شخص نیک بات کی سفارش کرے تو اس کو اس (کے ثواب) میں سے حصہ ملے گا اور جو بری بات کی سفارش کرے اس کو اس (کے عذاب) میں سے حصہ ملے گا"۔

سیدنا ابو موسیٰ اشعری ؓ کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کوئی سائل آتا یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی کام طلب کیا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے:

((اشْفَعُوا تُؤْجَرُوا، وَيَقْضِي اللَّهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ))[1]

"سفارش کرو، تمہیں بھی اجر ملے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی جو چاہے گا فیصلہ فرمائے گا"۔

خاص طور پر موجودہ دور میں جب لوگ اپنے ذاتی اغراض و مقاصد کے لئے ناجائز سفارشیں کرتے ہوں اور مستحق لوگوں کا حق چھین کر غیر مستحق لوگوں کو دلواتے ہوں اور حق والے کو بغیر سفارش کے حق ملنا مشکل ہو تو ایسے میں اس کا حق دلوانے کے لئے اس کے حق میں سفارش ضرور کرنی چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ نے تعاون کو تمام مخلوقات کی فطرت میں گوندھ دیا ہے، خواہ وہ بڑی ہو یا چھوٹی۔ چیونٹیوں کی مثال ہمارے سامنے ہے، وہ کس طرح اپنی خوراک اکٹھی کرنے میں اور دشمنوں کے مقابلے میں تعاون اور اتحاد کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ انسان کو جو صاحب عقل و شعور ہے، تعاون کے باب میں سب سے بڑھ کر ہونا چاہیئے۔

ہر ایسا ضرورت مند بھائی جس کو آپ فائدہ پہنچا سکتے ہوں، خواہ وہ آپ کے سامنے خواہش کا اظہار نہ بھی کرے، اسے بے دریغ فائدہ پہنچائیں اور آپ کے دل میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی سے بھی معاوضے کا خیال تک نہ آئے۔ گویا مقامی و قومی سطح پر اخوت کو فروغ دینے والے اسباب میں سے ایک اہم سبب باہمی تعاون بھی ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنے رفقاء کو خوشی و غمی میں حسب استطاعت تعاون کی یقین دہانی ضرور کروانی چاہئے۔ اور بالخصوص آلام و مصائب کے موقع پر انہیں اکیلے ہونے کا احساس نہیں ہونے دینا چاہئے۔

سیاسی معاملات میں حسن ظن:

بھائیوں کے مابین زندگی کے مختلف شعبوں میں حسن ظن، حسن عبادت میں سے ہے۔ اس سے اخوت کی لذت کا ادراک ہوتا ہے، ارواح میں امتزاج پیدا ہوتا ہے اور دل ایک دوسرے کے قریب ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی اخوت اسلامی کے اثرات میں سے ہے کہ افراد معاشرہ آپس میں باہمی حسن ظن کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ کوئی

---

[1]۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب الزکوۃ، باب التحریض علی الصدقة والشفاعة فیها، ح:1432۔

آپ سے حسن ظن رکھتا ہو تو آپ کو اس کی توقعات پر پورا اترنا چاہیئے تا کہ وہ مایوس نہ ہو، اس کے جذبات تبدیل نہ ہوں اور اس کے دل سے آپ کی محبت زائل نہ ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

((حُسْنُ الظَّن مِن حُسْنِ العِبادَة))[1]

"نیک گمان رکھنا حسن عبادت سے ہے"۔

اسی طرح قرآن کریم میں گمان بد سے بچنے کا حکم دیا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ﴾[2]

"اے ایمان والو! بہت سی بدگمانیوں سے بچو، بعض بدگمانیاں یقیناً گناہ ہیں"۔

بھائیوں سے متعلق اس وقت تک بات کرنے سے بچنا چاہیئے جب تک ان کے ماخذ کے صحیح ہونے کا یقین نہ ہو۔ زمانۂ قدیم میں یہ صورتحال رہی ہے کہ سنی سنائی بات پر یقین بڑی غلط فہمیوں کا سبب بنا، جس کی وجہ سے قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ ایسے معاملات میں ایک مومن کا رویہ کیسا ہونا چاہیئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ ﴾[3]

"مومنو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو (اس سے پہلے کہ اس پر یقین کر لو) کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو نادانی سے نقصان پہنچا دو اور پھر تمہیں اپنے کئے پر نادم ہونا پڑے"۔

بھائی سے بدگمان ہونے کی بجائے غلطی کی تحقیق کر کے اسے نصیحت کرنی چاہیئے۔ عام الوفود میں عرب کے بہت سے لوگ مسلمان ہو کر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بعض دوسرے مسلمان تو نہ ہوئے لیکن آ کر صلح کا معاہدہ کر گئے۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرامؓ کے درمیان تشریف فرما تھے کہ اہل صدف کا وفد آ پہنچا۔ وفد دس سے چند اوپر سواروں پر مشتمل تھا۔ وہ آئے اور سلام کیے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: 'کیا آپ مسلمان ہیں؟' وہ بولے: 'جی ہاں' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: 'پھر سلام کیوں نہیں کیا؟' اس پر وہ فوراً کھڑے ہوئے اور کہا: 'یا نبی اللہ!

[1]۔ ابوداود، السنن، کتاب الادب، باب فی حسن الظن، ح:4993۔ (اسنادہ ضعیف)

[2]۔ الحجرات (49):12۔

[3]۔ الحجرات (49):6۔

السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا: 'وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، تشریف رکھیں' وہ بیٹھ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اوقاتِ نماز کے متعلق پوچھنے لگے۔[1]

سیدنا ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الحَدِيثِ، وَلَا تَحَسَّسُوا، وَلَا تَجَسَّسُوا، وَلَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا))[2]

"گمان بد سے بچو کیونکہ گمان بد دروغ ترین گفتار ہے۔ اور خبریں نہ نکالا کرو۔ اور کھوج نہ کیا کرو۔ اور رہو بدی پر اکسایا نہ کرو۔ اور آپس میں حسد نہ کیا کرو اور نہ آپس میں بغض رکھو اور نہ ایک دوسرے کی غیبت کرو اور اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاو"۔

سعید بن مسیبؒ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطابؓ نے فرمایا:

"تمہیں چاہیئے کہ ایسا سچا دوست تلاش کرو جس کے سائے میں زندگی بسر کر سکو۔ کیونکہ دوست خوشحالی کے وقت زینت اور تنگی کے وقت اُمید ہوتا ہے اور اپنے دوست کے متعلق ہمیشہ اچھا گمان رکھو۔ حتیٰ کہ تمہارا اچھا گمان بدگمانی پر غالب آجائے۔ اور اپنے دشمن سے دور رہو اور دوستوں میں سوائے امانت دار کے سب سے ڈرتے رہو۔ اور امانت دار وہی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو اور کسی فاجر کی صحبت اختیار نہ کرو ورنہ تم بھی فسق وفجور میں مبتلا ہو جائو گے"۔[3]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ))[4]

"آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کہہ ڈالے"۔

انسان کو اس معاملے میں بہت احتیاط سے کام لینا چاہیئے کہ وہ معاشرے میں عام کردہ معلومات پر اندھا یقین نہ کرے اور درست معلومات کی بنیاد پر ہی کوئی فیصلہ کرے۔ ان دلائل سے واضح ہوا کہ مقامی اور قومی سطح پر اخوت کے فروغ کے لئے باہمی مثبت رویہ اور سوچ کو اپنانا لازمی ہے کیونکہ حسن ظن سے ہی الفت ومحبت کے ساتھ مواخات کا تسلسل

---

[1]۔ ابن سعد، طبقات الکبریٰ، 1/329۔

[2]۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ما ینهی عن التحاسد والتدابر، ح:6064۔

[3]۔ الشامیؒ، صالح احمد، مواعظ الصحابة رضی الله عنهم، (بیروت، المکتب الاسلامی للطباعۃ والنشر، 1426ھ) ص:177۔

[4]۔ قشیری، صحیح مسلم، باب النهی عن الحدیث بکل ما سمع، ح:5۔

برقرار رہ سکتا ہے لہذا ہمیں اپنے بھائیوں اور رفقاء کے ساتھ ہمیشہ ہر معاملے میں مثبت اور حسن ظن سے کام لینا چاہئے۔

حمایتِ حق کے جذبات کی بیداری:

اخوت اسلامی کا یہ اثر بھی ہوتا ہے کہ نیک اعمال کی جانب رغبت بڑھ جاتی ہے اور حمایتِ حق کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ نیز اگر اخوان اہل باطل میں سے ہوں تو اس کا سب سے بڑا سیاسی اثر یہ پڑتا ہے کہ انسان حق سے روگردانی اختیار کر لیتا ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ روم کے بادشاہ ہرقل کا اسلام لانے کا ارادہ تھا اور اس کی شدید تمنا اور خواہش تھی کہ کاش دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر قدم بوسی کا شرف حاصل کرے لیکن اس کے برے ہم نشین اور اہل مجلس اس کی خواہش کے برعکس اس کی گمراہی اور کفر کا سبب بن گئے۔ روایات میں ہے کہ قریش کے تجارتی قافلے کے سربراہ ابوسفیان سے سوال وجواب کے بعد اس نے کہا:

> "مجھے یقین تھا کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آنے والا ہے مگر یہ معلوم نہ تھا کہ وہ عرب سے ہوگا۔ اگر مجھے علم ہوتا کہ میں ان تک پہنچ پاؤں گا تو محنت ومشقت کے پاپڑ بیل کر بھی ان سے ملاقات کرنا پڑتی تو ضرور کرتا اور اگر میں ان کے پاس پہنچ پاتا تو ان کے پاوں ضرور دھوتا"۔

اس کے بعد ہرقل نے روم کے تمام سرکردہ لوگوں کو حمص میں واقع اپنے محل میں بلایا اور تمام دروازے مقفل کر کے بالاخانے سے نمودار ہو کر کہا:

> "اے اہل روم! اگر تم کامیابی، بھلائی اور اپنا ملک برقرار رکھنا چاہتے ہو تو آؤ اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کر لیں"۔

اسے سنتے ہی تمام لوگ وحشی گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف لپکے مگر وہ تو پہلے ہی سے بند تھے۔ ہرقل نے دیکھ کر اندازہ لگا لیا کہ ان لوگوں کے دل میں ایمان سے کتنی نفرت ہے۔ وہ ان کے ایمان لانے سے مایوس ہو گیا جس پر اس نے ان تمام لوگوں کو دوبارہ بلوایا اور کہا:

> "میں تمہاری اپنے مذہب پر پختگی اور مضبوطی جانچنا چاہتا تھا جس کا مجھے بخوبی اندازہ ہو گیا ہے"۔

یہ سن کر سب خوشی سے جھوم اٹھے اور اس کے سامنے سجدے میں گر گئے۔ یہ ہرقل کے آخری حالات تھے۔[1]

[1]۔ بخاریؒ، صحیح بخاری، کتاب الایمان، ح:8۔

صحبت صالح کی طرح صحبت بد بھی اپنے نمایاں اثرات رکھتی ہے کیونکہ بری محفل، مجلس اور برے بھائیوں کے اثرات جو کسی کو بھی تباہ و برباد کر سکتے ہیں۔ پھر محفل کے اثرات صرف انسانوں سے منتقل نہیں ہوتے بلکہ حیوانوں اور جانوروں کے اثرات بھی انسانی طبائع میں منتقل ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں اس کا واضح اشارہ موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((رَأْسُ الْكُفْرِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ، وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي أَهْلِ الْخَيْلِ وَالْإِبِلِ، وَالْفَدَّادِينَ أَهْلِ الْوَبَرِ، وَالسَّكِينَةُ فِي أَهْلِ الْغَنَمِ))[1]

"کفر مشرق سے پھیلے گا اور فخر و تکبر گھوڑے اور اونٹ رکھنے والوں میں زیادہ ہوتا ہے اور بکریاں رکھنے والوں میں مسکینی اور عاجزی ہوتی ہے"۔

اونٹ چلتے وقت سر اکڑا کر چلتا ہے جس سے اس کے مالک اور رفیق و ہم نشین میں بھی یہ وصف پیدا ہو جاتا ہے، اس کے برعکس بکری مسکین طبع ہوتی ہے اور اپنے ساتھ رہنے والوں میں مسکنت، عاجزی اور تواضع ہی کے اوصاف پیدا کرتی ہے۔ اسی طرح خچر اور کتے پالنے والے کے اخلاق و عادات پر ان جانوروں کی عادات کے کچھ اثرات محسوس کیے جا سکتے ہیں۔ اس کے برعکس گھریلو جانوروں میں بھی انسانوں والے اخلاق کے اثرات مثلاً اُنس، میل جول اور تابعداری وغیرہ پائے جاتے ہیں۔

ایک مرتبہ سیدنا عمر بن خطابؓ ایک ترکی گھوڑے پر سوار ہوئے جو اکڑ کر چلنے لگا۔ اس پر آپ نے اسے مارنا شروع کر دیا مگر وہ بدستور اکڑ کر چلتا رہا جس پر آپ اس سے اتر پڑے اور کہنے لگے کہ تم لوگوں نے مجھے ایک شیطان پر سوار کر دیا تھا۔ میں اس لئے اس سے اتر پڑا کہ اس کی یہ حرکت مجھے عجیب محسوس ہوئی۔[2]

در حقیقت اس ترکی گھوڑے کی اکڑ اور اس کی چال سے سیدنا عمرؓ کے صاف و شفاف دل پر تکبر کے منحوس اثرات ظاہر ہونے لگے جس پر آپ فوراً اس سے اتر گئے۔

اسی طرح اس ارشاد باری تعالیٰ پر غور کیجئے، فرمایا:

﴿لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظُلِمَ﴾[3]

"اللہ تعالیٰ مظلوم کے علاوہ بری بات پھیلانے کو پسند نہیں فرماتا"۔

مفسرین کرامؒ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ کسی بھی برائی کا بار بار سننا اس کی شدت کو کم کر دیتا ہے۔

---

[1] ۔مالک بن انس، الموطا، کتاب الاستئذان، باب ماجاء فی امر الغنم، ح:15۔

[2] ۔ابوعبداللہ مصطفیٰ بن العدوی، فقه الاخلاق والمعاملات مع المومنین، ص:23۔

[3] ۔النساء(4):148۔

صحبت کی تاثیر سے متعلقہ یہ واقعہ بھی قابل غور ہے جو ایک تابعی عمران بن حطان کے متعلق ہے۔ عمران بن حطان نے اپنی چچازاد بہن سے شادی کی جو بہت خوبصورت تھی مگر خارجی مذہب سے تعلق رکھتی تھی۔ اس نے اسے بھی خارجی نظریات کا قائل کر دیا اور وہ اعلانیہ اور کھلم کھلا سیدنا علی بن ابی طالب علیہ السلام پر لعن طعن کرنے لگا۔ حتیٰ کہ جب بد بخت ابن ملجم نے سیدنا علی بن ابی طالب علیہ السلام کو شہید کیا تو اس نے ابن ملجم کی شان میں قصیدہ کہہ ڈالا۔[1] ایک صنف نازک کے ایک تابعی پر اثرات سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بد کردار اور بے دین لوگوں کی صحبت کس طرح برے اور بھیانک اثرات ڈال کر دوسروں کو دین سے دور کر سکتی ہے۔

اسی طرح اگر اخوان نیک ہوں تو اس کا مثبت اثر سیاسی معاملات پر بھی پڑتا ہے۔ نیک بھائی کے علم، عبادت، دعوت اور کردار کا یہ اثر ہو گا کہ اپنے نفس اور عمل کے متعلق آپ کے اندر جو خود پسندی پائی جاتی ہے، وہ دور ہو جائے گی۔ اور علم حاصل کرنے کا شوق، عبادات کا اہتمام اور دیگر نیک اعمال میں آپ کی رغبت بڑھ جائے گی۔ سیدنا عمر بن خطابؓ نے ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ترغیب پر اپنا نصف مال پیش کر دیا مگر جب سیدنا ابو بکرؓ کو دیکھا کہ وہ سارا ہی مال لے آئے ہیں تو انہیں احساس ہوا کہ میرا مال کم ہے۔

سیدنا عمرؓ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں صدقہ کا حکم دیا۔ ان دنوں میرے پاس کافی مال تھا۔ میرا خیال ہوا کہ آج میں ابو بکرؓ سے بازی لے جاوں گا اور اپنا آدھا مال دربار نبوت میں پیش کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پوچھنے پر میں نے بتایا کہ میں نے اپنے گھر کے لئے آدھا مال چھوڑ رکھا ہے۔ اتنے میں ابو بکرؓ اپنا سارا مال لے کر آگئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ انہوں نے گھر میں صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہی چھوڑا ہے۔ اس پر تو مجھے یقین آگیا کہ ابو بکرؓ سے کبھی بھی کوئی بازی نہیں جیت سکتا۔[2]

صالح اور حسن سیرت کے حامل افراد سے بھائی چارے کا عصر حاضر میں ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ جس طرح وہ خود عبادت گزار ہوتے ہیں وہ اسی طرح خواہشمند ہوتے ہیں کہ ان کی صحبت میں رہنے والے دیگر تمام افراد بھی با کردار، حسن سیرت اور صالح اعمال کے حامل ہوں، لہٰذا عصری معاشرت میں مواخات کے لئے با کردار اور صاحب سیرت لوگوں کا انتخاب کرنا چاہئے تاکہ ان کی ہم نشینی کی بدولت عبادت اور دیگر اعمال صالحہ کا پابند بنا جاسکے۔

---

[1]۔ شہرستانی، محمد بن عبد الکریم، **الملل والنحل** (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2007ء) ص: 116-114۔

[2]۔ ابو داود، **السنن، کتاب الزکوۃ، باب فی فضل سقی الماء**، ح: 1678۔

قومی مشکلات و مصائب میں بھرپور تعاون:

قومی مشکلات اور قدرتی آفات میں اپنے بھائیوں سے تعاون در حقیقت اخوت اسلامی ہی کی تعلیمات کا نتیجہ ہے۔ سچا اور مخلص بھائی وہ ہے جو زمانے کے نشیب و فراز میں اپنے بھائی کے ساتھ شریک رہے۔ اس کی خوشی اور دکھ میں برابر حصہ لے۔ گردش زمانہ میں اس کا ساتھ دے۔ خوشی و مسرت کے لمحات میں بھی اس کا شریک رہے۔ اپنی خوشی کا اظہار کرے اور اگر کوئی حادثہ پیش آجائے تو بھی اس کی مدد کے لئے لپکے اور اسے اس حادثہ سے بچانے کی سعی کرے۔ اس کے چہرے سے رنج و غم کا گرد و غبار ہٹائے۔ یہاں سے مخلص بھائی اور مفاد پرست بھائی میں فرق نمایاں ہو جاتا ہے، بھائیوں کی حقیقت سامنے آتی ہے، ان کے خلوص کا امتحان ہو جاتا ہے اوران کی وفاداری کا بھی اندازہ ہو جاتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھائیوں کے مابین محبت کی نہایت دلکش تصویر کشی فرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((تَرَى المؤْمِنِينَ فِي تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ، كَمَثَلِ الجَسَدِ، إِذَا اشْتَكَى عُضْوًا تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ جَسَدِهِ بِالسَّهَرِ وَالحُمَّى))[1]

"مومن آپس میں محبت و ہمدردی رکھنے میں ایک ہی جسد کی مانند ہیں کہ اگر ایک عضو میں تکلیف ہو تو بے خوابی اور درد سہنے میں دوسرے اعضاء بھی اس کے ساتھ ہوتے ہیں"۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں سے میل جول رکھتے اور ان کے مصائب و آلام پر صبر کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لوگوں سے برتاو نہایت رحیمانہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اور اپنے آپ کو جسد واحد سمجھتے تھے۔ غریب کی غربت، غمزدہ کے غم، مریض کے مرض اور محتاج کی محتاجی کا احساس رکھتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں صحابہ کرامؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ دور سے چند لوگ آتے دکھائی دیئے۔ وہ فقراء اور مساکین تھے جو نجد کی جانب سے آئے تھے۔ ان کا تعلق قبیلہ مضر سے تھا۔ ناداری کی انتہا یہ تھی کہ انہوں نے کپڑے درمیان سے چاک کر کے گردنوں میں لٹکا رکھے تھے۔ تلواریں ان کے پاس تھیں۔ اس ایک کپڑے کے علاوہ ان میں سے کسی کے پاس کوئی تہبند، عمامہ، شلوار یا چادر نہیں تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی یہ عریانی، تنگدستی اور بھوک دیکھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ فق ہو گیا۔ فوراً کھڑے ہوئے، گھر تشریف لے گئے لیکن ان لوگوں کے لئے کوئی شے نہ ملی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس گھر سے نکلے اور دوسرے

[1]۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبھائم، ح:6011۔

گھر میں داخل ہو گئے۔ ادھر بھی کچھ نہیں تھا۔ پھر مسجد کی طرف چل پڑے۔ ظہر کی نماز پڑھائی اور منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ آیت کریمہ اتاری ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾[1]

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔ اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناتے توڑنے سے بچو، بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے"۔

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴾[2]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ (بھال) لے کہ کل (قیامت) کے لئے اس نے (اعمال کا) کیا (ذخیرہ) بھیجا ہے۔ اور (ہر وقت) اللہ سے ڈرتے رہو۔ یقیناً اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح آیات کریمہ سنا سنا کر نصیحت کرتے رہے، پھر فرمایا:

"صدقہ کرو، اس سے پہلے کہ تم صدقہ نہ کر سکو۔ صدقہ کرو، اس سے پہلے کہ تمہیں صدقہ کرنے سے روک دیا جائے۔ ہر آدمی اپنے درہم و دینار، گندم اور جو کا صدقہ کرے اور کوئی صدقے کی کسی چیز کو حقیر نہ جانے"۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدقے کی انواع گنواتے رہے۔ آخر میں فرمایا:

"صدقہ کرو، خواہ آدھی کھجور ہی کا ہو"۔

اس پر انصار کا ایک آدمی اپنے ہاتھ میں تھیلی لئے کھڑا ہوا۔ اس نے وہ تھیلی منبر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکڑا دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک چہرے پر خوشی کے آثار دکھائی دیئے۔ صحابہ کرامؓ اپنے گھروں کو گئے اور صدقات لے آئے۔ کوئی ایک دینار لے کر آیا تو کوئی ایک درہم۔ کوئی ایک کھجور لایا اور کوئی کپڑے۔ الغرض آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے دو ڈھیر لگ گئے۔ ایک ڈھیر کھانے پینے کی اشیاء کا اور ایک ڈھیر کپڑوں

---

[1] ۔ النساء (4): 1۔

[2] ۔ الحشر (59): 18۔

کا۔ یہ منظر دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ دمکنے لگا گویا چاند کا ٹکڑا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سارا سامان انہی فقراء میں تقسیم فرمادیا۔[1]

سیدہ اسماء بنت یزیدؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ ذَبَّ عَنْ لَحْمِ أَخِيهِ بِالْغِيبَةِ ، كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ أَنْ يُعْتِقَهُ مِنَ النَّارِ))[2]

"جس نے اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں اس کی عزت کا دفاع کیا، اللہ پر حق ہے کہ اسے آگ سے آزاد کردے"۔

اگر بھائی کو مالی تعاون کی ضرورت ہو حتی الوسع حاجت مند اور ضرورت مند بھائی کی حاجت برآری کرنی چاہیئے اور محض اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لئے انہیں قرض دینا چاہیئے۔ جسے قرآن کریم میں قرض حسنہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴾[3]

"ایسا بھی کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دے، پس اللہ تعالیٰ اسے بہت بڑھا چڑھا کر عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہی تنگی اور کشادگی کرتا ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاوگے"۔

اپنے بھائی کی حاجت روائی کی فضیلت ان الفاظ میں بیان فرمائی:

((مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ))[4]

"جو اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے"۔

نیز فرمایا:

((من انظر معسرا او وضع عنه اظله الله فی ظله یوم لا ظل الا ظله))[5]

"جس نے کسی بندے کے اوپر سے مشکل ہٹادی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس بندے کو اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائے گا"۔

---

[1]۔ بیہقیؒ، السنن الکبریٰ، 4/176۔

[2]۔ احمد بن حنبل، المسند، مسند اسماء بنت یزید، ح:27609۔

[3]۔ البقرة(2):245۔

[4]۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب المظالم والغضب، باب من لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمه، ح:2442۔

[5]۔ ابن رجبؒ، ابی الفرج عبد الرحمٰن بن احمد، جامع العلوم والحکم، (بیروت، دار ابن کثیر، 1420ھ)1/340۔

مذکورہ بالا نصوص و آثار سے واضح ہوا کہ عصری معاشرت میں علاقائی اور بین الاقوامی سطح پر بھائی چارے کو فروغ دینے کے لئے مشکلات ومصائب میں بھائی کی پشت پنائی اور اخلاص پر مبنی مدد کی ضرورت ہے۔ نبوی دور میں انصار صحابہ کرامؓ اجمعین نے مہاجرین کی مدد کرکے ایک مثال قائم کی اوراس بنیاد پر وہ مواخات تاریخ میں آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے جس کی بناپر غزوات میں بھی ان لوگوں نے خونی رشتہ داری کو نظر انداز کر دیا تھا۔لہذا عصر حاضر میں مواخات کے فروغ کا یہی حل ہے کہ رفاہ عامہ کے کاموں سمیت ہر خوشی وغمی میں اپنے رفقاء گرامی اور بھائیوں کی حسب استطاعت مدد کی جائے۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ دور حاضر میں مقامی اور قومی سطح پر اخوت کو فروغ دینے کے لئے مسلمانوں کو بالخصوص اپنے اندر ایسی صفات پیدا کرنی ہوں گی جن کی بدولت اخوت اسلامی کی صحیح مطلوب روح کو متعارف کرواکر نافذ کیا جاسکے مثلاً آج کل بھائی چارے کو قائم ودائم رکھنے کے لئے نرم گفتگو ولہجہ، تحمل وبرداشت،رواداری، خیر خواہی، حسن ظن،مشکلات میں تعاون، معاملات میں آسانی پیدا کرنے جیسے اہم امور ہیں جن کو بدولت علاقائی وقومی سطح پر اخوت کو فروغ دیا جاسکتا ہے۔

خلاصہ بحث(Summary)

مقالہ بعنوان: **"عصر حاضر میں اخوت کی تاسیس وتشکیل اور اس کے اثرات** (اسوہ حسنہ کی روشنی میں تحقیقی جائزہ)" **کل چار ابواب اور تیرہ فصلوں پر محیط ہے، جس کا خلاصہ ذیل میں رقم کیا جارہا ہے:**

باب اول بعنوان: **"عصر حاضر میں اخوتِ اسلامی کی تاسیس وتشکیل"** ہے، جس کی فصل اول میں اخوت کے مفہوم اور دائرۂ کار کو بیان کرتے ہوئے اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ مقالہ ہذا میں ایمانی اخوت مراد ہے جس کی اس مادہ پرستی اور ہوس پرستی کے دور میں بالخصوص ضرورت ہے، فصل دوم میں مدلل انداز سے اخوت اسلامی کی ضرورت واہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ فصل سوم میں اخوت کی اہم شرائط، حقوق اور حدود کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

باب دوم بعنوان: **"اخوت اسلامی کے فروغ کیلئے اسوۂ حسنہ سے بنیادی محرکات"** ہے، جس کی فصل اول میں سابقہ انبیائے کرام علیہم السلام کے ادوار میں اخوت کے اہم محرکات اور عملی مثالوں (مثلاً: زیارت برائے رضائے الٰہی، باہمی نصرت وتائید، صحبت صالح، فسق وفجور سے نفرت وغیرہ) کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ فصل دوم میں عہد رسالت ﷺ میں اخوت کے محرکات (ذکر الٰہی کی مجالس، حسن اخلاق، ایمان وتقوی، اعمال صالحہ وغیرہ) اور عملی مثالوں (مثلاً: باہمی دلجوئی، اہل مساجد کی معیت، احسان اور عفوو درگزر، احساس اخوت، مریضوں کی عیادت، ایثار وفداکاری وغیرہ) پر روشنی ڈالی گئی ہے اور فصل سوم میں خلفائے راشدین کے دور میں اخوت کے اہم محرکات اور عملی مثالوں (مثلاً: ایثار، ایمان وتقوی، اعمال صالحہ، سچائی، اعتماد، زیارت وملاقات وغیرہ) کو بیان کیا گیا ہے۔ فصل چہارم میں اخوت اسلامی کی تاسیس وتشکیل کے محرکات کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔

باب سوم بعنوان: **"عصر حاضر میں اخوت کی تاسیس وتشکیل کو درپیش تحدیات"** ہے، فصل اول میں اخوت کی تاسیس میں حائل اہم باطنی تحدیات (مثلاً: خیانت، غیبت، تکلف وتصنع، جھوٹ دروغ گوئی، انانیت اور خود پسندی وغیرہ) کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ فصل دوم میں اخوت کے فروغ میں حائل ظاہری تحدیات (مثلاً: خوشامد، آداب ملاقات کا عدم خیال، جدال وتکرار، فسق فجور وغیرہ) کو دلائل کی روشنی میں زیر بحث لایا گیا ہے۔ فصل سوم میں اخوت کی راہ میں حائل فکری اور تربیتی تحدیات (مثلاً: بھائی سے دشمنی اور دشمن سے بھائی چارہ، نازیبا ہنسی مذاق، مفاد پرستی، ذکر الٰہی سے غفلت، قطع تعلقی، شماتت اور کینہ پروری وغیرہ) کی نشاندہی کی گئی ہے۔

باب چہارم بعنوان **"اخوت کی تاسیس اور عصر حاضر میں اس کے اثرات"** ہے، فصل اول میں اخوت کی تاسیس کے سماجی اثرات (مثلاً ایمان پرور معاشرے کی تشکیل، گناہوں اور جرائم سے تحفظ، عقائد و اعمال میں اصلاح و استحکام، نسلِ نو کی فکری سلامتی، عمل صالح اور کسبِ حسنات کی رغبت، خوشی و غمی میں بھرپور تعاون، روحانیت کا فروغ، برے عناصر سے بچاؤ کے وسائل کی دستیابی، علم و عمل کی اصلاح اور معاشرے کی خیر خواہی جیسے اہم امور) کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ فصل دوم میں اخوت کی تاسیس و تشکیل کے معاشی اثرات (مثلاً: افراد معاشرہ کا باہمی تعاون و ایثار، آسودگی میں زینت اور معاشی مصائب میں ڈھارس، قناعت پسند معاشرے کا ظہور، دنیا سے بے رغبتی اور سیر چشمی، اپنی محنت کی کمائی سے استفادہ اور معاش کے حوالے سے شیطانی وساوس کا خاتمہ وغیرہ) کا ذکر کیا گیا ہے۔ فصل سوم میں اخوت اسلامی کی تاسیس و تشکیل کے سیاسی اثرات (مثلاً آئمہ مسلمین اور رعایا کی خیر خواہی، عذر قبول کرنا اور چشم پوشی، حسب استطاعت باہمی سیاسی تعاون، سیاسی معاملات میں حسن ظن، حمایت حق کے جذبات کی بیدار اور قومی مشکلات و قدرتی مصائب میں بھرپور تعاون وغیرہ) پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

نتائج:Conclusions

مقالہ ہذا کے مواد کو ملحوظ رکھتے ہوئے اب ذیل م یں اس سے مستنبط ہونے والے نتائج کو درج کیا جاتا ہے:

1. اخوت کی اہم اقسام تین (نسلی اخوت، دینی اخوت، نسبی اخوت) ہیں۔ مگر موضوع میں دینی اخوت زیر بحث رہی ہے۔
2. اسلام کے عہد زریں میں اخوت کے نمایاں محرکات میں تقوی، اخلاص، ایثار، احسان، عفو در گزر، حسن اخلاق اور صحبت صالح وغیرہ تھے۔
3. عصر حاضر میں اخوت کی تاسیس میں درپیش تحدیات میں دروغ گوئی، ہوس پرستی، خیانت، انانیت، تکلف، خود غرضی، بد اخلاقی، کینہ پروری، اور منافقت وغیرہ ہیں۔
4. جدید معاشرے میں اخوت کی تاسیس کے محرکات میں وہی اصول وضوابط کار آمد ہیں جن سے پہلوں کی اصلاح ہوئی جیسے ایمان کامل، عمل صالح اور اسوہ حسنہ وغیرہ۔
5. عصر حاضر میں مواخات کو فروغ دینے والے اہم عوامل و محرکات مثلاً: حسن گفتار، ستر عیوب، تکریم و تعظیم، تحائف کا باہمی تبادلہ، ایثار، زہد واستغناء، عفوودرگزر وغیرہ جیسے محاسن اخلاق کو اپنا کر عملی نمونہ پیش کرنا چاہئے۔
6. نزاعی مسائل کے حل کے لیے تعصب سے بالا ہو کر تحقیق کو فروغ دینا چاہیے، تاکہ موافقت کی فضاء قائم ہو سکے۔
7. اسلامی اخوت کے حقیقی قیام کے لیے اتحاد کی، اتحاد کے لیے محبت کی، محبت کے لیے مساوات کی، مساوات کے لیے اخلاق حسنہ کی اور اخلاق حسنہ کے لیے اپنی نفی ناگزیر امر ہے اور اپنی نفی کے لیے پورے کے پورے اسلام میں داخل ہونا ضروری ہے۔
8. عصر حاضر میں اخوت کی از سر نو تاسیس کے لئے مختلف ادارے اور تحریکیں (جیسے: مساجد، اخوت فاونڈیشن، جماعت ا سلامی، اخوان المسلمون) وغیرہ بھی نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں۔

سفارشات:Recommendations

مقالہ ہذا کے مواد کو ملحوظ رکھتے ہوئے درج ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں تاکہ احترام انسانیت اور جذبۂ اخوت پر مبنی اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے ضروری اقدامات کو یقینی بنایا جائے:

- قومی سطح پر ایک ایسے ادارے کی داغ بیل ڈالی جائے اور اسے فروغ دیا جائے، جو اخوتِ اسلامی کو کماحقہ متعارف کرا سکے۔ اسلامی معاشرتی نظام کے ماہرین اور دیگر دانشور عصرِ حاضر میں اخوت کے مسائل پر اپنا نقطۂ نظر پیش کریں۔ نیز طے شدہ موضوعات پر لٹریچر تیار کر کے اسے ذرائع ابلاغ کے ذریعے بھی عام کیا جائے۔
- افرادِ معاشرہ میں اخلاقی اقدار بیدار کی جائیں۔ اُن کی دینی تعلیم و تربیت کا فوری انتظام کیا جائے، تاکہ ان میں اسلامی اخوت کی فکر اور سوچ پیدا ہو اور وہ اس حوالے سے قرآن و حدیث کے مطالب سے آگاہ ہوں۔ نیز اُنہیں ہر قسم کے فروعی اختلافات سے بچا کر دین کی بنیادی باتیں سکھائی جائیں۔
- مدارس اور جامعات کی سطح پر اخوت ایمانی کو فروغ دینے کی مناسبت سے گاہے بگاہے سیمینارز کا انعقاد ہونا چاہیے، جس کی بدولت رشتہ اخوت میں منسلک ہونے کی ضرورت و اہمیت کو محسوس کیا جا سکے۔
- اخوت کے محرکات و فوائد و ثمرات پر مبنی لٹریچر کے مطالعہ کو زیر نصاب شامل کرنا چاہئے تاکہ امت مسلمہ میں باہمی بھائی چارے کو ہر سطح پر فروغ دینا ممکن ہو سکے۔
- اخوت کے فروغ کے لئے اساتذہ و علماء کو اپنے لیکچرز، دروس، خطبات وغیرہ میں موثر حکمت عملی کے ساتھ نمایاں کردار ادا کرنا چاہئے۔

نظامِ اخوت کے قیام کے سلسلے میں اپنے اصولوں، اقدار اور اہداف کے اعتبار سے اسلام آج بھی مکمل طور پر قابلِ عمل ہے بشرطیکہ مسلمان ان جامع اور ہمہ گیر اصولوں اور اہداف کی پابندی کریں۔ رَبِّ حَیٌّ وَقَیُّوُم سے عاجزانہ التجا ہے کہ وہ مجھے اور اخوت اسلامی کے قیام کے حامی تمام افراد کو قرآن و سنت کے مطابق چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اِنَّہٗ سَمِیعٌ مُجِیبٌ

وصلی اللہ تعالیٰ علی نبینا محمد و علی آلہ و اصحابہ واتباعہ و بارک وسلم۔
وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

فہرست قرآنی آیات

نمبر شمار	آیت	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
1.	وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ	البقرہ	27	114
2.	وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا	ایضاً	83	139
3.	وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ	ایضاً	109	204
4.	وَلَنْ تَرْضَى عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَى حَتَّى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ	ایضاً	120	206
5.	وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۔الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ	ایضاً	155-157	151
6.	وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ	ایضاً	165	45
7.	إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ۔ وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا لَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوا مِنَّا كَذَلِكَ يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنَ النَّارِ	ایضاً	166-167	209
8.	وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللَّهِ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ	ایضاً	207	78
9.	مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافًا كَثِيرَةً وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ	ایضاً	245	244
10.	لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً وَيُحَذِّرُكُمُ اللَّهُ نَفْسَهُ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ	ال عمران	28	217
11.	وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمِنُوا بِالَّذِي أُنْزِلَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوا آخِرَهُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ	ایضاً	72	205
12.	وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا	ایضاً	103	VIII،11، 16
13.	وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا	ایضاً	103	1،20،23
14.	وَسَارِعُوا إِلَى مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ --- وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ	ایضاً	133،134	26
15.	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ	ایضاً	156	13
16.	فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ	ایضاً	159	60،139
17.	وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ	ایضاً	159	185

18.	الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَى جُنُوبِهِمْ	ایضاً	191	257
19.	يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا	النساء	1	16،244
20.	فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ	ایضاً	11	14
21.	فَانْكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ	ایضاً	25	222
22.	مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا وَمَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِنْهَا	ایضاً	85	237
23.	وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً فَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ أَوْلِيَاءَ	ایضاً	89	204
24.	لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظُلِمَ	ایضاً	148	198
25.	وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ	المائدہ	2	236
26.	وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ	ایضاً	5	222
27.	قَالُوا يَا مُوسَى إِنَّا لَنْ نَدْخُلَهَا أَبَدًا مَا دَامُوا فِيهَا فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ	ایضاً	24	49،179، 186،212
28.	رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي وَأَخِي فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ	ایضاً	25	49،212
29.	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ	ایضاً	51	217
30.	إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ -وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ	ایضاً	55،56	62
31.	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ	ایضاً	57	214
32.	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ	ایضاً	105	189
33.	وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ وَإِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ	الانعام	68	207،215 216،
34.	وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهْوًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا	ایضاً	70	214
35.	قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ - ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ	الاعراف	16،17	202
36.	وَإِلَى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِنِّي أَرَاكُمْ بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُحِيطٍ	ایضاً	85	14،18

254	199	ایضاً	خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ	.37
119	25	الانفال	وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً	.38
101	46	ایضاً	وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ	.39
7،82	72	ایضاً	إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ	.40
200	73	ایضاً	وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ	.41
148	27	ایضاً	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ	.42
201	47	التوبہ	لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا	.43
112	67	ایضاً	الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفَاسِقُونَ	.44
171،232	71	ایضاً	وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ	.45
218	95	ایضاً	سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا عَنْهُمْ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ إِنَّهُمْ رِجْسٌ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ	.46
229	114	ایضاً	إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ	.47
85	119	ایضاً	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ	.48
15،17	73	ہود	وَإِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحاً قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُواْ اللّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُواْ إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ	.49
17	50	ایضاً	وَإِلَى عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا مُفْتَرُونَ	.50
56،181	46	ایضاً	يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ	.51
181	76	ایضاً	يَا إِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا	.52
119،210	113	ایضاً	وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ	.53
29	36	یوسف	نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ	.54
30	39	ایضاً	يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ	.55
170	22	الرعد	وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ	.56
IX	07	ابراہیم	لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ	.57

139	24،25	ایضاً	أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ . تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ	.58
14،54،84 ،	47	الحجر	وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَى سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ	.59
171	90	النحل	إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ	.60
171	128	ایضاً	إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ	.61
139	53	بنی اسرائیل	وَقُلْ لِعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ	.62
193	73	ایضاً	وَإِنْ كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ عَنِ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهُ وَإِذًا لَاتَّخَذُوكَ خَلِيلًا	.63
33،58، 112،221	28	الکہف	وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا	.64
14	28	المریم	يَا أُخْتَ هَارُونَ	.65
50	48	ایضاً	وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَأَدْعُو رَبِّي عَسَى أَلَّا أَكُونَ بِدُعَاءِ رَبِّي شَقِيًّا	.66
27	29	طہ	وَاجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِنْ أَهْلِي--- إِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيرًا	.67
175	131	ایضاً	وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَى مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ	.68
100	27،28	النور	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ـ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَإِنْ قِيلَ لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكَى لَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ	.69
67	36،37	ایضاً	فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ-رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ	.70
23	61	ایضاً	لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ ---أَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَفَاتِحَهُ أَوْ صَدِيقِكُمْ	.71
35،211	25	الفرقان	وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَا لَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا	.72
35،211	26	ایضاً	يَا وَيْلَتَى لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا	.73
35	27	ایضاً	لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَذُولًا	.74
155	63	ایضاً	وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا	.75
251	61،62	الشعراء	إِنَّا لَمُدْرَكُونَ ـ قَالَ كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ	.76

.77	فَعَقَرُوهَا فَأَصْبَحُوا نَادِمِينَ	ایضاً	157	220
.78	قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ	النمل	18	233
.79	إِنَّ الْمَلَأَ يَأْتَمِرُونَ بِكَ لِيَقْتُلُوكَ فَاخْرُجْ	قصص	20	77
.80	وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا مَوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا	العنکبوت	25	209
.81	وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُبِينًا	الاحزاب	58	108
.82	قَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ ۔ يَقُولُ أَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِينَ ۔أَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَئِنَّا لَمَدِينُونَ۔قَالَ هَلْ أَنْتُمْ مُطَّلِعُونَ ۔ فَاطَّلَعَ فَرَآهُ فِي سَوَاءِ الْجَحِيمِ۔ قَالَ تَاللَّهِ إِنْ كِدْتَ لَتُرْدِينِ	الصافات	51–56	203
.83	فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ	ایضاً	101	229
.84	يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ	ص	26	181
.85	أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ	الزمر	39	175
.86	ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ	فصلت	34	44،70
.87	وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ فَزَيَّنُوا لَهُمْ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ	ایضاً	25	207
.88	وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ	الزخرف	36	221
.89	قَالَ يَا لَيْتَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِينُ	ایضاً	38	204
.90	وَمَا نُرِيهِمْ مِنْ آيَةٍ إِلَّا هِيَ أَكْبَرُ مِنْ أُخْتِهَا	ایضاً	48	15
.91	الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ	ایضاً	67	53،257
.92	يَوْمَ لَا يُغْنِي مَوْلًى عَنْ مَوْلًى شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ۔ إِلَّا مَنْ رَحِمَ اللَّهُ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ	الدخان	41	13،76
.93	أَخَا عَادٍ	الاحقاف	21	14
.94	وَاذْكُرْ أَخَا عَادٍ إِذْ أَنْذَرَ قَوْمَهُ بِالْأَحْقَافِ ۔۔۔عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ	ایضا	21	15،17
.95	وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ	محمد	19	172
.96	فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۔ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَى أَبْصَارَهُمْ	ایضاً	22،23	114
.97	إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا۔۔۔ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا	الفتح	26	19
.98	مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ	ایضاً	29	21
.99	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ	الحجرات	6	241

.100	إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ	ايضاً	10	2،14، 20،189
.101	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ	ايضاً	12	93،241
.102	يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ	ايضاً	13	110
.103	فَأَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ـ ذَلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ	النجم	29	216
.104	وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ	الحشر	9	81
.105	رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ	ايضاً	10	117،172
.106	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ	ايضاً	18	244
.107	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ	الممتحنہ	01	13
.108	عَسَى اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُمْ مِنْهُمْ مَوَدَّةً وَاللَّهُ قَدِيرٌ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ	ايضاً	07	44
.109	إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَرْصُوصٌ	الصف	4	122
.110	وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ	الجمعہ	3	125
.111	وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ	الطلاق	3	175
.112	إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيرٌ	التحريم	4	62،86، 195
.113	إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ	البروج	10	108

فہرست احادیث

نمبر شمار	حدیث کا متن	کتاب کا نام	صفحہ نمبر
.1	أبشري يا أمَّ العلاء، فإنَّ مَرَضَ المسلمِ يُذهِبُ اللهُ به خطاياهُ كما تُذهب النارُ خَبَثَ الذهَبِ والفِضَةِ	سنن ابی داود	73
.2	ابْنُوا لِعَبْدِي بَيْتًا فِي الجَنَّةِ، وَسَمُّوهُ بَيْتَ الحَمْدِ	سنن ترمذی	154
.3	أَتَدْرُونَ مَا الْغِيبَةُ؟قَالُوا: اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ:ذِكْرُكَ أَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ قِيلَ أَفَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ فِي أَخِي مَا أَقُولُ؟ قَالَ: إِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ، فَقَدِ اغْتَبْتَهُ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ۔	صحیح مسلم	93
.4	أَتَعْجَبُونَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ، لَأَنَا أَغْيَرُ مِنْهُ، وَاللَّهُ أَغْيَرُ مِنِّي	صحیح بخاری	214
.5	أَحْبِبْ حَبِيبَكَ هَوْنًا مَا عَسَى أَنْ يَكُونَ بَغِيضَكَ يَوْمًا مَا، وَأَبْغِضْ بَغِيضَكَ هَوْنًا مَا عَسَى أَنْ يَكُونَ حَبِيبَكَ يَوْمًا مَا	سنن الترمذی	42
.6	أَحَبُّ الطَّعَامِ إِلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مَا كَثُرَتْ عَلَيْهِ الْأَيْدِي	شعب الایمان	142
.7	إِذَا آخَى الرَّجُلُ الرَّجُلَ فَلْيَسْأَلْهُ عَنْ اسْمِهِ وَاسْمِ أَبِيهِ وَمِمَّنْ هُوَ فَإِنَّهُ أَوْصَلُ لِلْمَوَدَّةِ	سنن الترمذی	181
.8	إذا أَحَبَّ الرجُلُ أخاهُ فَليُخبِرْهُ أنه يُحبُّه	سنن ابی داود	134
.9	إذا أرادَ اللهُ بالأميرِ خيراً جعل لهُ وزيرَ صِدْقٍ: إن نَسي ذكَّره وإن ذَكَرَ أعانَهُ، وإذا أراد اللهُ به غيْرَ ذلك جعلَ له وزيرَ سوءٍ: إن نَسي لم يذكرهُ، وإن ذَكَرَ لم يُعِنْه	سنن ابی داود	192
.10	إِذَا اسْتَنْصَحَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ، فَلْيَنْصَحْ لَهُ	صحیح بخاری	231
.11	إِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ الْحَدِيثَ وَهُوَ يَلْتَفِتُ فَهِيَ أَمَانَةٌ	سنن ابی داود	147
.12	إِذَا لَقِيتَهُ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ، وَإِذَا دَعَاكَ فَأَجِبْهُ، وَإِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهُ، وَإِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللَّهَ فَسَمِّتْهُ، وَإِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ وَإِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ	صحیح مسلم	38
.13	إِذَا دَخَلَ عَلَيْكَ صَبِيُّ جَارِكَ فَضَعْ فِي يَدِهِ شَيْئًا، فَإِنَّ ذَلِكَ يَجُرُّ مَوَدَّةً	مکارم الاخلاق	39
.14	إِذَا مُدِحَ الْفَاسِقُ غَضِبَ اللَّهُ وَاهْتَزَّ لِذَلِكَ الْعَرْشُ	ذم الغیبة والنمیمة	99
.15	إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى الوَلِيمَةِ فَلْيَأْتِهَا	صحیح بخاری	146
.16	اذكُرُوا مَحاسِنَ موتاكم، وكُفُّوا عن مَساويهم	سنن ابی داود	131
.17	أَرْبَعُونَ خَصْلَةً أَعْلاَهُنَّ مَنِيحَةُ العَنْزِ، مَا مِنْ عَامِلٍ يَعْمَلُ بِخَصْلَةٍ مِنْهَا رَجَاءَ ثَوَابِهَا، وَتَصْدِيقَ مَوْعُودِهَا، إِلَّا أَدْخَلَهُ اللَّهُ بِهَا الجَنَّةَ	صحیح بخاری	168
.18	ارجع، فقُلِ: السَّلامُ عليكم	سنن ابی داود	101
.19	الْأَرْوَاحُ جُنُودٌ مُجَنَّدَةٌ، فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ، وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ	صحیح مسلم	134
.20	ازْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللَّهُ، وَازْهَدْ فِيمَا فِي أَيْدِي النَّاسِ يُحِبُّوكَ	سنن ابن ماجه	37

.21	أسألُ اللهَ العظيمَ ربَّ العرشِ العظيمِ أن يشفيَك	سنن ابی داود	151
.22	اسْتَغْفَرَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْبَعِيرِ خَمْسًا وَعِشْرِينَ مَرَّةً	سنن ترمذی	173
.23	اشْفَعُوا تُؤْجَرُوا، وَيَقْضِي اللَّهُ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ	صحيح بخارى	237
.24	اصنعوا لآلِ جَعْفَرٍ طعاماً، فإنه قد أتاهم أمرٌ يَشغَلُهم	سنن ابی داود	154
.25	اعْلَمْ، أَبَا مَسْعُودٍ، أَنَّ اللهَ أَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَى هَذَا الْغُلَامِ	صحيح مسلم	249
.26	أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِخِيَارِكُمْ؟ " قَالُوا: بَلَى، يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: خِيَارُكُمْ الَّذِينَ إِذَا رُؤُوا، ذُكِرَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ	سنن ابن ماجه	253
.27	اللهم أحييني مسكينا وتوفني مسكينا واحشرني في زمرة المساكين	شرح السنة	148
.28	اللهم اشفِ عبدَكَ، ينكا لكَ عَدُوّاً، أو يمشي لك إلى جنازةٍ	سنن ابی داود	151
.29	اللهُمَّ أعني على ذِكْرِكَ وشُكْرِكَ وحُسْنِ عِبادَتك	سنن ابی داود	187
.30	اللهم اغفر ذنبه، وطهر قلبه، وحصن فرجه	المسند احمد	227
.31	اللَّهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَأْتِ بِهِمْ	صحيح بخارى	174
.32	اللهم انی اعوذبک من جار السُوء فی دار المقام، فان جار البادية يتحول	الادب المفرد	212
.33	اللهم انی اعوذبک من يوم السوء ومن ليلة السوء ومن ساعة السوء ومن صاحب السوء ومن جار السوء فی دار المقامة	السلسلة الصحيحه	212
.34	اللَّهُمَّ إِلَيْكَ أَشْكُو ضَعْفَ قُوَّتِي، وَقِلَّةَ حِيلَتِي، وَهَوَانِي عَلَى النَّاسِ، أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ، أَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ، إِلَى مَنْ تَكِلُنِي؟! إِلَى عَدُوٍّ-أَمْ إِلَى قَرِيبٍ مَلَّكْتَهُ أَمْرِي! إِنْ لَمْ تَكُنْ غَضْبَانًا عَلَيَّ فَلَا أُبَالِي، إِنَّ عَافِيَتَكَ أَوْسَعُ لِي	معجم الكبير للطبرانى	69
.35	أَلْحِقُوا الفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا، فَمَا بَقِيَ فَلِأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ	صحيح بخارى	12
.36	أما كان هذا يجدُ ما يَغسِلُ به ثوبَهُ؟	سنن ابی داود	128
.37	أنا زعِيم ببيتٍ في رَبَضِ الجنةِ، لمن تركَ المِراء وإن كان مُحِقّاً	سنن ابی داود	103
.38	إِنَّ آلَ أَبِي -- لَيْسُوا بِأَوْلِيَائِي، إِنَّمَا وَلِيِّيَ اللَّهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ	صحيح بخارى	83
.39	إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِي الْمُتَّقُونَ مَنْ كَانُوا وَحَيْثُ كَانُوا	مسند احمد	62،86
.40	إنَّ أولى النَّاسِ بالله مَنْ بَدَأَهُمْ بِالسَّلام	سنن ابی داود	86،137
.41	إِنَّ اللهَ أَوْحَى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا حَتَّى لَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ	صحيح مسلم	155
.42	إِنَّ اللهَ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ	صحيح مسلم	129
.43	إنّ الله خَلَق آدمَ مِن قبضةٍ قبضها من جميعِ الأرضِ، فجاءَ بنوآدَمَ على قَدْرِ الأرض: جاء منهم الأحمرُ، والأبيضُ، والأسودُ، وبين ذلك، والسَّهلُ، والحَزْنُ، والخبيثُ، والطَّيِّبُ	سنن ابی داود	55
.44	إِنَّ اللهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ، وَيُعْطِي عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطِي عَلَى الْعُنْفِ، وَمَا لَا يُعْطِي عَلَى مَا سِوَاهُ	صحيح مسلم	139،
.45	إن الله يقول: أنا ثالثُ الشريكَين، ما لم يَخُنْ أحدُهما صاحبَه، فإذا خانَه خرجْتُ من بينهما	سنن ابی داود	91

.46	إِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ، قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ: فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى ذَلِكَ الطَّعَامِ، فَقَرَّبَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزًا وَمَرَقًا، فِيهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيدٌ، فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوَالَيِ القَصْعَةِ»، قَالَ: «فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ يَوْمِئِذٍ	صحیح بخاری	144
.47	إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ ,وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ	مسند لابن المبارک	15
.48	إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّينَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا، وَأَبْشِرُوا، وَاسْتَعِينُوا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ	صحیح بخاری	53
.49	إِنَّ الشَّيْطَانَ قَدْ أَيِسَ أَنْ يَعْبُدَهُ الْمُصَلُّونَ فِي جَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَلَكِنْ فِي التَّحْرِيشِ بَيْنَهُمْ	صحیح مسلم	102
.50	إِنَّ فِيكَ لَخَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللهُ: الْحِلْمُ وَالْأَنَاةُ	صحیح مسلم	209
.51	إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الكَلَّ، وَتَكْسِبُ المَعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الحَقِّ	صحیح بخاری	75،233
.52	أَنْتَ أَخُونَا وَمَوْلاَنَا	صحیح بخاری	13
.53	أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ	صحیح مسلم	258
.54	أَنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى، وَكُلٌّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِأَجَلٍ مُسَمًّى	صحیح بخاری	153
.55	إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا عَادَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ لَمْ يَزَلْ فِي خُرْفَةِ الْجَنَّةِ حَتَّى يَرْجِعَ	صحیح مسلم	72،150
.56	إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ القِيَامَةِ أَحَاسِنَكُمْ أَخْلَاقًا	سنن الترمذی	60،139
.57	إِنَّ هَذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ، إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ	صحیح مسلم	132
.58	أَنَّهُ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ، وَزَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ	صحیح بخاری	167
.59	إِنِّي وَاللَّهِ مَا سَأَلْتُهُ إِيَّاهَا لِأَلْبَسَهَا، وَلَكِنْ سَأَلْتُهُ إِيَّاهَا لِتَكُونَ كَفَنِي.فَقَالَ سَهْلٌ: فَكَانَتْ كَفَنَهُ	سنن ابن ماجه	77
.60	إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ، فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الحَدِيثِ، وَلَا تَحَسَّسُوا، وَلَا تَجَسَّسُوا، وَلَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا	صحیح بخاری	23،241
.61	بَارَكَ اللَّهُ لَكَ فِي أَهْلِكَ وَمَالِكَ	صحیح بخاری	81
.62	بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ	صحیح بخاری	53،232
.63	بَعَثْتَ إِلَيَّ بِهَذِهِ، وَقَدْ قُلْتَ بِالْأَمْسِ فِي حُلَّةِ عُطَارِدٍ مَا قُلْتَ	صحیح مسلم	167
.64	بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ وَحْدَهُ، لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا	صحیح بخاری	69

.65	بَيْنَمَا رَجُلٌ يَسُوقُ بَقَرَةً قَدْ حَمَلَ عَلَيْهَا، فَالْتَفَتَتْ إِلَيْهِ فَكَلَّمَتْهُ، فَقَالَتْ: إِنِّي لَمْ أُخْلَقْ لِهَذَا وَلَكِنِّي خُلِقْتُ لِلْحَرْثِ	صحیح بخاری	179
.66	تَجِدُونَ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ ذَا الْوَجْهَيْنِ، الَّذِي يَأْتِي هَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهَؤُلَاءِ بِوَجْهٍ	صحیح مسلم	98
.67	تَرَى الْمُؤْمِنِينَ فِي تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ، كَمَثَلِ الجَسَدِ، إِذَا اشْتَكَى عُضْوًا تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ جَسَدِهِ بِالسَّهَرِ وَالحُمَّى	صحیح بخاری	243
.68	تَصَافَحُوا يَذْهَبِ الْغِلُّ، وَتَهَادَوْا تَحَابُّوا، وَتَذْهَبِ الشَّحْنَاءُ	الموطا	137
.69	تُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ، وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا، إِلَّا رَجُلًا كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ، فَيُقَالُ: أَنْظِرُوا هَذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا	صحیح مسلم	115
.70	تلقى جعفرَ بن أبي طالبٍ، فالتزمَهُ وقبَّلَ ما بين عَينَيهِ	سنن ابی داود	169
.71	تَهَادُوا فَإِنَّ الْهَدِيَّةَ تُذْهِبُ الضَّغَائِنَ	مشکوۃ المصابیح	166
.72	ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا مُعَاذُ، وَهَلْ يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ أَوْ عَلَى مَنَاخِرِهِمْ إِلَّا حَصَائِدُ أَلْسِنَتِهِمْ	سنن الترمذی	94
.73	ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الإِيمَانِ: مَنْ كَانَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا، وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُودَ فِي الكُفْرِ، بَعْدَ إِذْ أَنْقَذَهُ اللَّهُ، مِنْهُ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ	صحیح بخاری	122
.74	ثلاثة لا يدخلون الجنة: العاق لوالدية، والديوث، ورجلة النساء	المسند ابی یعلی	225
.75	جَالِسُوا مَنْ يُذَكِّرُكُمْ بِاللَّهِ رُؤْيَتُهُ، وَمَنْ يَزِيدُ فِي عِلْمِكُمْ مَنْطِقُهُ، وَمَنْ يُرَغِّبُ فِي الْآخِرَةِ عَمَلُهُ	الزھد والرقائق لابن المبارک	63
.76	حُسْنُ الظَّن مِن حُسْنِ العِبادَة	صحیح مسلم	241
.77	خرجَ علينا رسولُ الله صلى الله عليه وسلم يوماً ونحن نقترئُ فقال:"الحمدُ لله، كتابُ الله واحد، وفيكم الأحمرُ، وفيكم الأبيضُ وفيكم الأسودُ، اقرؤُوهُ قبلَ أن يَقرأه أقوامٌ يقيمُونَه	سنن ابی داود	2
.78	خَمْسٌ تَجِبُ لِلْمُسْلِمِ عَلَى أَخِيهِ: رَدُّ السَّلَامِ، وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ، وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ	صحیح مسلم	39
.79	خَيْرُ الْأَصْحَابِ عِنْدَ اللَّهِ خَيْرُهُمْ لِصَاحِبِهِ وَخَيْرُ الْجِيرَانِ عند الله خيرهم لجاره	صحیح ابن حبان	63
.80	خَيْرُ الْأَعْمَالِ أَوْسَطُهَا	شعب الایمان	42
.81	خير الناس من ينفع الناس	کنزالعمال	233
.82	دَعْوَةُ الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ لِأَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ مُسْتَجَابَةٌ، عِنْدَ رَأْسِهِ مَلَكٌ مُوَكَّلٌ كُلَّمَا دَعَا لِأَخِيهِ بِخَيْرٍ، قَالَ الْمَلَكُ الْمُوَكَّلُ بِهِ: آمِينَ وَلَكَ بِمِثْلٍ	صحیح مسلم	173،251
.83	الدِّينُ النَّصِيحَةُ،قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ:لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ	صحیح مسلم	231

.84	رَأْسُ الْعَقْلِ بَعْدَ الْإِيمَانِ بِاللهِ مُدَارَاةُ النَّاسِ	شعب الایمان	38
.85	رَأْسُ الْكُفْرِ نَحْوَ الْمَشْرِقِ، وَالْفَخْرُ وَالْخُيَلَاءُ فِي أَهْلِ الْخَيْلِ وَالْإِبِلِ، وَالْفَدَّادِينَ أَهْلِ الْوَبَرِ، وَالسَّكِينَةُ فِي أَهْلِ الْغَنَمِ	موطا امام امالک	197
.86	رُبَّ أَخٍ لَكَ لَمْ تَلِدْهُ أُمُّكَ	شعب الایمان	24
.87	الرجلُ على دِينِ خليلِهِ، فلينظر أحدُكُم من يُخالِلُ	سنن ابی داود	205،247
.88	فعليك بالجماعةِ فإنَّما يأكُلُ الذِّئبُ القاصِيَةَ	سنن ابی داود	250
.89	صِغَارُهُمْ دَعَامِيصُ الْجَنَّةِ يَتَلَقَّى أَحَدُهُمْ أَبَاهُ، أَوْ قَالَ: أَبَوَيْهِ، فَيَأْخُذُ بِيَدِهِ كَمَا آخُذُ بِصَنِفَةِ ثَوْبِكَ هَذَا، فَلَا يُفَارِقُهُ حَتَّى يُدْخِلَهُ اللَّهُ وَإِيَّاهُ الْجَنَّةَ	شرح السنة	154
.90	طُوبَى لِمَنْ شَغَلَهُ عَيْبُهُ، عَنْ عُيُوبِ النَّاسِ	مسند بزار	183
.91	طَيِّبَ الْكَلَامِ، وَأَطْعَمَ الطَّعَامَ، وَأَفْشَى السَّلَامَ	مصنف لابن ابی شیبه	140
.92	عَلَى رِسْلِكُمَا، إِنَّمَا هِيَ صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ، فَقَالَا: سُبْحَانَ اللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَكَبُرَ عَلَيْهِمَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ الشَّيْطَانَ يَبْلُغُ مِنَ الإِنْسَانِ مَبْلَغَ الدَّمِ، وَإِنِّي خَشِيتُ أَنْ يَقْذِفَ فِي قُلُوبِكُمَا شَيْئًا	صحیح بخاری	183،224
.93	عدوّ عَاقل خير من صديق أحمَق	التیسیر بشرح الجامع الصغیر	26
.94	فَخَرَجْنَا حَتَّى أَتَيْنَا الْمَدِينَةَ فَتَلَقَّانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاعْتَنَقَنِي فَقَالَ: «مَا أَدْرِي أَنَا بِفَتْحِ خَيْبَرَ أَفْرَحُ أَوْ بِقُدُومِ جَعْفَرٍ	معجم الکبیر	162
.95	فَقَامَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرْيَانًا يَجُرُّ ثَوْبَهُ، وَاللَّهِ مَا رَأَيْتُهُ عُرْيَانًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ، فَاعْتَنَقَهُ وَقَبَّلَهُ	سنن ترمذی	162
.96	فعليك بالجماعةِ فإنَّما يأكُلُ الذِّئبُ القاصِيَةَ	سنن ابی داود	257
.97	كانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَقْبَلَهُ الرَّجُلُ فَصَافَحَهُ لَا يَنْزِعُ يَدَهُ مِنْ يَدِهِ حَتَّى يَكُونَ الرَّجُلُ الَّذِي يَنْزِعُ	سنن ترمذی	161
.98	كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ	صحیح مسلم	241
.99	كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ، وَإِنَّ مِنَ المَعْرُوفِ أَنْ تَلْقَى أَخَاكَ بِوَجْهٍ طَلْقٍ، وَأَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِكَ فِي إِنَاءِ أَخِيكَ	سنن الترمذی	60
.100	الْكَلِمَةُ الطَّيِّبَةُ صَدَقَةٌ	الزهد والرقاق للمروزی	140
.101	قُمْ بِنَا نَزْدَادَ إِيمَانًا	مصنف ابن ابی شیبه	112
.102	لَا تَحَاسَدُوا، وَلَا تَنَاجَشُوا، وَلَا تَبَاغَضُوا، وَلَا تَدَابَرُوا، وَلَا يَبِعْ بَعْضُكُمْ عَلَى بَيْعِ بَعْضٍ، وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ، وَلَا يَحْقِرُهُ التَّقْوَى هَاهُنَا» وَيُشِيرُ إِلَى صَدْرِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ	صحیح مسلم	39،111،
.103	لا تَنسَنَا يا أخي مِنْ دُعائك	سنن ابی داود	72،172

104.	لا تُصَاحِبْ إلا مُؤْمِناً، ولا يأكُلْ طَعَامَكَ إلا تَقِيٌّ	سنن ابی داود	84
105.	لَا تَصْحَبَنَّ كَذَّابًا فَإِنَّهُ بِمَنْزِلَةِ السَّرَابِ يُبْعِدُ مِنْكَ الْقَرِيبَ وَيُقَرِّبُ مِنْكَ الْبَعِيدَ	حلية الاولياء	96
106.	لا تُقَارِنُوا فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الإِقْرَانِ	مسند احمد	108
107.	لَا تَدْخُلُوا مَسَاكِنَ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ، إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَاكِينَ، أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَهُمْ	صحیح بخاری	196
108.	لَا تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا، وَلَا تُؤْمِنُوا حَتَّى تَحَابُّوا، أَوَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُمْ؟ أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ	صحيح مسلم	136
109.	لَا يَحِلُّ لِرَجُلٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، يَلْتَقِيَانِ: فَيُعْرِضُ هَذَا وَيُعْرِضُ هَذَا، وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ	صحیح بخاری	165
110.	لا يَحِلُّ لمسلم أن يُرَوِّعَ مُسْلِماً	سنن ابی داود	107
111.	لا يحل لمسلم أن يأخذ مال أخيه بغير حق، وذلك لما حرم الله مال المسلم على المسلم، أن يأخذ عصا أخيه بغير طيب نفس	مجمع الزوائد	107
112.	لَا يَسْتُرُ اللهُ عَلَى عَبْدٍ فِي الدُّنْيَا، إِلَّا سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ	صحيح مسلم	129
113.	لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُونَ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ إِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ، وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمِ السَّكِينَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللهُ فِيمَنْ عِنْدَهُ	صحيح مسلم	150،257
114.	لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ	صحیح بخاری	10،96،11 6،240
115.	لقد قلتِ كلمةً لو مُزِجَت بماء البحرِ لمزجتْه	سنن ابی داود	131
116.	لَوِ اطَّلَعَ فِي بَيْتِكَ أَحَدٌ، وَلَمْ تَأْذَنْ لَهُ، خَذَفْتَهُ بِحَصَاةٍ، فَفَقَأْتَ عَيْنَهُ مَا كَانَ عَلَيْكَ مِنْ جُنَاحٍ	صحیح بخاری	101
117.	لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ يَفْتَخِرُونَ بِآبَائِهِمُ الَّذِينَ مَاتُوا---	سنن الترمذی	18
118.	لَيْسَ بِمُؤْمِنٍ مَنْ لَا يَأْمَنُ جَارُهُ بَوَائِقَهُ	تعظیم قدر الصلاة	19
119.	لَيْتَ رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِي صَالِحًا يَحْرُسُنِي اللَّيْلَةَ	صحیح بخاری	63
120.	مَا أُحِبُّ أَنَّ أُحُدًا ذَاكَ عِنْدِي ذَهَبٌ، أَمْسَى ثَالِثَةً عِنْدِي مِنْهُ دِينَارٌ، إِلَّا دِينَارًا أَرْصُدُهُ لِدَيْنٍ	صحيح مسلم	74
121.	ما أطْيَبَكِ، وما أطْيَبَ رِيحَكِ؟ ما أعْظَمَكِ وما أعْظَمَ حُرْمَتَكِ. والذي نفسُ محمَّدٍ بيده لحرمَةُ المؤمِنِ عند الله أعْظَمُ حرمةً منكِ مالُه ودَمُهُ وأن تظن به إلا خيراً	الترغیب والتر ہیب لالبانی	158
122.	مَا أَنْتُمَا بِأَقْوَى مِنِّي وَمَا أَنَا بِأَغْنَى عَنِ الْأَجْرِ مِنْكُمَا	شرح السنة	157
123.	مَا تَحَابَّا الرَّجُلَانِ إِلَّا كَانَ أَفْضَلُهُمَا أَشَدَّهُمَا حُبًّا لِصَاحِبِهِ	الادب المفرد	135

.124	مَا سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْإِسْلَامِ شَيْئًا إِلَّا أَعْطَاهُ، قَالَ: فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَأَعْطَاهُ غَنَمًا بَيْنَ جَبَلَيْنِ، فَرَجَعَ إِلَى قَوْمِهِ، فَقَالَ: يَا قَوْمِ أَسْلِمُوا، فَإِنَّ مُحَمَّدًا يُعْطِي عَطَاءً لَا يَخْشَى الْفَاقَةَ	صحیح مسلم	87
.125	مَا سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لَا	مصنف ابن ابی شیبه	75
.126	مَا شَيْءٌ أَثْقَلُ فِي مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ، وَإِنَّ اللَّهَ لَيُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيءَ	سنن ترمذی	140
.127	مَا غِرْتُ عَلَى أَحَدٍ مِنْ نِسَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا غِرْتُ عَلَى خَدِيجَةَ، وَمَا رَأَيْتُهَا، وَلَكِنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ ذِكْرَهَا، وَرُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ ثُمَّ يُقَطِّعُهَا أَعْضَاءً، ثُمَّ يَبْعَثُهَا فِي صَدَائِقِ خَدِيجَةَ	صحیح بخاری	116
.128	مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ يُعَجِّلَ اللَّهُ لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدَّخِرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْبَغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ	سنن ترمذی	115
.129	ما مِنْ قومٍ يقومونَ مِن مجلسٍ لا يذكرونَ اللهَ فيهِ إلا قاموا عن مثلِ جيفةِ حمارٍ، وكان لهم حسرةً	سنن ابی داود	210
.130	مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ، إِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ أَنْ يَتَفَرَّقَا	مصنف ابن ابی شیبه	137
.131	مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُ رَبَّهُ، مَثَلُ الحَيِّ وَالمَيِّتِ	صحیح بخاری	221
.132	مَنْ أَحَبَّ لِلَّهِ، وَأَبْغَضَ لِلَّهِ، وَأَعْطَى لِلَّهِ، وَمَنَعَ لِلَّهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيمَانَ	مصنف ابن ابی شیبه	12،54،2 52
.133	مَنْ أَكَلَ لَحْمَ أَخِيهِ فِي الدُّنْيَا قُرِّبَ إِلَيْهِ لَحْمُهُ فِي الْآخِرَةِ فَقِيلَ لَهُ: كُلْهُ مَيْتًا كَمَا أَكَلْتَهُ حَيًّا فَيَأْكُلُهُ وَيَضِجُّ وَيُكْلِحُ	ذم الغيبة والنميمة	191
.134	مَنِ التَمَسَ رِضَاءَ اللَّهِ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللَّهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ، وَمَنِ التَمَسَ رِضَاءَ النَّاسِ بِسَخَطِ اللَّهِ وَكَلَهُ اللَّهُ إِلَى النَّاسِ، وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ	سنن ترمذی	123،201
.135	مَنْ تَوَاضَعَ لِلَّهِ دَرَجَةً رَفَعَهُ اللهُ دَرَجَةً	مسند احمد	154
.136	مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ	الموطا	140
.137	مَنْ دُعِيَ فلم يُجِبْ فقد عَصَى اللهَ ورَسُولَه، ومَن دخلَ على غيرِ دَعوَةٍ دخلَ سارِقاً وخرجَ مُغيراً	سنن ابی داود	145
.138	مَنْ ذَبَّ عَنْ عِرْضِ أَخِيهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ كَانَ حَقًّا عَلَى اللَّهِ أَنْ يُعْتِقَهُ مِنَ النَّارِ	صحيح الجامع الصغير وزيادته	94،245
.139	مَنْ رأى عوْرَةً فسترها كمن أحيا مَوءُودَةً	سنن ابی داود	122
.140	مَنْ صَمَتَ نَجَا	سنن ترمذی	139
.141	مَنْ ضَارَّ ضَارَّ اللَّهُ بِهِ، وَمَنْ شَاقَّ شَقَّ اللَّهُ عَلَيْهِ	سنن ترمذی	109
.142	مَنْ عَادَ لِي وَلِيًّا فَقَدْ نَاصَبَنِي بِالْمُحَارَبَةِ	معجم الكبير	106

143.	مَنْ عَادَ مَرِيضًا نَادَى مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ: طِبْتَ وَطَابَ مَمْشَاكَ، وَتَبَوَّأْتَ مِنَ الْجَنَّةِ مَنْزِلًا	سنن ابن ماجه	150
144.	مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ رَيْحَانٌ فَلَا يَرُدُّهُ، فَإِنَّهُ خَفِيفُ الْمَحْمِلِ طَيِّبُ الرِّيحِ	صحيح مسلم	167
145.	من كان له وجهانِ في الدُنيا، كان لهُ يومَ القيامَةِ لسانانِ من نار	سنن ابی داود	98
146.	وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَاليَوْمِ الآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ	صحيح بخارى	139
147.	مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَاليَوْمِ الآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ، جَائِزَتُهُ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ، وَالضِّيَافَةُ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ، فَمَا بَعْدَ ذَلِكَ فَهُوَ صَدَقَةٌ	صحيح بخارى	144
148.	مَنْ كَانَ مَعَهُ فَضْلُ ظَهْرٍ، فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا ظَهْرَ لَهُ، وَمَنْ كَانَ لَهُ فَضْلٌ مِنْ زَادٍ، فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا زَادَ لَهُ	صحيح مسلم	237
149.	مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ	صحيح بخارى	245
150.	مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللَّهَ	سنن الترمذى	IX
151.	مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً نَفَّسَ اللَّهُ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الْآخِرَةِ	المسند للطيالسى	233
152.	الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ، وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً، فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ	صحيح مسلم	99،226، 236
153.	الْمُسْلِمُ إِذَا كَانَ يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ خَيْرٌ مِنَ الْمُسْلِمِ الَّذِي لَا يُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا يَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ	سنن ترمذى	118
154.	الْمُسْتَبَّانِ شَيْطَانَانِ يَتَهَاتَرَانِ وَيَتَكَاذَبَانِ	مسند ابی داود	102
155.	الْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِئِ، مَا لَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُومُ	مسند احمد	102
156.	الْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ، الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَعِيبُهُ وَلَا يَخُونُهُ	امالى ابن بشران	91
157.	مَثَلُ الجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالجَلِيسِ السَّوْءِ، كَمَثَلِ صَاحِبِ المِسْكِ وَكِيرِ الحَدَّادِ، لَا يَعْدَمُكَ مِنْ صَاحِبِ المِسْكِ إِمَّا تَشْتَرِيهِ، أَوْ تَجِدُ رِيحَهُ، وَكِيرُ الحَدَّادِ يُحْرِقُ بَدَنَكَ، أَوْ ثَوْبَكَ، أَوْ تَجِدُ مِنْهُ رِيحًا خَبِيثَةً	صحيح بخارى	30
158.	مَثَلُ الَّذِي يَذْكُرُ رَبَّهُ وَالَّذِي لَا يَذْكُرُ رَبَّهُ، مَثَلُ الحَيِّ وَالمَيِّتِ	صحيح بخارى	212
159.	مَثَلُ الْمُؤْمِنِ وَمَثَلُ الْإِيمَانِ كَمَثَلِ الْفَرَسِ فِي آخِيَّتِهِ	صحيح ابن حبان	11،12
160.	مَثَلُ الْمُؤْمِنِ مَثَلُ النَّخْلَةِ، مَا أَخَذْتَ مِنْهَا مِنْ شَيْءٍ نَفَعَكَ	معجم الكبير	247
161.	مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ، وَتَرَاحُمِهِمْ، وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى	صحيح مسلم	24
162.	الْمَرْءُ عَلَى دِينِ خَلِيلِهِ، فَلْيَنْظُرْ أَحَدُكُمْ مَنْ يُخَالِلْ	مسند امام احمد	29
163.	الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ، لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ	صحيح مسلم	40،91

.164	الْمُسْلِمُ إِذَا كَانَ يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ خَيْرٌ مِنَ الْمُسْلِمِ الَّذِي لَا يُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا يَصْبِرُ عَلَى أَذَاهُمْ	سنن ترمذی	109
.165	مَكَانَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، حَتَّى أَسْتَبْرِئَ لَكَ الْغَارَ، فَدَخَلَ وَاسْتَبْرَأَهُ حَتَّى إِذَا كَانَ فِي أَعْلَاهُ ذَكَرَ أَنَّهُ لَمْ يَسْتَبْرِئِ الْحُجْرَةَ، فَقَالَ: مَكَانَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، حَتَّى أَسْتَبْرِئَ الْحُجْرَةَ، فَدَخَلَ وَاسْتَبْرَأَ، ثُمَّ قَالَ: انْزِلْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَنَزَلَ	المستدرک للحاکم	78
.166	الْمُؤْمِنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ	صحیح مسلم	10،20
.167	الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا وَشَبَّكَ بَيْنَ أَصَابِعِهِ	صحیح بخاری	47،239
.168	الْمُؤْمِنُ مِرْآةُ الْمُؤْمِنِ، وَالْمُؤْمِنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ، مِنْ حَيْثُ لَقِيَهُ يَكُفُّ ضَيْعَتَهُ، وَيَحُوطُهُ مِنْ وَرَائِهِ	سنن ابی داود	21،46،1 91
.169	الْمُؤْمِنُ مَأْلَفٌ , وَلَا خَيْرَ فِيمَنْ لَا يَأْلَفُ وَلَا يُؤْلَفُ	مصنف لابن ابی شیبه	66
.170	وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّينَ فِيَّ، وَالْمُتَجَالِسِينَ فِيَّ، وَالْمُتَزَاوِرِينَ فِيَّ، وَالْمُتَبَاذِلِينَ فِيَّ	موطا امام مالک	164،253
.171	وَدِدْتُ أَنَّا قَدْ رَأَيْنَا إِخْوَانَنَا	صحیح مسلم	10،20
.172	وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ إِنْ لَوْ تَدُومُونَ عَلَى مَا تَكُونُونَ عِنْدِي، وَفِي الذِّكْرِ، لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ عَلَى فُرُشِكُمْ وَفِي طُرُقِكُمْ، وَلَكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً	صحیح مسلم	195
.173	وَلْيَأْتِ إِلَى النَّاسِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُؤْتَى إِلَيْهِ	صحیح مسلم	240
.174	وَمَا زَادَ اللهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ، إِلَّا عِزًّا	صحیح مسلم	70
.175	وَيْحَكَ، قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ	صحیح مسلم	99
.176	وَيْلَكُمْ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ	مسند حمیدی	77
.177	هَلْ تَلِدُ الإِبِلَ إِلاّ النُّوقُ	سنن ترمزی	184
.178	هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيسُهُمْ	صحیح مسلم	250
.179	هَوِّنْ عَلَيْكَ، فَإِنِّي لَسْتُ بِمَلِكٍ، إِنَّمَا أَنَا ابْنُ امْرَأَةٍ تَأْكُلُ الْقَدِيدَ	سنن ابن ماجه	156
.180	يا ابا بكر مَا ظَنُّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ بِاثْنَيْنِ اللَّهُ ثَالِثُهُمَا	صحیح بخاری	252
.181	يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِينَ، فَأَيُّكُمْ أَمَّ النَّاسَ، فَلْيُوجِزْ فَإِنَّ مِنْ وَرَائِهِ الْكَبِيرَ، وَالضَّعِيفَ وَذَا الْحَاجَةِ	صحیح مسلم	127
.182	يُوشِكُ أَنْ يَكُونَ خَيْرَ مَالِ الْمُسْلِمِ غَنَمٌ يَتْبَعُ بِهَا شَعَفَ الجِبَالِ وَمَوَاقِعَ القَطْرِ، يَفِرُّ بِدِينِهِ مِنَ الفِتَنِ	صحیح بخاری	118

فہرست اعلام

نمبر شمار	مشہور نام	شخصیت کا اجمالی تعارف	صفحہ نمبر
.1	ابن بازؒ	موصوف عبد العزیز بن بازؒ 1910ء کو ریاض سعودیہ میں پیدا ہوئے اور 1999ء کو سعودیہ میں فوت ہوئے۔ آپؒ کئی کتابوں کے مصنف تھے، اور اپنے دور کے مشہور مفتی، محدث، فقیہہ تھے۔	230
.2	ابن تیمیہؒ	موصوفؒ کا اصل نام احمد بن عبد الحلیم ہے جو کہ 621ھ کو پیدا ہوئے اور 728ھ کو حران دمشق میں فوت ہوئے، آپؒ اپنے زمانہ کے مشہور فقیہہ، محدث، مصنف، فلسفی، اور ماہر معاشیات تھے۔	198
.3	ابن الجوزی	موصوفؒ کا اصل نام عبد الرحمن ہے مگر ابو الفرج اور ابن الجوزی کی کنیت سے مشہور ہیں، آپؒ 1116ء میں بغداد میں پیدا ہوئے اور 84 سال کی عمر گزار کر 1200ء میں وہیں انتقال کیا، آپؒ اپنے دور کے مشہور محدث، مورخ، فقیہہ، فلسفی اور مصنف تھے۔	9،20 6
.4	ابن حجر عسقلانیؒ	آپؒ مشہور شارح بخاری ہیں، آپ کا اصل نام احمد بن علی ہے جو 77ھ کو قاہرہ میں پیدا ہوئے اور مصر ہی میں 852ھ کو فوت ہوئے، آپؒ اپنے زمانہ کے مشہور ماہر اسماء الرجال اور محدث تھے۔	31
.5	ابو الحسن علی ندوی	موصوف 1914ء کو رائے بریلی، لکھنو بھارت میں پیدا ہوئے اور 1999ء کو وہیں فوت ہوئے، آپؒ کم و بیش پانچ سو کتابوں کے مولف تھے اور "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر" کی وجہ سے بہت شہرت پائی۔	15
.6	ابو الحسن ماوردی	موصوف کا مکمل نام ابو الحسن علی بن محمد ہے جو 364ھ کو بصرہ میں پیدا ہوئے اور 450ھ کو بغداد میں فوت ہوئے۔ آپؒ اپنے زمانہ کے مشہور فقیہہ، مفسر، اور ماہر علم الکلام تھے۔	55
.7	ابو محمد الحمیریؒ	موصوف شیعہ علماء میں نمایاں مقام کے حامل تیسری صدی ہجری کے مشہور کوفی علماء میں شمار ہوتے ہیں۔	212
.8	امام ابن حزمؒ	امام ابن حزمؒ کا پورا نام علی بن احمد بن سعید ہے جو اندلس کے شہر قرطبہ میں 452ھ کو فوت ہوئے، آپؒ فقہ ظاہری کی مناسبت اور اپنی کتاب "المحلی" کی وجہ سے بہت مشہور ہوئے۔	188
.9	امام ابن کثیرؒ	موصوفؒ کا اصل نام اسماعیل بن عمر ہے جو 700ھ میں ملک شام میں پیدا ہوئے اور 774ھ کو وفات پائی، آپؒ اپنے زمانہ کے مشہور مورخ اور مفسر تھے۔	34،2 19

.10	ابن قیمؒ	امام ابن قیمؒ کا پورا نام حافظ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر ہے جو کہ 691ھ کو دمشق کے گاوں میں پیدا ہوئے اور 751ھ کو دمشق میں وفات پائی۔ آپؒ امام ابن تیمیہؒ کے مشہور شاگردوں میں سے ہیں کم و بیش 28 سال ان کی رفاقت میں رہے، آپؒ کئی کتابوں کے مولف بھی ہیں جن میں بالخصوص زاد المعاد، اعلام الموقعین، الطب النبوی وغیرہ۔	211
.11	ابن قتیبہؒ	امام ابن قتیبہ کا نام عبد اللہ بن مسلم دینوری ہے جو کہ دینور میں قاضی رہنے کی وجہ سے مشہور ہوئے، آپؒ کوفہ میں 213ھ کو پیدا ہوئے اور بغداد میں 273ھ کو فوت ہوئے، آپؒ اپنے زمانہ کا مشہور فقیہہ، مورخ، محدث، مفسر اور ماہر علم الکلام تھے۔	219
.12	ام حکیمہؒ	ام حکیمہ بنت محمد تقی 274ھ کو مدینہ میں فوت ہوئیں۔ آپ اپنے زمانہ کی مشہور عالمہ وفاضلہ تھیں، اور آپ کی وصیتیں کافی شہرت یافتہ ہیں۔	103
.13	امام حامد غزالیؒ	موصوفؒ کا اصل نام محمد بن محمد ہے، آپؒ حجۃ الاسلام کے لقب سے مشہور ہیں، جو 450ھ کو ایران کے علاقہ طوس میں پیدا ہوئے اور 505ھ کو ان کا انتقال ہوا۔ آپؒ مشہور فلسفی اور ماہر منطق ہیں۔	40
.14	امام حسن بصریؒ	موصوفؒ مشہور تابعی ہیں جو مدینۃ المنورہ میں 21ھ کو پیدا ہوئے اور بصرہ میں 110ھ کو وفات پائی، آپؒ اپنے زمانہ کے مشہور محدث اور مفسر قرآن تھے۔	2،44 24
.15	حفظ الرحمن سیوہارویؒ	موصوفؒ 1901ء کو دہلی بھارت میں پیدا ہوئے اور 1962ء کو فوت ہوئے، آپؒ مشہور مصنف، محقق اور تحریک آزادی کے مجاہد تھے۔	194
.16	امام خطابیؒ	امام خطابیؒ مشہور شارح سنن ابی داود ہیں، آپؒ 319ھ کو کابل کے علاقہ بست میں پیدا ہوئے اور وہیں ہی 388ھ کو وفات پائی، آپؒ نے متعدد موضوعات پر علمی کتب کو رقم فرمایا ہے۔	29
.17	امام ذہبیؒ	امام شمس الدین الذہبیؒ کا اصل نام محمد بن احمد ہے جو کہ 673ھ کو دمشق میں پیدا ہوئے اور 748ھ کو دمشق میں فوت ہوئے۔ آپ کا شمار بلند پایہ مورخین اور محدثین میں سے ہوتا ہے، آپؒ ماہر اسماء الرجال بھی تھے۔	225
.18	راغب اصفہانی	موصوفؒ کا اصل نام حسین ہے جو اصفہان میں پیدا ہونے کی وجہ سے اصفہانی سے مشہور ہوئے، آپؒ کی وفات 502ھ کو بغداد میں ہوئی تھی، آپؒ اپنے دور کے مشہور فقیہہ، عربی لغت کے ماہر، مفسر قرآن اور منطق و فلسفی تھے۔	10
.19	امام شافعیؒ	آپؒ شافعی مکتبہ فکر کے بانی ہیں، موصوفؒ 150ھ کو غزہ (فلسطین) میں پیدا ہوئے اور 204ھ کو مصر میں فوت ہوئے۔ آپؒ اپنے زمانہ کے مشہور فقیہہ، محدث، قاضی اور شاعر تھے۔	70

20.	امام شعبیؒ	صحاح ستہ کے مشہور راوی عامر بن شراحیل الشعبی کو ہی امام شعبی کہا جاتا ہے، جو 21ھ کو کوفہ میں پیدا ہوئے اور 109ھ کو کوفہ میں فوت ہوئے۔ آپ اپنے دور کے مشہور فقیہہ، مورخ، قاضی اور محدث تھے۔	169
21.	عبد الرحمن السعدی	موصوفؒ سعودیہ کے شہر قصیم میں 1889ء کو پیدا ہوئے اور 1956ء کو فوت ہوئے۔ موصوفؒ مشہور مفسر قرآن اور فقیہہ تھے۔	201
22.	ڈاکٹر عبد الرحمن العریفی	موصوفؒ ریاض میں 1970ء کو پیدا ہوئے، جامعہ امام محمد بن سعود سے تعلیم حاصل کی ، آپ سعودیہ کے بہت مشہور مولف، مدرس اور عالم فاضل شخص ہیں۔ بیشمار کتابوں کے مولف ہیں جن میں "استمتع بحیاتک" سے انہیں کافی شہرت ملی۔	132
23.	ڈاکٹر عائض القرنی	ڈاکٹر عائض القرنی مشہور سعودی مصنف، عالم اور شاعر ہیں، جو سعودیہ میں 1960ء کو پیدا ہوئے تھے۔	84
24.	فرزدق	عرب کے مشہور شاعر فرزدق کا اصل نام ہمام بن غالب بن صعصعہ تھا جو 38ھ کو بصرہ میں پیدا ہوا اور 110ھ کو فوت ہوا۔	131
25.	علامہ قشیریؒ	موصوفؒ کا نام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن ہے جو 376ھ کو نیشاپور میں پیدا ہوئے اور 465ھ کو فوت ہوئے۔ یہ بہت بڑے فقیہہ اور صوفی تھے، ان کی کئی ایک کتب ہیں جن میں "رسالہ قشیریہ" کی وجہ سے ان کو شہرت ملی۔	119
26.	امام مجاہدؒ	موصوفؒ 21ھ کو خلافت فاروقی کے زمانہ میں مکہ میں پیدا ہوئے اور وہیں 103ھ کو وفات پائی، آپؒ مشہور تابعی اور قراء سبعہ میں سے ہیں، آپؒ مکہ کے مشہور تفسیری مکتب کے استاد بھی رہے۔	39
27.	مجتبی موسوی	موصوف 1925ء کو لاری شہر لار میں پیدا ہوئے اور 2013ء کو 77 سال کی عمر میں ایران میں فوت ہوئے، آپ اپنے دور کے مشہور مکتبہ جعفریہ سے تعلق رکھنے والے علمی شخص تھے۔	28
28.	امام محاسبی	موصوف مشہور قول کے مطابق 170ھ کو بصرہ میں پیدا ہوئے اور 243ھ کو فوت ہوئے۔ آپؒ اپنے زمانہ کے مشہور محدث، صوفی اور متکلم تھے۔ آپؒ کی کم وبیش دو سو کے قریب تالیفات ہیں جن میں سب سے زیادہ شہرت آپ کی کتاب "الرعایۃ لحقوق اللہ" کو ہوئی۔	54
29.	منصور نمریؒ	موصوف منصور بن سلمہ شام کے علاقہ راس العین میں 190ھ کو فوت ہوئے تھے، یہ عباسی دور کے مشہور شاعر تھے۔	103
30.	امام نوویؒ	موصوفؒ کا مشہور نام ابوزکریا یحی بن شرف الدین ہے جو 631ھ کو دمشق کے علاقہ نوا میں پیدا ہوئے اور 676ھ کو فوت ہوگئے، آپؒ مشہور شارح مسلم ہیں۔	31،2 24

مصادرومراجع

1. القرآن الکریم تنزیل من ربّ العالمین
2. ابراہیم،ابوشادی،صحیح خطب الرسولصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،لاہور:دارالکتب السلفیہ،2013ء۔
3. ابراہیم محمود،خلق المسلم،ترجمہ:مولانااحسان اللہ،کراچی:ادارہ دعوت وتبلیغ،2014ء۔
4. ابوعلی شاوی،اعمال القلوب،ترجمہ:مولوی عمران رزاق،کراچی:ادارہ دعوت وتبلیغ،2013ء۔
5. احمد بن حسین بیہقیؒ،دلائل النبوۃ، تحقیق،عبدالمعطی قلعجی،بیروت:دارالکتب العلمیہ،1405ھ۔
6. احمد بن حسین بیہقیؒ،شعب الایمان،الریاض: مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع،2003ء۔
7. احمد بن حسین بیہقیؒ،السنن الکبریٰ، تحقیق: محمد عبدالقادرعطا،بیروت:دارالکتب العلمیۃ،1414ھ۔
8. احمد بن حنبلؒ،المسند،بیروت:موسسۃ الرسالہ،2001ء۔
9. احمد یار خان نعیمیؒ، تفسیر نورالعرفان فی حاشیہ قرآن، گجرات: نعیمی کتب خانہ،سن ندارد۔
10. احمد بن شعیب النسائیؒ،السنن،الریاض:دارالسلام،1999ء۔
11. احمد بن عبداللہ اصفہانی،حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء،بیروت:دارالکتب العلمیہ،1997ء۔
12. احمد بن علی بن حجر عسقلانی،فتح الباری،بیروت:دارالفکر،1415ھ۔
13. احمد بن علی الموصلی،مسندابی یعلی الموصلی،بیروت:موسسہ علوم القرآن،سن ندارد۔
14. احمد بن عمرو،البزارؒ،البحرالذخارالمعروف بمسند البزار،المدینۃ المنورۃ: مکتبۃ العلوم والحکم،2009ء۔
15. احمد بن عبدالحلیم،ابن تیمیہؒ،منہاج السنۃالنبویۃ فی نقض کلام الشیعۃ والقدریۃ،قاہرہ: مکتبۃ ابن تیمیہ۔
16. احمد بن عبدالحلیم،ابن تیمیہؒ،اقتضاء الصراط المستقیم،الریاض: مکتبۃ دارالسلام،سن ندارد۔
17. احمد بن عبدالحلیم،ابن تیمیہؒ،مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام،المدینۃ المنورۃ: طبع بامر خادم الحرمین الشریفین۔
18. احمد بن علی بن حجرؒعسقلانی، الاصابۃ، فی تمییز الصحابۃ،بیروت:دارالکتب العلمیہ،1995ء۔
19. احمد بن علی بن حجرؒعسقلانی، فتح الباری،بیروت:دارالفکر،1415ھ۔
20. احمد بن علی بن حجرؒعسقلانی،المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ،بیروت:دارالمعرفۃ،1407ھ۔
21. احمد بن محمد الاندلسیؒ،العقد الفرید،بیروت:دارالکتب العلمیہ،2006ء۔
22. احمد بن مروان الدینوری،المجالسۃ وجواہر العلم،بیروت:دارابن حزم،1419ھ۔
23. اسحاق بن ابراہیم،ابن راھویہؒ،مُسند اسحاق بن راھویہ،المدینۃ المنورۃ: مکتبۃ الایمان،1410ھ۔
24. اسمٰعیل بن عمر،ابن کثیرؒ،البدایۃ والنہایۃ، قاہرہ:دارالریان للتراث،1988ء۔
25. اسمٰعیل بن عمر،ابن کثیرؒ،السیرۃ النبویۃ، تحقیق مصطفی عبدالواحد، قاہرہ:دارالحدیث،1384ھ۔

26. اسمٰعیل بن عمر، ابن کثیرؒ، المصباحُ المنیر فی تفسیر ابن کثیر، لاہور: دار السلام، 2007ء۔

27. امیر الدین مہر، گفتگو کا سلیقہ، کراچی: فضلی سنز، 2010ء۔

28. اُم حکیمہؒ، وصایا أُم حکیمة لابنھا، اسلام آباد، الھدیٰ پبلیکیشنز، 1435ھ۔

29. بدر الدین محمود بن احمد العینیؒ، عمدة القاری شرح صحیح البخاری، بیروت: دار احیاء التراث العربی، سن ندارد۔

30. بدیع الزماں سعید نورسی، رسائل کلیات، استنبول: نسل پبلشرز، 1996ء۔

31. تاج محمد لنگرودی، اخلاق انبیاء علیھم السلام، کراچی: الحرمین پبلشرز، 2004ء۔

32. جمال الدین عبد الرحمٰن، ابن جوزیؒ، کتاب البر والصلة، بیروت: موسسہ الرسالۃ، 1402ھ۔

33. حسان شمسی، کیف تربی ابناء ک فی ھذ الزمان، کراچی: ادارہ دعوت و تبلیغ، 2012ء۔

34. حسن بن علی الحرانی، تحف العقول عن آل الرسول، بیروت: موسسۃ الاعلمی، سن ندارد۔

35. حسین بن مسعود بغوی، شرح السنة، بیروت: المکتب الاسلامی، 1983ء۔

36. حسین بن محمد راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، بیروت: دار القلم، 1412ھ۔

37. حسین راغب اصفہانی، محاضرات الادبا و محاورات الشعرا والبلغا، مصر: المکتبۃ العامرۃ، 1326ھ۔

38. خالد علویؒ، خلق عظیم، اسلام آباد: دعوۃ اکیڈمی، 2005ء۔

39. خرم مرادؒ، کارکنوں کے باہمی تعلقات، لاہور: ادارہ مطبوعات طلبہ، 2014ء۔

40. خلیل بن احمد الفراہیدی، کتاب العین، عراق: دار و مکتبۃ الھلال، 1431ھ۔

41. رفعت عبد المطلب فوزی، صحیفه علی بن ابی طالب، الریاض: دار السلام، 1986ء۔

42. رضا فرہادیان، نوجوانوں کے لئے جاننے کی باتیں، کراچی: مطبوعات توحید، 1997ء۔

43. سلیمان بن احمد طبرانیؒ، المُعجَم الکبیر، بیروت: دار الحرمین للطباعۃ والنشر والتوزیع، سن ندارد۔

44. سلیمان بن احمد طبرانیؒ، المُعجَم الاوسط، بیروت: دار الحرمین للطباعۃ والنشر والتوزیع، سن ندارد

45. سلیمان بن احمد طبرانیؒ، مکارم الاخلاق، کراچی: مکتبۃ المدینہ، 2016ء۔

46. سلیمان بن الاشعث السجستانی، السنن، الریاض: دار السلام، 1999ء۔

47. صلاح الدین یوسف، احسن البیان، الریاض: دار السلام، سن ندارد۔

48. صالح احمد الشامیؒ، مواعظ الصحابة رضی الله عنهم، بیروت: المکتب الاسلامی، 1426ھ۔

49. عائض بن عبد اللہ القرنی، ثلاثون سببا للسعادة، کراچی: مکتبۃ الحفیظ، 2015ء۔

50. عائض بن عبد اللہ القرنی، لا تحزن، ترجمہ: غطریف شہباز ندوی، لاہور: دار الابلاغ، 2012ء۔

51. عبد الباقی بن مرزوق، ابن قانعؒ، معجم الصحابة، المدینۃ المنورۃ: مکتبۃ الغرباء الاثریہ، 1418 ھ۔

52. عبدالرحمٰن السھیلیؒ،الروض الانف فی شرح السیرة النبویة لابن ھشام، قاہرہ:دارالحدیث،س ن۔

53. عبدالرحمٰن السیوطیؒ،تفسیر الدرالمنثور فی التفسیر الماثور،بیروت:دارالفکر،1414ھ۔

54. عبدالرحمٰن السیوطیؒ،جمع الجوامع ،مصر:مجمع البحوث الاسلامیہ،1426ھ

55. عبدالرحمٰن بن احمد،ابن رجبؒ لطائفُ المَعَارِف،لاہور: مکتبۃ العلم،1423ھ۔

56. عبدالرحمٰن بن احمد،ابن رجبؒ،جامع العلوم والحکم،بیروت:دار ابن کثیر،1420ھ۔

57. عبدالرحمٰن بن الجوزی،کتاب البر والصلة،بیروت:موسسۃ الرسالۃ،1402ھ۔

58. عبدالرحمٰن بن ناصر السعدیؒ، **سعادت مند زندگی کے اسباب**،فیصل آباد:مکتبہ رشیدیہ سلفیہ۔

59. عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذریؒ،الترغیب والترھیب،بیروت:دارالکتب العلمیہ،1415ھ۔

60. عبدالقادر بن محمد،ابوطالب،علاج الزوج بحسن العشرة،الریاض: مکتبۃ دارالفرقان،سن ندارد۔

61. عبداللہ بدران،سمیر المومنین و انیس الصالحین،ترجمہ:خدیجہ فرحین،کراچی:دارالاشاعت،2000ء۔

62. عبداللہ بن زبیر حمیدی، مسند حمیدی،دمشق:دار البقاء،1996ء۔

63. عبداللہ بن مبارک،مسند الامام عبد الله بن مبارک،الریاض: مکتبۃ المعارف،1407ھ۔

64. عبداللہ بن مبارکؒ، کتاب الزھد والرقائق،ترجمہ،لجنۃ المصنفین،لاہور:بیت العلوم،سن ندارد

65. عبداللہ بن مبارکؒ، کتاب الزھد والرقائق،انڈیا: مجلس احیاء المعارف،1431ھ۔

66. عبداللہ بن محمد،ابن ابی شیبہؒ،المصنف فی الاحادیث والآثار،الریاض: مکتبۃ الرشد،1409ھ۔

67. عبداللہ بن محمد،ابن ابی الدنیا،کتاب العزلة والانفراد،بیروت:المکتبۃ العصریہ،2006ء۔

68. عبداللہ بن محمد،ابن ابی الدنیا،کتاب الاخوان،بیروت:المکتبۃ العصریہ،2006ء۔

69. عبداللہ بن محمد،ابن ابی الدنیا،مکارم الاخلاق، قاہرہ: مکتبۃ القرآن،1431ھ۔

70. عبداللہ بن محمد،ابن ابی الدنیا،کتاب الزھد،کراچی:دارالاشاعت،2001ء۔

71. عبداللہ بن محمد،ابن ابی الدنیا،ذم الغیبة والنمیمة،دمشق: مکتبۃ دار البیان،1992ء۔

72. عبداللہ بن وہب قرشی،الجامع فی الحدیث،الریاض:دار ابن الجوزی،1995ء۔

73. عبدالمالک مجاہد، قصص ذھبیة من حیاة سیدنا عمر الفاروق،الریاض:دارالسلام،1432ھ۔

74. عبدالملک بن محمد بشران، امالی ابن بشران،الریاض:دار الوطن،1997ء۔

75. عبدالملک بن محمد،ابن ہشام،السیرة النبویه،بیروت:دارالفکر،1398ھ۔

76. عبدالوھاب بن احمد الشعرانیؒ،احوال الصادقین،لاہور:ادارہ اسلامیات،1427ھ۔

77. عدنان الطرشہ،ماذا یحب الله وماذا یبغض،دارالکتاب والسنۃ للنشر الدولی،2010ء۔

78. علی بن ابی بکر الھیثمیؒ، مجمع الزو ائد،بیروت:دارالکتاب،1994ء

79. علی بن احمد، ابن حزمؒ، **الاخلاق والسیر**، گوجرانوالہ: لجنۃ المساجد، 2004ء۔

80. علی بن اسماعیل، **المخصص**، بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1996ء۔

81. علی بن حسن، ابن عساکرؒ، **تاریخ دمشق**، بیروت: دار الفکر، 1984ء۔

82. علی بن محمد الماوردیؒ، **البغیة العلیا فی ادب الدنیا والدین**، لاہور، بیت العلوم، سن ندارد

83. علی بن محمد، ابن الاثیرؒ، **جامع الاصول فی احادیث الرسول**، بیروت: مکتبۃ دار البیان، 1389ھ۔

84. علی بن محمد، ابن الاثیرؒ، **أسد الغابة فی معرفة الصحابة**، بیروت: دار الکتب العلمیہ، سن ندارد۔

85. علی المتقی بن حسام الدین الھندی، **کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال**، حیدر آباد، دکن، سن ندارد

86. علی بن ابراہیم الحلبیؒ، **انسان العیون فی سیرة الامین المامون**، بیروت: دار المعرفہ، سن ندارد۔

87. عمرو بن عبد المنعم، **الزوج الساحر والزوجة الساحرة**، لاہور: مکتبہ اسلامیہ، 2011ء۔

88. غلام قادرؒ، **صراط مستقیم**، کراچی: زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز، 2007ء۔

89. مالکؒ بن انس، **الموطا**، بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1985ء۔

90. محمد اشرف علی تھانویؒ، **آداب المعاشرت**، کراچی: دار الاشاعت، 2010ء۔

91. محمد اقبال کیلانیؒ، **دوستی اور دشمنی (کتاب وسنت کی روشنی میں)**، لاہور: حدیث پبلیکیشنز، سن ندارد

92. محمد بن احمد الذھبیؒ، **سیر اعلام النبلاء**، بیروت: موسسۃ الرسالہ، 1414ھ۔

93. محمد بن احمد الذھبیؒ، **کتاب الکبائر**، لاہور: حدیبیہ پبلیکیشنز، سن ندارد۔

94. محمد بن احمد الغزالیؒ، **احیاء العلوم الدین**، تحقیق، سید عمران، قاہرہ: دار الحدیث، سن ندارد۔

95. محمد بن احمد الغزالیؒ، **کیمیائے سعادت**، تلخیص و ترجمہ: شاہد زبیر، ملتان: بیکن بکس، 2005ء۔

96. محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ، **الأدب المفرد**، اردن، المکتبۃ الاسلامیہ، 2003ء۔

97. محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ، **صحیح البخاری**، الریاض: دار السلام، 1999ء۔

98. محمد بن جریر الطبریؒ، **تاریخ الامم والملوک**، بیروت: دار القاموس الحدیث۔

99. محمد بن حبانؒ البستی، **روضة العقلاء**، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1431ھ۔

100. محمد بن حبانؒ البستی، **صحیح ابن حبان**، بیروت: مؤسسہ الرسالۃ، 1993ء۔

101. محمد بن حسن درید، **جمهرة اللغة**، بیروت: دار العلم للملایین، 1978ء۔

102. محمد بن سعدؒ، **طبقات الکبریٰ**، بیروت: دار صادر، 1388ھ۔

103. محمد بن صالح القحطانی، **تحفة للمریض**، کراچی: ادارہ دعوت و تبلیغ، کراچی، 2014ء۔

104. محمد بن صالح العثیمینؒ، **نوجوانوں کی مشکلات اور ان کا حل**، ترجمہ: عبد الرحمٰن عزیز، لاہور: الفرقان ٹرسٹ، سن ندارد

105. محمد بن عبد الکریم شہرستانیؒ، الملل والنحل، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 2007ء۔

106. محمد بن عبد اللہ النیسابوری، المستدرک ، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1990ء۔

107. محمد بن عبد اللہ التبریزی، مشکوٰۃ المصابیح، دمشق: المکتب الاسلامی، 1961ء۔

108. محمد عبد الروف بن تاج المناوی، التیسیر بشرح الجامع الصغیر، الریاض: مکتبۃ الامام الشافعی، 1988ء۔

109. محمد بن عیسیٰ ترمذیؒ، السنن، الریاض: دار السلام، 2016ء۔

110. محمد بن قیمؒ، روضۃ المحبین و نزھۃ المشتاقین، لاہور: بیت العلوم، سن ندارد۔

111. محمد بن قیمؒ، مدارج السالکین فی شرح منازل السائرین، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1414ھ۔

112. محمد بن نصر مروزی، تعظیم قدر الصلاۃ، المدینۃ المنورۃ: مکتبۃ الدار، 1406ھ۔

113. محمد بن یزید قزوینی، ابن ماجہؒ، السنن، الریاض: دار السلام، 1999ء۔

114. محمد بن یوسف الصالحی، سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، قاہرہ: لجنۃ الاحیا التراث الاسلامی، 1392ھ۔

115. محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، **اخلاق اور فلسفۂ اخلاق**، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، 1976ء۔

116. محمد صادق سیالکوٹیؒ، ریاض الاخلاق، لاہور: نعمانی کتب خانہ، 2004ء۔

117. محمد صالح المنجد، اعمال القلوب، ترجمہ، فضل الرحمٰن رحمانی ندوی، مظفر گڑھ، الفرقان ٹرسٹ۔

118. محمد عبد اللہ بن مسلم، ابن قتیبہؒ، عیون الاخبار، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، سن ندارد۔

119. محمد عبد الرحمٰن العریفی، استمتع بحیاتک، الریاض: مکتبۃ دار السلام، 1433ھ۔

120. محمد ناصر الدین البانیؒ، صحیح الجامع الصغیر و زیادتہ، بیروت: دار الکتب العلمیہ، سن ندارد۔

121. محمد ناصر الدین البانیؒ، صحیح سنن الترمذی، الریاض: مکتب التربیۃ العربی لدول الخلیج، سن ندارد۔

122. محمد ناصر الدین البانیؒ، صحیح الترغیب والترھیب، الریاض: مکتبہ المعارف، 2000ء۔

123. محمد ناصر الدین البانیؒ، کتاب الجنائز، ایران: موسسہ فرہنگی تبیان، 1387ھ۔

124. محمد ناصر الدین البانیؒ، السلسلۃ الاحادیث الصحیحہ، الریاض: مکتبہ المعارف للنشر والتوزیع، سن دارد۔

125. محمد محمود المصری، لا تحزن، ترجمہ، ڈاکٹر مفتی ثناء اللہ محمود، کراچی: ادارہ دعوت و تبلیغ، 2014ء۔

126. محمود خلیفہ، 30 تذاکر لتدخل قلوب الناس، لاہور: مکتبہ بیت السلام، 2015ء۔

127. محمود ابراہیم، خلق المسلم، کراچی: ادارہ دعوت و تبلیغ، 2014ء۔

128. محمد یاسر المسدی، حاسبوا انفسکم، کراچی: ادارہ دعوت و تبلیغ، 2013ء۔

129. محمد یوسف کاندھلویؒ، حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم، کراچی: مکتبۃ البشریٰ، 2012ء۔

130. محمد یسین مظہر صدیقی، **عہد نبوی میں تمدن**، لاہور: دار لنوادر، 1432ھ۔

131. مجتبی موسوی لاری، **اخلاق اور روحانی نشو نما**، کراچی: مجمع علمی اسلامی، 2008ء۔

132. مسلم بن الحجاج القشیریؒ، **صحیح مسلم**، الریاض: دارالسلام، 1998ء۔

133. مصطفیٰ بن العدوی شلیبایہ، **فقه الاخلاق والمعاملات مع المومنین**، بیروت: دارالمعرفۃ، 1435ھ۔

134. نسیم امروہوی، **دوست بنو دوست بناو**، لاہور: شیخ غلام علی سنز، سن ندارد۔

135. وحیدالزماں، **اسرار اللغة معه انوار اللغة**، کراچی: امیر محمد کتب خانہ، سن ندارد۔

136. وحیدالزماں کیرانویؒ، **القاموس الوحيد**، لاہور: ادارہ اسلامیات، سن ندارد۔

137. وھبۃ الزحیلیؒ، **الاسلام والشباب**، ترجمہ، مفتی عبدالغفور، کراچی: مکتبہ دار القلم، 2003ء۔

138. یحییٰ بن شرف الدین النوویؒ، **رياض الصالحين**، لاہور: دارالسلام، سن ندارد۔

139. یحییٰ بن شرف الدین النوویؒ، **المنهاج شرح صحيح مسلم**، بیروت: دار أحیا التراث العربی، 1392ھ۔

140. یوسف بن عبداللہ، ابن عبدالبرؒ، **جامع بيان العلم و فضله وما ينبغى فى رو ايت و حمله**، السعودیہ: دار ابن الجوزی، 1994۔

☆☆☆☆☆